ماشاء اللہ ہے لا قوۃ الا باللہ ہے

رسالہ موسوم بہ

اصلاح الرسوم

مکمل و مدلل

باہتمام محمد عبد المنان غفرلہ

کتب خانہ اشرفیہ متصل مولوی مسافر خانہ

بندر روڈ کراچی

ـت ... ایک روپیہ چار آنہ

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الحمد للہ کہ رسالہ مسمّٰی بہ

اصلاح الرسوم مدلل مکمل ۱۳۷۱ھ

مع ضمیمہ جدیدہ

حضرت مولانا حکیم الامۃ شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

اسمیں ۳ باب اور ۳ فصلیں ہیں ضمیمہ بھی کئی فصلوں کو شامل ہے تمام مروجہ رسموں کو واضح طور پر بیان کرکے عمدہ طریق سے مدلل طور پر بہت ہی پاکیزہ اور کھلے لفظوں میں ان کی اصلاح فرمائی ہے ہر چھوٹے بڑے کو اس کا مطالعہ کرنا اور عمل کرنے کے لئے پاس رکھنا ضروری ہے

احقر محمد عبدالمنان غفرلہ کتب خانہ اشرفیہ متصل دروازہ
مولوی مسافرخانہ بندر روڈ کراچی ۲

فہرست مضامین اصلاح الرسوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَخْرَجَنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ، وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْہَادِیْ اِلٰی مَا یُوْجِبُ السُّرُوْرَ وَالْحُبُوْرَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الَّذِیْنَ نَشَرُوا الْحَقَّ اَبْسَعِیْہِمْ مَشْکُوْرٌ

امابعد: اس زمانہ میں اکثر مسلمانوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اپنی رسوم اختراعیہ کے اس قدر پابند ہیں کہ فرض و واجب کے قضا ہو جانے کا غم نہ ہو مگر ان رسوم میں رائی برابر بھی کمی نہ ہو۔ اور ان کی بدولت طرح طرح کے پریشانی تنگدستی اور مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں اور دین اور دنیا دونوں کھوتے ہیں۔ اور چونکہ ہر کہ ومہ میں ان کا رواج عام ہے اس لئے ان کی برائی بھی دل میں بس برائے نام ہے۔ بلکہ بعض تو بعض کے نزدیک اچھا بلکہ ثواب کا کام ہے یہی وجہ ہے کہ ناصحین سے الجھتے ہیں اور لغو شبہات و تاویلیں کرکے اپنے عمل کو حق سمجھتے ہیں پھر بعض رسوم کو تو اعتقاداً معصیت بھی جانتے ہیں گو عملاً اس کو ہلکا اور اپنے کو اس کے کرنے میں مجبور و معذور جانتے ہیں۔ لیکن بعض کو بالکل مباح و حلال ٹھہرایا ہے اور اس سے بڑھ کر غضب ہے کہ بعض کو طاعت وعبادت بتایا ہے چونکہ اس میں دنیا کا نقصان اور عاقبت کا خسران تھا اس لئے مسلمانوں کو اس پر مطلع اور متنبہ کرنا مقتضائے خیرخواہی اہل ایمان تھا بنا بریں علیہ ضروری معلوم ہوا کہ بعض رسوم غیر المشروعہ کے باب میں کچھ عرض کیا جاوے اور برعایت عام فہم آمیں بہت سلیس عبارت و تقریر سے کام کیا جائے۔ اور باعتبار اقسام سہ گانہ مذکورہ کے اس کی تین باب پر تقسیم

ہے اور ہر باب کے فصول متعددہ ہیں ایک رسم کے حکم کی تعلیم ہے اور چونکہ قسم
اول کی قباحت بدیہی اور جلی ہے اور قسم دوم میں اس سے زیادہ اور قسم سوم میں
اس سے زیادہ نظری اور خفی ہے اور بدیہی کی تقدیم نظری پر واجب ہے اس
لئے ترتیب ابواب اسی طرح مناسب ہے اور ہر چند کہ اس کے علاوہ
اور بھی ہر جگہ بہت سی مختلف رسوم ہیں جو کہ عوام و خواص سب کو معلوم ہیں
مگر چونکہ ان میں بھی قریب قریب یہی خرابیاں ہیں اس لئے سب کی تفصیل
ضروری نہیں، سمجھدار آدمی ذرا بھی غور کرے تو سمجھ لینا دور نہیں۔

وَاَسْمَیْتُهَا بِاِصْلَاحِ الرُّسُوْمِ وَاَبْدَءُهَا مُتَوَکِّلًا عَلَی الْعَلِیِّ وَاهِبِ الْعُلُوْمِ

پہلا باب

ان رسوم میں جن کو اکثر کرنے والے بھی گناہ سمجھتے ہیں اور اس میں چند
فصلیں ہیں۔ فصل اول منجملہ ان رسوم کے شادی میں ناچ کرانے کی رسم
ہے جس پر یہ قباحتیں ہیں (۱) نامحرم عورت کو اہل مجلس دیکھتے ہیں جو آنکھ کا
زنا ہے اس کے بولنے اور گانے کی آواز سنتے ہیں جو کان کا زنا ہے اس
سے باتیں کرتے ہیں جو زبان کا زنا ہے۔ اس کی طرف قلب کو میلان ہوتا
ہے جو دل کا زنا ہے جو زیادہ بے حیا ہیں اس کو ہاتھ لگاتے ہیں جو ہاتھ کا زنا
ہے۔ اس کی طرف جا کر جاتے ہیں جو پاؤں کا زنا ہے بعض فعل بد میں بھی
مبتلا ہوتے ہیں جو اصل زنا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں یہ مضمون
صراحتہً موجود ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم نے بہت لوگوں کو مبتلائے عذاب دیکھا منجملہ ان کے ایک مقام

دیکھا کہ ایک اعدا شکل تنور کے ہے جو اوپر سے تنگ اور نیچے سے فراخ ہے اس میں
آگ بھری ہوئی ہے اور اس میں بہت مرد اور عورتیں ننگی ہیں جس وقت آگ
کا شعلہ بلند ہوتا ہے اس کے ساتھ وہ سب اوپر آجاتے ہیں۔ اور جب وہ
شعلہ نیچے جاتا ہے تو اس کے ساتھ وہ سب بھی نیچے چلے جاتے ہیں۔ آپ نے
حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں انھوں نے جواب
دیا کہ یہ زناکار لوگ ہیں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے ایک اور حدیث
میں ہے کہ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کرے اللہ تعالیٰ بد
نگاہ کرنے والے کو اور جس کی طرف بدنگاہ کی جاوے یعنی جب اس کی طرف وہ
بھی اس کا ارادہ وقصد کرے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے اور ایک حدیث
میں ہے کہ جو شخص بدنگاہ سے دیکھے قیامت کے دن اسکی آنکھوں میں پگھلا ہوا
سیسہ ڈالا جائیگا (۲) اپنے گناہوں کا علی الاعلان ہونا کیونکہ یہ بات مقرر
ہے کہ پوشیدہ گناہ کرنے سے علانیہ کرنا زیادہ برا ہے۔ حدیث میں رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قرب قیامت میں فرمایا کہ جب فلاں فلاں
امر واقع ہوں اور گانے والیاں اور باجے علی الاعلان ظاہر ہونے لگیں اس
وقت لوگوں کو اندیشہ کرنا چاہیئے سرخ ہوا کا اور زلزلہ کا اور زمین میں غرق
ہو جانے کا اور صورت مسخ ہو جانیکا اور پتھر برسنے کا اور بڑی بڑی سخت
نشانیوں کا کہ اس طرح لگاتار آویں گی۔ جیسے کسی لڑی کا تاگا ٹوٹ جاوے
اور اس کے دانے لگاتار گرنے لگیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے واقعی
یہ حدیث گویا ناچ ہی کی پیشین گوئی ہے کہ کسی وقت ایسا بھی ہوگا کہ جو لوگ

بیباکی ہے اس میں شریک ہوتے ہیں وہ سن لیں کہ اس میں کیسی وعید یں ہیں اور حدیث میں ہے کہ ارشاد فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ظاہر ہوئی بیحیائی اور فحش کسی قوم میں یہانتک کہ اس کو کھلم کھلا کرنے لگیں مگر پھیل پڑتا ہے طاعون ان میں اور ایسی بیماریاں ہیں کہ ان کے گذشتہ بزرگوں میں کبھی نہیں ہوئیں، روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور کوئی شک نہیں کہ ناچ میں شریک ہونے سے زیادہ اور کیا بیحیائی ہوگی۔

طاعون اور نئی نئی بیماریوں کا پھیلنا ہمارے ملک میں ظاہر ہے۔ یہ نتیجہ انہی فحش افعال کا ہے۔ (۳) بانی و مہتمم مجلس کیلئے خصوصاً یہ کہ وہ اتنے آدمیوں کو گناہ کی طرف بلاتا ہے، اور جمع کرتا ہے۔ جسقدر جدا جدا سبکو گناہ ہوتا ہے اسیقدر سب ملاکر اکیلے اس بانی و مہتمم کو ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی دیکھا دیکھی جو کوئی جب کبھی اس قسم کا جلسہ کریگا اس میں بھی یہ شخص شریک گناہ ہوگا بلکہ اس کے مرنے کے بعد بھی جب تک اس کا بنیاد ڈالا ہوا سلسلہ چلے گا اس وقت تک برابر اس کے نامۂ اعمال میں گناہ بڑھتا جاویگا حدیث میں فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص راہ ہدایت کی طرف بلاوے۔ جتنے آدمی اس کی پیروی کریں گے جسقدر ان سبکو ثواب ملیگا اسی قدر اس کو بھی ثواب ہوگا اور ان کے ثواب میں سے کچھ کم نہوگا۔ اور جو شخص کسی گمراہی کے طریقے کی طرف بلائے جتنے اس کی پیروی کرینگے جسقدر ان سب کو گناہ ہوگا اتنا اس اکیلے کو ہوگا۔ اور انکے گناہ میں کچھ کمی نہوگی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

(۴) جو لوگ مجلس میں موجود نہیں دور دراز رہتے ہیں۔ انکو بذریعہ خطوط کے

کے اور رنگین رقعوں کے اطلاع دینا ہے کہ اس طرح فسق و فجور کروں گا یہ کیا ہے
یعنی وہ ایک سخت گناہ ہے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سب
کے لئے معافی ہے مگر جو کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں اور یہ بھی کھلم کھلا ہی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے ستاری فرمائی تھی مگر صبح کو اس نے خود اپنے کو فضیحت کرنا شروع
کیا کہ میاں فلاں کے دن فلاں کام کیا تھا خود اپنی پردہ دری کی حالانکہ خدائے
تعالیٰ نے چھپالیا تھا فقط سو ظاہر ہے کہ شادی کے رقعوں میں بقید تاریخ اطلاع
ناچ کی دور دور تک کیجاتی ہے اور اس مضمون میں اس فعل کا استحسان اور دوسروں
کو ترغیب شرکت اور اپنی منت کشی ہوتی ہے۔ (۵) اس مجلس میں معازف
مزامیر بیدھڑک بجائے جاتے ہیں۔ جو خود سامان معصیت ہیں۔ ارشاد
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حکم فرمایا ہے مجھکو میرے پروردگار نے معازف
اور مزامیر کے مٹانے کا۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔ خیال کرنے کی بات ہے
کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو مٹانے کے لئے تشریف لائیں اس
کے رونق دینے والے کے گناہ کا کیا ٹھکانہ ہے (۶) شرکاء مجلس کو تو نماز
کیا خاک نصیب ہوگی اور پاس پڑوس والوں کی نماز دل میں گانے بجانے
کی آواز سے خلل و نقصان واقع ہوتا ہے بعض لوگوں کو اس پریشانی میں
نیند بے وقت آتی ہے اور نماز قضا ہو جاتی ہے۔ سو ان نمازوں کا برباد ہونے
کا وبال اس شخص پر پڑتا ہے ایک ایک نماز کے ترک پر حدیث میں جہنم کی
وعید آئی ہے۔ جس شخص نے اتنے آدمیوں کی نماز خراب کی اس کے
عذاب کا کیا ٹھکانا ہے۔ (۷) اکثر ناچ دیکھنے کی جب عادت ہوجاتی ہے

اس کی برائی دل سے نکل جاتی ہے۔ بجائے اس کے کہ گناہ کر کے غم ہوتا اور الٹی فرحت ہوتی ہے۔ یہ مقام بڑے اندیشہ کا ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان ہونے کی یہ علامت فرمائی ہے کہ اگر نیکی کر کے دل خوش ہو اور گناہ کر کے دل برا ہو تو سمجھو تم مومن ہو۔ جب گناہ کر کے دل خوش ہونے لگا پھر فرمایئے کہ ایمان کہاں رہا۔ یہ ہر ہر دیکھنے والے کا حال ہوا۔ اور جس نے سب کو دکھلایا ہے وہ اکیلا ان سب کی برابر عقوبت کا مستحق ہوتا ہے

(۸) بعض ناچنے والی کے عشق میں مبتلا ہو کر اپنا سب کچھ مال اور آبرو اور دین برباد کرتے ہیں۔ اس کا سبب یہی بانی مجلس ہوتے ہیں۔ تو اس تمام تر وبال میں بھی یہ شریک ہوگا۔ اور یہ عشق مجازی ایسی بڑی چیز ہے کہ آدمی کو بعض اوقات کافر بنا کر رہتی ہے۔ کیونکہ انسان کا قلب تو ایک ہی ہے اس میں ایک ہی محبت سما سکتی ہے۔ جب کسی مردار کی محبت اس میں آویگی خالق کی محبت کم ہوگی۔ اور جسقدر بڑھتی جاویگی۔ اسیقدر خالق کی محبت گھٹتی جاویگی۔ یہانتک کہ جب قلب کو بالکل محیط ہو جاویگی تو وہ بالکل دل سے نکل جاویگی۔ اور یہی مقام کفر کا ہے۔ ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ اپنے گھر کے روبرو کھڑا تھا۔ اور دروازہ اس گھر کا حمام کا سا دروازہ تھا ایک خوبصورت نوجوان لڑکی وہاں گزری اور پوچھا کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے۔ اس شخص نے کہا کہ حمام منجاب یہی ہے وہ اندر چلی گئی اور یہ اس کے پیچھے پیچھے چلا جب لڑکی نے یہ حالت دیکھی سمجھ گئی کہ اس نے دھوکہ دیا اس نے براہ چالاکی بشاشت ظاہر کی اور کہا کچھ سامان عیش و نشاط مہیا کر لینا

ح
قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اذا سرتک
حسنتک وساءتک سیئتک
فانت مومن ۱۲ مشکوٰۃ
مع المطالع

چاہیئے کہنے لگا جو کبھی کبھی بیمار ہو جاتا ہے اس نے کچھ فرمائش کی یہ گھر سے اس کا سامان کرنے کے لئے باہر نکلا اور اس کو گھر میں چھوڑا یہ لڑکی نکل کر چلدی وہ شخص لوٹ کر جو آیا اور اس کو نہ پایا بہت پریشان ہوا۔ اور اکثر اس کو یاد کیا کرتا۔ اور گلی کوچوں میں کہتا پھرتا۔

یَارُبَّ قَائِلَۃٍ یَوْمًا وَ قَدْ تَعِبَتْ ؎ اَیْنَ الطَّرِیْقُ اِلٰی حَمَّامِ مِنْجَاب

خلاصہ شعر کا یہ ہے کہ وہ جو حمام منجاب کا راستہ پوچھتی تھی وہ کہاں گئی اسی طرح تمام عمر مصیبت میں گذری جب مرنے کا وقت پہونچا لوگ کلمہ پڑھنے کو کہتے تھے اور وہ بجائے کلمہ کے یوں کہتا تھا۔

یارب قائلۃ یوماً و قد تعبت　　　این الطریق الی حمام منجاب

آخر اسی میں ختم ہو گیا، نعوذ باللہ من سوء الخاتمۃ ایک اور شخص کی حکایت ہے کہ کسی پر عاشق ہو گیا اور اس غم میں صاحب فراش ہو گیا کچھ لوگ درمیان میں پڑکر معشوق کو لانے پر رضامند کیا یہ سنکر عاشق تازہ ہو گیا اور منتظر وعدہ ہو کر بیٹھا دفعتہ ایک شخص نے آکر بیان کیا کہ وہ میرے ساتھ آنے کو چلا تھا راستہ پر کہنے لگا کہ موضع تہمت میں نہیں جانا میں نے ہرچند سمجھایا مگر اس نے نہ مانا۔ اور واپس ہو گیا۔ اس کے سنتے ہی اسکی پہلے سے بدتر حالت ہو گئی۔ اور علامات مرگ ظاہر ہونے لگے اور اس حالت میں یہ کہنا شروع کیا

اسلم یا راحۃ العلیل　　　و یا شفاء المدنف النحلیل
رضاک اشہی الی فوادی　　　من رحمۃ الخالق الجلیل

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے معشوق کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ تیری رضامندی
نعوذ باللہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے بھی زیادہ مرغوب ہے - ایک شخص
کہنے لگا کہ کمبخت خدا سے ڈر کیا کہتا ہے. کہنے لگا کہ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا
ناصح اٹھکر دروازے تک پہونچا تھا' اس کی روح قبض ہو گئی۔

ایک اور حکایت ہے کہ مصر میں ایک شخص مسجد میں رہتا تھا اور اس
کے چہرہ پر نور عبادت چمکتا تھا۔ ایک روز اذان کہنے کے لئے منارہ پر
چڑھا - اس منارہ کے نیچے ایک نصرانی کا گھر تھا۔ اس کی دختر پر نظر پڑ گئی
اور عاشق ہو گیا۔ اور اذان چھوڑ چھاڑ نیچے اترا اس کے گھر پہنچا لوگوں نے
دریافت کیا کہ کیا بات ہے اور کیا چاہتا ہے اس شخص نے اپنا حال
بیان کیا اور کہا کہ میں اس لڑکی کو چاہتا ہوں لڑکی نے جواب دیا کہ تو
مسلمان اور میں نصرانی میرا باپ ہرگز تجھ سے میرا نکاح نہیں کر سکتا
کہنے لگا اگر نصرانی ہو جاؤں اس نے کہا اس وقت ممکن ہے۔
یہ شخص نکاح کی امید میں نصرانی ہو گیا۔ ابھی نکاح نہیں ہوا تھا کہ کسی
کام کے لئے کوٹھے پر چڑھا وہاں سے اتفاقاً گرا اور مر گیا۔ خسر الدنیا والاخرہ
یہ آفتیں عشق صورت کی ہیں۔ اکثر لوگ اس بلا کو خفیف سمجھتے ہیں اور بعضے
نعوذ باللہ موجب قرب الٰہی و آئینہ مشاہدہ جمال الٰہی جانتے ہیں جو سراسر
اتحاد و زندقی کا اعتقاد ہے بعد بزرگوں کے بعض کلام سے جو سند پکڑتے ہیں
اس کے کچھ معنی نہیں سمجھتے۔

(۹) بعضے بلکہ اکثر نکاح کرنے والے اس کو سبب ناموری اور آبرو کا

جلتے ہیں اور اس کے نہ ہونے کو موجب اہانت و بیر ونقی شادی کا سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب گناہ پر آدمی فخر کرنے لگے اور اس کے نہونے کو بے عزتی سمجھے تو اس میں گناہ کا استخفاف بلکہ استحسان لازم آتا ہے جسکو علماء نے موجب زوال ایمان فرمایا ہے۔

(۱۰) اس میں مال خوب دل کھول کر برباد کرتے ہیں اور قرآن و حدیث میں اسراف کرنے کی حرمت اور وعید موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بیہودہ اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکر ہے یعنی اس شخص نے بڑی ناشکری اور بیقدری نعمت کی کی کہ اس کو اس طرح برباد و تلف کیا (۱۱) جن جن لوگوں کو دور دور اطلاع ہوتی ہے وہ مبارکباد کے خطوط بھیجتے ہیں ان کو بھی ایسا ہی گناہ ہوتا ہے جیسا کہ شریک مجلس کو۔ ابو داؤد میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا جو شخص گناہ میں شریک نہ ہو مگر اس سے راضی ہو وہ مثل اسی شخص کے ہے جو اس میں شریک و حاضر ہو اور اسی طرح کی بہت سی خرابیاں اس میں جمع ہیں جنکے بیان کی حاجت نہیں صاف ظاہر ہے۔ بعضے لوگ کہتے ہیں کہ صاحب کیا کریں لڑکی والا نہیں مانتا باصرار فرمائش کرتا ہے۔ ان سے پوچھنا چاہیئے کہ اگر لڑکی والا کسی ایسی بات کے لئے زور ڈالے جو تمکو ناگوار ہو مثلاً فرض کر دیوں ہی کہے کہ تم اپنی ماں بہن کو لا کر نچاؤ گے تو ہم اپنی لڑکی دینگے ورنہ نہ دینگے اب وقت یہ لوگ کیا کریں گے کیا اس بیعزتی کو محض لڑکی لینے کی ضرورت سے گوارا کریں گے یا نہایت برہم ہو کر غیظ و غضب

میں آکر مرنے مارنے کو تیار ہوجاویں گے اور لڑکی نہ دینے کی ذرا بھی پرواہ نہ کرینگے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ شریعت نے جس چیز کو حرام ٹھہرایا ہے اس سے ایسی ہی نفرت ہونا چاہیئے۔ جیسا اپنی طبیعت کیخلاف امور سے ہوتی ہے اور جیسے اس میں شادی ہونے نہ ہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی اسی طرح خلاف شرع امور میں بھی صاف جواب دیدینا چاہیئے کہ خواہ شادی کرو یا نہ کرو ہم ہرگز ناچ نہ ہونے دیں گے غرض یہ کوئی عذر اور وجہ مجبوری کی نہیں اسی طرح برادری اور احباب کو چاہیئے کہ اگر کوئی شخص نہ مانے تو ہرگز اس کے ساتھ شرکت نہ کریں صاف جواب دیدیں کہ جب تم کو اللہ تعالے کی ناراضی کی پرواہ نہیں ہم کو تمہاری ناراضی کی پرواہ نہیں۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد

فصل دوم

منجملہ ان رسوم کے اکثر نوجوانوں کو گنجفہ شطرنج وغیرہ کھیلنے اور کبوتر بازی اور مرغ و بٹیر لڑانے اور کنکوا وغیرہ اڑانے کی عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں شراب وقمار کے حرام ہونے کو فرمایا ہے اور اسکی وجہ بیان فرمائی ہے کہ شیطان یوں چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کردے اور تمکو اللہ تعالے کی یاد اور نماز سے روکدے سو ظاہر ہے کہ جب حرام ہونے کی علت یہ ٹھیری تو جس چیز میں یہ علت پائی جاوے گی اس کو حرام کہا جاویگا۔ ان سب کھیلوں میں جسقدر قلب کو مشغولی ہوتی ہے

اس کو دیکھنے والے جاتے ہیں جو بشری طبعی حوائج ہیں جیسا کھانا پینا، پیشاب، پاخانہ ان کی خبر نہیں رہتی تو نماز کا ذکر کیا ہے اور ان کھیلوں کی بدولت اکثر آپس میں گالم گلوچ اور رنج و تکرار بلکہ کبھی کبھی ہاتھا پائی کی بھی نوبت آجاتی ہے پھر اس کے حرام ہونے میں کیا شبہ ہے۔

شطرنج وغیرہ کا بیان

حدیث میں ہے جو شخص نرد سے کھیلا اس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی روایت کیا اس کو احمد اور ابن ماجہ اور مالک نے اور حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص نرد سے کھیلے پھر اٹھکر نماز ادا کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص پیپ اور خنزیر کے خون سے وضو کرے اور پھر اٹھکر نماز پڑھے روایت کیا احمد نے اور حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ شطرنج اہل عجم کا قمار ہے۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رض کا ارشاد ہے کہ شطرنج نہیں کھیلتا مگر گنہگار یعنی اس کے کھیلنے سے گناہ ہوتا ہے۔ انہی سے یہ بھی روایت ہے کسی نے ان سے شطرنج کھیلنے کو پوچھا فرمایا یہ باطل ہے اور اللہ تعالیٰ باطل کو پسند نہیں کرتا ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور ہدایہ و در مختار وغیرہ میں شطرنج کو بھی حرام لکھا ہے۔ خواہ اس میں بازی بدی جائے یا ویسے ہی کھیلیں۔ بعضے لوگ کہتے ہیں کہ ان سے ذکاوت بڑھتی ہے اور فنون حرب میں اس سے مدد ملتی ہے۔ سو اول تو یہ بات بالکل لغو ہے۔ اس کو ذکاوت سے کیا علاقہ

بلکہ اور عقل خبط ہو جاتی ہے۔ اس میں ایسے منہمک ہوتا ہے کہ اور کسی چیز
کی خبر نہیں رہتی۔ البتہ عجب نہیں کہ کھیلتے کھیلتے خاص شطرنج بازی میں خوب
چالیں یاد ہو جاتی ہوں اور اس میں ذہن دوڑنے لگتا ہو سو اس سے کیا
کام نکلا اور کونسا فائدہ ہوا۔ اسی طرح فنون حرب سے اس کو کوئی تعلق نہیں
اس میں تو اصطلاحی چالیں ہیں کہ یہ اس طرح چلتا ہے اور فیل اس طرح و علیٰ
ہذا القیاس واقعی لڑائی میں یہ چالیں تھوڑا ہی ہیں۔ اس کے جدا گانہ اصول
وقواعد ہیں غرض دونوں عذر واہیات ہیں۔ اور علیٰ سبیل التنبیہ
دلائل شرعی کے رد بر دنیا سی گھوڑے دوڑانا سخت گناہ اور بیبا کی
کی بات ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے مذہب میں درست
ہے۔ ہم ان کے مذہب پر عمل کرتے ہیں سو اول تو اپنے امام کا مذہب
جبکہ وہ قرآن و حدیث کے موافق ہو چھوڑ کر دوسرے مذہب پر عمل کرنا
محض حظ نفس کے واسطے بلا ضرورت شدید جائز نہیں اگر ایسی
گنجائش دی جائے تو دین کیا ایک کھیل ہو جائیگا۔ ہر امر میں کسی نہ کسی
کا مذہب تو موافق خواہش نفسانی ضرور نکل آوے گا مثلاً وضو کر کے
خون نکلوایا جو کسی نے کہا کہ وضو ٹوٹ گیا پھر کر لو کہنے لگا ہم نے
امام شافعی کے مذہب پر عمل کر لیا پھر اتفاق سے عورت کو بشہوت
ہاتھ لگایا جو کسی نے کہا کہ اب تو شافعی مذہب کے موافق بھی وضو ٹوٹ
گیا اب تو دوسرا وضو کر لو کہنے لگا اس میں امام ابو حنیفہؒ کے مذہب
پر عمل کر لیا حالانکہ اس کا وضو بالاجماع باطل ہو گیا مگر اس لئے بے وضو نماز

ٹرخائی۔ اسی طرح ہزاروں خرابیاں دین کے اندر لازم آئیں گی
اسی وجہ سے علمائے معتبرین نے اجماع کیا ہے کہ ایک مذہب معین
کی تقلید واجب ہے تاکہ دین میں خلط نہ کرے اور بندۂ نفس نہ بنجائے
پھر یہ کہ امام شافعیؒ کا یہ قدیم قول ہے اور اس میں بھی انہوں نے یہ شرط
ٹھیرائی ہے کہ کثرت سے نہ ہو اور اس میں ایسا انہماک نہ ہو کہ نماز
اپنے وقت سے ٹل جائے۔ سو ظاہر ہے کہ یہ شرطیں کہیں بھی نہیں پائی
جاتیں۔ پھر یہ کہ اس سے بھی امام شافعی نے رجوع فرمایا ہے۔ چنانچہ
نصاب الاحتساب میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ اب کسی حال میں امام شافعی
کے مذہب کو آڑ بنا کر کھیلنے کی گنجائش نہیں رہی اور اس میں انہماک
ایک وبال ہے کہ خدا کی پناہ جواب کافی میں ایک شاطر کی حکایت
لکھی ہے کہ سکرات موت میں اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا بجائے
کلمہ کے کہتا ہے۔ شہ رخ تجھپر غالب ہوا اور فوراً مر گیا۔ بات یہ ہے
کہ جب کوئی چیز دل میں رچ جاتی ہے، اور رگ وپے میں سما
جاتی ہے مرنے وقت اس کا غلبہ ہوتا ہے اور اسی دھن میں آدمی
مرتا ہے۔

مصرعہ:۔ چو میسرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

کبوتر بازی!

اب کبوتر بازی کی نسبت سنئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے دوڑا جا رہا ہے۔ آپنے فرمایا کہ ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔ روایت کیا اسکو احمد اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے۔ پھر کبوتر بازوں کی عادت دوسروں کے کبوتر پکڑنے کی بھی ہے۔ یہ سراسر ظلم و غصب ہے جس کی نسبت حدیثوں[1] میں آیا ہے کہ اگر کسی کا حق کسی کے ذمہ رہ گیا ہوگا تو قیامت کے روز ظالم کی نیکیاں مظلوم کو اور مظلوم کے گناہ ظالم کو دئیے جائیں گے۔ پھر ظالم دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اور اگر کوئی کبوتر باز یوں کہے کہ دوسرے بھی ہمارا کبوتر پکڑ لیتے ہیں۔ ہم نے اسکا پکڑ لیا تو کیا مضائقہ ہے۔ سو سمجھنا چاہیے کہ یہ مبادلہ شرعاً اسوقت صحیح و معتبر ہے جب باہمی رضامندی کے ساتھ ہو۔ اور تمام شرائط انعقاد بیع کی موجود ہوں۔ جس طرح تمام دنیا میں خرید و فروخت ہوتی ہے۔ اور چھینا جھپٹی کا یہ مبادلہ سراسر ظلم ہے۔ کبھی ایک شخص ظلم میں بڑھ گیا۔ کبھی دوسرا اور جس نے ظلم کم کیا ہے اس کی بھی نیت تو آخر خراب ہی رہتی ہے کہ جسقدر زیادتی ہو سکے دریغ نہ کروں گا۔ قابو نہ پڑنے کی وجہ سے مجبور رہے۔ سو جب ظلم زائد کی نیت کر لی۔ اسکا گناہ لکھ گیا خواہ وہ اس فعل پر قادر ہوا یا نہ ہوا۔ حدیث[2] میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب دو مسلمان ناحق آپس میں لڑیں اور ایک دوسرے کو قتل کر دے تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ قاتل کا دوزخ میں جانا تو سمجھ میں آگیا مگر مقتول کے جانے کی کیا وجہ۔ آپنے فرمایا کہ جی تو اسکا بھی چاہتا تھا کہ اپنے مقابل کو قتل کر دے۔ اور اگر کوئی کہے کہ کبوتر بازوں کا گروہ اس مبادلہ پر رضامند ہے کہ جس کے ہاتھ آوے لے جاوے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ رضامندی تسلیم بھی کر لی جائے تو جوئے میں داخل ہے۔ جوا رضامندی سے حلال نہیں ہوتا۔ اسکا حرام ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے۔ غرض کسی طرح اس میں جواز کی صورت نہیں۔ پھر اس میں جو مشغولی ہوتی ہے جس میں نہ نماز کی خبر رہتی ہے۔ نہ اہل حقوق کے حقوق ادا کرنے کی۔ نہ اہل و عیال کی خدمت گذاری کی خود ایک مستقل وجہ اس شغل کے حرام ہونے کی ہے۔ کیونکہ عبادات و حقوق مذکورہ واجب ہیں۔ اور ترک واجب حرام ہے۔ اور یہ

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما المفلس قالوا المفلس فینا من لا درہم لہ ولا متاع فقال ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیامة بصلاة وصیام وزکوٰة ویاتی قد شتم ہذا وقذف ہذا واکل مال ہذا وسفک دم ہذا وضرب ہذا فیعطی ہذا من حسناتہ وہذا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطایاہم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار۔ رواہ مسلم۔ مشکوٰة ص ۴۳۵

[2] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا التقی المسلمان بسیفیہما فالقاتل والمقتول فی النار قلت ہذا القاتل فما بال المقتول قال انہ کان حریصا علی قتل صاحبہ۔ متفق علیہ۔ مشکوٰة [illegible]

اور یہ شغل اس حرام کا سبب ہوجاتا ہے۔ اور حرام کا سبب حرام ہے۔ چنانچہ سب مقدمات ظاہر ہیں اور ان لوگوں کا بیدھڑک کوٹھوں پر چڑھ جانا اور پردہ داروں کی بے پردگی کی کچھ پرواہ نہ کرنا۔ اور کبوتروں کو ڈھیلے مارنا اس سے لوگوں کا پریشان ہونا۔ یہ ایک معمولی بات ہے جسکا قبیح اور موجب بے غیرتی ہونا محتاج بیان نہیں۔

درمختار میں ایسی صورت کی نسبت لکھا ہے کہ اگر منع کرنے سے باز نہ آئے تو محتسب کو چاہئے کہ ان کبوتروں کو ذبح کر ڈالے۔ الغرض جس چیز میں اس قدر مفاسد ہوں وہ کسی طرح جائز نہیں ہو سکتی۔

کنکوا اڑانا

اب کنکوے بازی کی نسبت سن لیجئے۔ جس قدر خرابیاں کبوتر بازی میں ہیں قریب قریب اس میں بھی سب موجود ہیں۔

(١) کنکوے کے پیچھے دوڑنا جس میں پیغمبر صاحب نے دوڑنے والے کو شیطان فرمایا ہے

(٢) کنکوے کو لوٹ لینا جس کی ممانعت حدیث میں صراحۃً وارد ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں لوٹتا کوئی شخص ایسا لوٹنا جس کی طرف لوگ نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہوں۔ اور پھر بھی وہ مومن رہے۔ روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے یعنی یہ خصلت ایمان کے خلاف ہے۔ اس حدیث کے خواہ کچھ ہی معنی ہوں مگر ظاہراً تو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو خارج از ایمان فرما دیا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس لوٹنے میں تو مالک کی اجازت ہوتی ہے۔ تو اس کے ساتھ یہ وعید متعلق نہیں ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے۔ مالک کی ہرگز اجازت نہیں ہوتی چونکہ عام رواج اسکا ہو رہا ہے اسلئے خاموش ہو جاتا ہے۔ دل سے ہرگز رضامند اور خوش نہیں

اگر اس کا بس چلے ڈور اور کنکوا ہرگز بھی دوسرے کو نہ لینے دے۔ یہی تو وجہ ہے کہ جب کنکوا کٹ جاتا ہے تو وہ بڑی کوشش سے جلدی جلدی ڈور کھینچتا ہے کہ جو ہاتھ لگ جائے غنیمت ہے۔

(۳) ڈور کو لوٹ لینا بلکہ اس میں ایک اعتبار سے کنکوے کے لوٹ لینے سے بھی زیادہ قباحت ہے۔ کیونکہ کنکوا تو ایک ہی کے ہاتھ آتا ہے سو ایک ہی آدمی گنہگار ہوتا ہے۔ اور ڈور تو بیسیوں کے ہاتھ لگتی ہے۔ بہت سے آدمی گناہ میں شریک ہوتے ہیں۔ اور باعث ان تمام آدمیوں کے گناہ گار ہونے کے وہی کنکوا اڑانے والے ہیں۔ تو حسب قاعدہ مذکورہ بالا ان سب کے برابر ان اکیلے اڑانے والے کو گناہ ہوتا ہے۔

(۴) ہر شخص کی نیت کہ دوسرے کے کنکوے کو کاٹ دوں۔ اور اس کا نقصان کر دوں۔ سو کسی مسلمان کو ضرر پہنچانا حرام ہے۔ اس حرام فعل کی نیت سے دونوں گنہگار ہوتے ہیں

(۵) نماز سے غافل ہو جانا جس کو اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے حرام ہونے کی علت فرمائی ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے

(۶) اکثر کوٹھوں پر کھڑے ہو کر کنکوا اڑانا۔ آس پاس والوں کی بے پردگی ہونا۔

(۷) بعض اوقات کنکوا چڑھاتے چڑھاتے پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔ اور کوٹھے سے نیچے آ رہتے ہیں۔ چنانچہ اخبارات میں اس قسم کے واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس میں صریح اپنی سب ان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے

جو کہ آیت قرانی سے حرام ہے۔ اور حدیث[1] میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس پر آڑ نہ ہو۔ اس کی وجہ یہی احتمال ہے کہ شاید گر پڑے۔ سبحان اللہ! ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر کس قدر شفیق ہیں کہ ایسے ایسے احتمالاتِ مضرت سے ہمیں روکیں۔ اور ہم ان کے احکام کی ایسی بے قدری کریں۔ افسوس صد افسوس۔

(۸) ایک خرابی خاص اس میں یہ ہے کہ کاغذ جو کہ آلاتِ علم سے ہے اس کی اہانت ہوتی ہے۔ اور لئی کہ آٹے سے بنتی ہے۔ اس کی اہانت ہوتی ہے۔ اور حدیث[2] میں ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ روٹی کا اکرام کیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہانت رزق کی ممنوع ہے۔ اسی طرح علم کے ادب کو کون نہیں جانتا کہ ضروری ہے۔ اس میں دونوں کی اہانت ہے

(۹) ان سب کھیلوں میں مفت مال ضائع ہوتا ہے۔ اور فضول خرچی کا حرام ہونا اوپر قرآن مجید سے ثابت ہو چکا ہے۔

مُرغ بازی وغیرہ

اب مرغبازی و بٹیر بازی کی نسبت ملاحظہ فرمائیے۔ حدیث[3] میں ہے کہ منع فرمایا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کرانے کو درمیان

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بات علی ظہر بیت لیس علیہ حجار فقد برئت منہ الذمۃ ۱۲ ابو داؤد صفحہ ۳۲۹ ج ۲

[2] عن عائشۃ قالت دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم البیت فرأی کسرۃ ملقاۃ فاخذہا فمسحہا ثم اکلہا وقال یا عائشۃ اکرمی کریما فانہا ما نفرت عن قوم قط فعادت الیہم ۱۲ ابن ماجہ صفحہ ۲۴۷

[3] نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن التحریش بین البہائم ۱۲ ابو داؤد صفحہ ۳۵۳ ج ۱

بہائم کے اس حکم میں مرغ و بٹیر و تیتر و مینڈھے وغیرہ سب آ گئے۔ اور واقعی عقل کے بھی خلاف ہے۔ خواہ مخواہ بے زبان جانوروں کو بلا کسی ضرورت و مصلحت کے تکلیف دینا ہے اور کبھی اسمیں جوا بھی ہوتا ہے۔ یہ دوسرا گناہ ہوا۔ نماز اور ضروری امور سے غفلت ہونا، اور تمام تماشائیوں کے گناہ کا باعث بننا یہ مزید برآں ہے جن کی برائی جدا جدا کئی بار بیان ہو چکی ہے

فصل سوم

منجملہ ان رسوم کے آتشبازی ہے۔ اسمیں متعدد خرابیاں ہیں۔

(۱) مال کا ضائع کرنا جس کا حرام ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے۔

(۲) اپنی جان کو یا اپنے بچوں کو یا پاس پڑوس والوں کو خطرہ میں ڈالنا۔ صدہا واقعات ایسے ہو چکے ہیں جن میں آتشبازوں کا ہاتھ اڑ گیا۔ منہ جل گیا، یا کسی کے چھپر میں آگ لگ گئی جس کی حرمت قرآن مجید میں منصوص ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مت ڈالو اپنی جانوں کو ہلاکت میں۔ اسی واسطے حدیث میں بلا ضرورت آگ کے تلبس و قرب سے ممانعت آئی ہے چنانچہ کھلی آگ اور جلتا چراغ چھوڑ کر سونے کو منع کیا ہے۔ (۳) بعض آلات آتشبازی میں کاغذ بھی صرف ہوتا ہے۔ جو آلات علم سے ہے، اور آلات علم کی بے ادبی خود امر قبیح ہے چنانچہ اوپر بیان ہوا پھر غضب یہ ہے کہ لکھے ہوئے کاغذ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ خواہ اس پر کچھ ہی لکھا ہو، قرآن یا حدیث۔ چنانچہ مجھ سے ایک معتبر شخص نے بیان کیا کہ میں نے کاغذ کے بنے ہوئے کھیل دیکھے۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے ورق ہیں۔

(۴) بچوں کو ابتدا سے تعلیم معصیت کی ہوتی ہے۔ جن کے واسطے شرعی حکم ہے کہ علم و عمل سکھاؤ گویا نعوذ باللہ حکم شرعی کا پورا مقابلہ ہے۔ بالخصوص شب برات میں یہ خرافات کرنا جو کہ نہایت متبرک شب ہے یہ بات مقرر ہے کہ اوقات متبرکہ جس طرح طاعت کرنے سے

اجر بڑھتا ہے۔ اسی طرح معصیت کرنے سے گناہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔

(۵) بعض آلات آتشبازی اوپر کو چھوڑے جاتے ہیں۔ جیسے بیل اور بان و پورا وغیرہ۔ اول تو بعضوں کے سر پر آگرتے ہیں اور لوگوں کے چوٹ لگتی ہے۔ علاوہ اسکے اس میں یاجوج ماجوج کی مشابہت ہے۔ جس طرح وہ آسمان کی طرف تیر چلاویں گے، اور کفار کی مشابہت حرام ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایام حج میں توپیں چلتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آتشبازی درست ہے۔ ورنہ وہاں کیوں ایسا کام ہوتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو عام لشکریوں کا فعل شرع میں حجت نہیں۔ البتہ عالم محقق دیندار کا فتویٰ جو مطابق قواعد شرعیہ کے ہو حجت ہوتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ توپیں وغیرہ چلانا لشکریوں کا فعل ہے۔ نہ کسی عالم کا فتویٰ دوسرے اسمیں کچھ مصالح بھی نکل سکتے ہیں۔ اظہار شوکت اسلام و تعظیم شعائر حج و اعلان ارکان وغیرہا۔ اور آتشبازی میں کونسی شوکت ہے البتہ جیسے اگر کسی مقام پر ضروری امر کے اعلان کے لئے اصطلاح ٹھہرائی جائے تو بقدر ضرورت جائز ہوگی جیسے وقت افطار و سحر کے اعلان کے لئے ایک آدھ گولہ چھوڑ دینا اس کا مضائقہ نہیں۔ اور اگر حاجت سے زاید ہوگا تو وہ بھی ممنوع ہے۔

فصل چہارم

منجملہ ان رسوم کے ڈاڑھی منڈانا، یا کتانا اس طرح کہ ایک مشت سے کم رہ جائے۔ یا مونچھیں بڑہانا جو اس زمانہ میں اکثر نوجوانوں کے خیال میں خوش وضعی سمجھی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ بڑہاؤ ڈاڑھی کو اور کترا و مونچھوں کو۔

روایت کیا اسکو بخاری[1] و مسلم نے حضور نے صیغۂ امر سے دونوں حکم فرمائے۔ اور امر حقیقۃً وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں حکم واجب ہیں۔ اور واجب کا ترک کرنا حرام۔ پس ڈاڑھی کٹانا اور مونچھیں بڑھانا دونوں حرام فعل ہیں۔ اس سے زیادہ دوسری[2] حدیث میں مذکور ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنی لبیں نہ لے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی و نسائی نے جب اسکا گناہ ہونا ثابت ہو گیا تو جو لوگ اسپر اصرار کرتے ہیں۔ اور ڈاڑھی بڑہانے کو عیب سمجھتے ہیں۔ بلکہ ڈاڑھی والوں پر ہنستے ہیں اور اس کو ہجو کرتے ہیں۔ ان سب مجموعہ امور سے ایمان کا سالم رہنا ازبس دشوار ہے۔ ان لوگوں کو واجب ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں اور ایمان و نکاح کی تجدید کریں اور اپنی صورت موافق حکم اللہ و رسول کے بنا دیں۔ اور عقل بھی کہتی ہے کہ ڈاڑھی مردوں کے لئے ایسی ہے جیسے عورتوں کے لئے سر کے بال کہ دونوں باعث زینت ہیں۔ جب

---

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احفوا الشوارب واعفوا اللحیٰ ۱۲ بخاری صفحہ ج ۲ ومسلم۔

[2] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یأخذ من شاربہ فلیس منا ۱۲ ترمذی صفحہ ج ۲ واحمد ونسائی۔

عورتوں کا سر منڈانا بدصورتی میں داخل ہے تو مردوں کا ڈاڑھی منڈانا
خوبصورتی کیسے ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ رواج نے بصیرت پر پردہ ڈالدیا ہے۔
بعض کہتے ہیں کہ صاحب ترک بھی منڈاتے ہیں۔ ہم ان کی تقلید
کرتے ہیں۔ اسکا وہی جواب ہے کہ عام لشکریوں کا فعل جو خلاف شرع ہو
حجت نہیں جو منڈاتا ہے براکرتا ہے۔ خواہ کسی ملک کا رہنے والا ہو۔ بعض لوگ
اپنے کو کم عمر ظاہر کرنے کو منڈاتے ہیں کہ بڑی عمر میں تحصیل کمال کرنا موجب
عار ہے۔ یہ بھی ایک لغو خیال ہے۔ عمر تو ایک خداوندی عطیہ ہے۔ جتنی زیادہ
ہو نعمت ہے اسکا چھپانا بھی ایک قسم کا کفران نعمت ہے اور بڑی عمر میں بھی تو کمال حاصل کرنا زیادہ
کمال کی بات ہے کہ بڑا ہی شوقین ہے جو اس عمر میں بھی کمال دھن میں لگا رہتا ہے اور اگر چند بے عقلوں کے نزدیک
موجب عار ہے تو بہت سے کافروں کے نزدیک مسلمان ہونا موجب عار
ہے۔ نعوذ باللہ کیا اسلام کو بھی جواب دے بیٹھیں گے۔ جیسے کفار کے
عار سمجھنے سے مذہب اسلام کو ترک نہیں کرتے فساق کے عار سمجھنے سے
وضع اسلام کو کیوں عار سمجھا جاوے۔ یہ سب شیطانی خیالات ہیں۔
سخت افسوس یہ ہے کہ بعض طالب علم عربی پڑھنے والے اس
بلا میں مبتلا ہیں۔ ان کی شان میں بجز اس کے کیا کہا جاوے کہ
"چار پائے بروکتابے چند" ان لوگوں پر سب سے زیادہ وبال پڑتا
ہے۔ اول تو اوروں سے زیادہ واقف پھر اوروں کو نصیحت کریں
مسئلے بتائیں۔ خود بد عمل ہوں عالم بے عمل کے حق میں کیا
کیا وعیدیں قرآن و حدیث میں وارد ہیں ——

پھر ان کو دیکھ کر اور جاہل گمراہ ہوتے ہیں ۔ ان کی گمراہی
کا وبال ان ہی کے برابر ان پر پڑتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ جو شخص باعث ہوتا ہے
کسی گناہ کا وہ بھی شریک اس کے وبال کا ہوتا ہے ۔
میرے نزدیک مدرسین و مہتممین مدارس اسلامیہ پر واجب ہے کہ جو طالب علم
ایسی حرکت کرے یا کوئی اور امر خلاف وضع شرعی کرے اگر توبہ کرلے فبہا ورنہ مدرسہ
سے خارج کر دینا چاہیئے ۔ ایسے شخص کو مقتدائے قوم بنانا تمام مخلوق کو تباہ کرنا ہے ؎

بے ادب را علم و فن آموختن　　　دادنِ تیغ است دستِ راہزن

اور یاد رہے کہ نائی کو بھی جائز نہیں کہ کسی کے کہنے سے ایسا خط بنا دے
جو شرعاً ممنوع ہو خواہ ڈاڑھی کا یا سر کا۔ کیونکہ گناہ کی اعانت بھی گناہ ہے۔ اس کو چاہیئے
کہ عذر و انکار کر دے ۔

فصل پنجم

منجملہ ان رسوم کے ڈاڑھی کا سیاہ خضاب کرنا ہے
حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتر کا سینہ ۔ ان
لوگوں کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی ۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد اور نسائی
نے ۔ اور عقل بھی اس فعل کے قبح کو مقتضی ہے ۔ کیونکہ سیاہ خضاب کر کے اپنے بڑھاپے
کو چھپاتا ہے ۔ اور دیکھنے والے کو دھوکہ دیتا ہے ۔ اور فطرت الٰہی کو بدلنا چاہتا ہے اور یہ سب
امور قبیح ہیں ۔ ابوداؤد میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید بال
مت نوچو ۔ پس بلاشک وہ نور ہے مسلمان کا ۔ اور حدیث میں بعض عورتوں پر لعنت آئی

ط قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوم یخضبون بہذا السواد آخر الزمان کحواصل الحمام لا یریحون رائحۃ الجنۃ ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۶ نسائی

ط ۲ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنتفوا الشیب فانہ نور ما من مسلم یشیب شیبۃ فی الاسلام الا کانت لہ نورا یوم القیامۃ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۶

ط ۳ عن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن الواشمات و المستوشمات و المتنمصات و المتفلجات للحسن مغیرات خلق اللہ ۔ ترمذی صفحہ ۱۰۳ ج ۲

آئی ہے جو اپنے بناؤ سنگار کے واسطے اپنی خلقی وضع کو بدلیں۔ اور اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔ المغیرات لخلق اللہ یعنی جو بدلنے والیاں ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرتی بنائی ہوئی ہیئۃ کو سفید بال نوچنے کی ممانعت سے بڑھاپے کو چھپانے کی برائی اور دوسری حدیث سے قدرتی وضع کو بدلنے کی برائی معلوم ہوئی۔ سیاہ خضاب میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ اسلئے عقلاً بھی ممنوع ہوا۔ بعضے لوگ کہتے ہیں کہ وسمہ کا سیاہ خضاب اس سے مستثنیٰ ہے کہ حدیث میں مہندی اور نیل کے خضاب کی اجازت آئی ہے۔ اور مہندی اور نیل سے سیاہ ہو جاتا ہے۔ مگر یہ امر لازم نہیں کیونکہ مہندی اور نیل کی ترکیبیں مختلف ہیں۔ بعض اہل تجربہ کا قول ہے کہ اگر دونوں کو مخلوط کر لیں تو رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ اور اگر دونوں کو جدا جدا لگا دیں تو سرخ ہوتا ہے۔ بعض سے سیاہی ہوتی ہے۔ بعض سے نہیں ہوتی جب حدیث میں سیاہ خضاب سے مطلقاً ممانعت آئی ہے تو حنا اور نیل کا خضاب اسی ترکیب سے جائز ہو گا جس میں سیاہی نہ آوے جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور سیاہ خضاب کے ممنوع ہونے کی جو علت ہے وہ تو وسمہ اور غیر وسمہ میں برابر ہے۔ علت کے اشتراک سے حکم کا اشتراک ضروری ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ خضاب وہ ممنوع ہے جس میں نیل گونی ہو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبوتر کے سینہ سے تشبیہ دی ہے اور کبوتر کا سینہ اسی رنگ کا ہوتا ہے۔ اور جو بالکل سیاہ ہو تو جائز ہے۔ اس تقریر پر سخت تعجب ہوتا ہے تشبیہ سے تو استدلال کیا۔ حالانکہ تشبیہ میں ادنیٰ مشارکت بھی کافی ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ گہرے رنگ ہونے میں تشبیہ دی ہو یا مطلق سیاہی میں ہو۔ اگرچہ اوصاف سیاہی کے متفاوت ہوں۔ محاورات میں برابر اس قسم کی تشبیہات استعمال کی جاتی ہے۔ اور حدیث میں جو لفظ "سواد" تصریحاً موجود ہے اس پر نظر نہ کی، اور بلا ضرورت تاویل کی۔ غرض سواد میں تاویل کرنے تشبیہ میں توجیہ کرنا زیادہ اقرب ہے۔ جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔

دوسری علت ممانعت کی جو اوپر مذکور ہوئی سیاہی میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ اور نیلگونی میں کم تو تعجب ہے کہ جس میں علت ادنیٰ درجہ کی پائی جائے وہ ممنوع ہو، اور جس میں اعلیٰ طریق پر پائی جائے وہ جائز ہو پھر یہ کہ ہم نہیں تسلیم کرتے کہ کبوتر کا سینہ نیلگوں ہی ہوتا ہے بعض کبوتر کا سینہ نہایت گہرا سیاہ ہوتا ہے۔ غرض کوئی دلیل قوی اس کے جواز کی نہیں پائی گئی۔ اگر کسی کو زیادہ تحقیق ہو حسبۃً اللہ وہ اس رسالہ کے حاشیہ پر ثبت فرمائیں۔

البتہ اعدائے دین کے مقابلہ کے وقت بغرض ہیبت دلانے کے فقہائے نے جائز کہا ہے۔ سو ممکن ہے کہ آیت تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ اور حدیث اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ کے عموم میں اسکو داخل کرلیا جائے۔

بعض لوگ امام ابو یوسفؒ کی روایت کو پیش کرتے ہیں۔ سو بشرط ثبوت اس روایت کے اور ان کے رجوع نہ کرنے جواب یہ ہے۔ کہ رسم المفتی میں یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ صاحبین میں اگر اختلاف ہو تو جس کے ساتھ امام اعظمؒ ہوں گے ہیں قول پر فتویٰ ہوگا۔ خصوصاً جبکہ وہ قول دلیل صریح صحیح سے مؤید بھی ہوا۔ اس لئے امام ابی یوسفؒ کے قول پر عمل کرنا خلاف اصول مقررہ مذہب حنفی ہے، اور بوجہ موجود ہونے دلیل صحیح صریح کے خلاف دیانت بھی ہے البتہ اور رنگوں کا خضاب جائز ہے کہ اس میں اخفا پیری کا نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قول میں کچھ مناسب تاویل کر لینا چاہئے جس سے مخالفت نص کا شبہ نہ رہے۔

اور تاویل یہ ہے کہ مراد ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی سیاہی سے تھوڑا اور غیر گہرا سیاہ ہے جس سے سرخی بھی پائی جاتی ہے ۱۲

فصل ششم

منجملہ ان رسوم کے ڈاڑھی چڑھانا ہے یہ بھی حرام ہے۔ بخاری وسلم کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "اعفوا اللحیٰ" وارد ہے جس کے معنی ہیں چھوڑ دو۔ اور لٹکاؤ ڈاڑھی۔ چونکہ امر حقیقۃً وجوب کیلئے ہوتا ہے۔ پس نیچے کو چھوڑنا ڈاڑھی کا واجب ہوا۔ اور اس واجب کا ترک کرنا حرام ہوا۔ ظاہر ہے کہ ڈاڑھی چڑھانے میں اس واجب کا ترک لازم آتا ہے۔ اسلئے وہ حرام ہوا۔

اور ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رویفعؓ سے فرمایا کہ شاید میرے بعد تمہاری عمر زیادہ ہو تو لوگوں کو خبر دینا کہ جو شخص ڈاڑھی میں گرہ لگا وے اور فلاں فلاں کام کرے پس بلا شک محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں گرہ لگانے میں بھی ڈاڑھی اپنی اصلی ہیئت سے بدلتی ہے۔ اور اس میں بل پڑتا ہے جہاں یہ امر پایا جاوے گا وعید مطلق ہو گی ڈاڑھی چڑھانے میں ہیئت کا بدلنا اور اس میں بل پڑنا ظاہر ہے۔ عقلاً بھی غور کیا جاوے تو وہ ہیئۃ تکبر و تجبر کی ہے تکبر اور اس کی ہیئتوں کا حرام ہونا قرآن و حدیث میں منصوص ہے۔ بہرحال عقلاً و نقلاً یہ عادت مذموم ہے۔

اس سے توبہ کرنا واجب ہے۔

فصل ہفتم

منجملہ ان رسوم کے سر بیچ میں سے کھلوانا۔ یا آگے سے بال لینا جس کو عربی میں قزع کہتے ہیں۔ خود حدیث میں اس کی تفسیر آئی ہے کہ کہیں سے سر منڈا دیا جاوے اور کہیں سے چھوڑ دیا جاوے ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قزع سے ممانعت فرماتے ہیں۔ بعضے یوں سمجھتے ہیں کہ بڑوں کیلئے بیشک ممنوع ہے مگر بچوں کے لئے کیا حرج ہے۔ وہ غیر مکلف ہیں۔ یہ خیال بالکل باطل ہے اگر بچے غیر مکلف ہیں تو وہ گنہگار نہ ہوں گے مگر ان کے بزرگ تو غیر مکلف نہیں ان کو گناہ ہوگا۔ کہ بچوں کا ایسا سر کیوں بنوایا۔

اور حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ اسکا کچھ سر منڈا ہے اور کچھ رہ گیا ہے۔ آپ نے ان لوگوں کو منع فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ یا تو سب منڈاؤ یا سب رہنے دو۔ روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو خود اس فعل کا مذموم ہونا۔ دوسرے آپ نے بچہ سمجھکر خاموشی نہیں اختیار فرمائی۔ بلکہ اس کے والی وارثوں کو منع فرمایا۔ جس سے

ثابت ہوا کہ بچوں کے لئے بھی اجازت نہیں۔

فصل ہشتم

ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا لنگی پہننا، یا بہت لمبی آستینیں بنانا، یا بہت لمبا شملہ چھوڑنا۔ حدیث بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نظر رحمت نہ فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف جو اپنی ازار کو اترانے کی راہ سے نیچے لٹکا دے۔

دوسری حدیث میں اس لٹکانے کی حد آئی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ازار ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری نے۔

تیسری حدیث میں دوسرے لباسوں میں بھی اسکا حرام ہونا مذکور ہے۔ ارشاد فرمایا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اسبال یعنی دراز کرنا اور حد سے بڑھانا ازار میں بھی ہوتا ہے اور کرتہ میں بھی۔ اور عمامہ میں بھی۔ جو شخص ان میں سے کسی لباس کو تکبر کی راہ سے حد سے زیادہ بڑھائے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہ کریں گے قیامت کے روز روایت کیا اس کو ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور اسی کی مؤید ایک اور حدیث ہے جس میں ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے کپڑے کو اترا کر بڑھا دے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینظر اللہ یوم القیمۃ الی من جر ازارہ بطرا رواہ البخاری ج ۲ ص [illegible]

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اسفل من الکعبین من الازار ففی النار رواہ البخاری ج ۲ ص [illegible]

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاسبال فی الازار والقمیص والعمامۃ من جر منها شیئا خیلاء لا ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ [illegible]

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جر ثوبہ من مخیلۃ لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ بخاری ج ۲ ص [illegible]

قیامت کے روز نظر رحمت نہ فرماویں گے۔ روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے اس میں مطلقاً کپڑے کو فرمایا جس میں تمام کپڑے آگئے۔ جیسے ازار کے بڑھانے کی حد تو حدیث میں آگئی ہے۔ اور دوسری پوششوں کی نسبت علما محققین نے فرمایا ہے۔ کہ آستین کا انگلیوں سے آگے بڑھانا اور شملہ کا نصف کمر سے نیچے ہونا یہ سب اسبال ممنوع ہے بعض کج فہم یوں کہتے ہیں کہ حدیث میں تو اس کی ممانعت آئی ہے جو براہ تکبر ہو۔ ہم تو تکبر نہیں کرتے۔ اسی لئے ہمارے لئے جائز ہے۔ سو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ اول تو یہ کہنا غلط ہے کہ ہم تکبر سے نہیں کرتے۔ اچھا پھر کیوں کرتے ہیں۔ وضع مسنون کیوں اختیار نہیں کرتے ہو اس کے اختیار کرنے میں دل کیوں تنگ ہوتا ہے۔ اونچے پائچوں کو حقیر کیوں جانتے ہو۔ اگر یہ تکبر نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسرے یہ کہ حدیث میں جو تکبر کی قید آئی ہے یہ کیا ضرور ہے کہ قید احترازی ہو ممکن ہے کہ قید واقعی ہو۔ چونکہ اکثر لوگ اسی قصد سے کرتے ہیں۔ اس لئے آپ نے یہ قید ذکر فرمائی اور ممنوع ویسے بھی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں ہے جو شروع فصل ہذا میں لکھی گئی ہے جسمیں ٹخنوں کی حد کا ذکر ہے۔ اسمیں یہ قید تکبر کی مذکور نہیں مطلقاً ارشاد ہوا ہے جس سے ثابت ہوا کہ خواہ تکبر ہو یا نہ ہو ہر حال میں ممنوع ہے۔ ہاں تکبر میں ایک گناہ تکبر کا اور ملکر معصیت شدید ہو جاوے گی۔ یہ دوسری بات ہے اور بلا تکبر ایک ہی معصیت رہے گی۔ مگر رہے گی تو سہی۔ براءت[1] اور جواز کی

[1] براءت بیزاری

صورت نہ نکلی۔

اگر کوئی کہے کہ ہم مطلق کو بھی اسی مقید پر محمول کرلیں گے تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ امر اصول فقہ حنفی میں بدلیل ثابت ہوچکا ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر رہا کرتا ہے۔ غرض کوئی گنجائش جواز کی نہیں بعض لوگ تقوی جتلانے کو نماز میں اوپر کرلیتے ہیں۔ سو نماز سے خارج بھی تو گناہ سے بچنا واجب ہے اس حیلہ سے کیا ہوتا ہے۔

بعض لوگ پائنچے تو لمبے بناتے ہیں مگر بوتام ٹخنوں سے اونچے لگا لیتے ہیں کہ ٹخنوں سے اوپر چوڑیاں پڑی رہتی ہیں۔ یا رکھو کہ اصل گناہ تو کپڑا برباد کرنے کا ہے۔ خواہ ٹخنے ڈھکیں یا کھلے رہیں۔ اس سے کیا بچاؤ ہوا۔ اور یاد رہے کہ درزی کو بھی ایسا کپڑا سینا جائز نہیں۔ کیونکہ گناہ کی اعانت گناہ ہے۔ صاف انکار کر دینا چاہئے۔ کچھ رزق ایسے ہی کپڑے سینے پر منحصر نہیں ہے۔

فصل نہم

منجملہ ان رسوم کے گھر میں تصویروں کا لگانا اور بلا ضرورت کتوں کا رکھنا ہے۔ حدیث میں ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ نہیں داخل ہوتے فرشتے (رحمت کے) جس گھر میں کتا یا تصویر ہو۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔

ملا بوتام میں ۱۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ مسلم ج ۲ ص ۲۰۰

اور حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ
عذاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصویر بنانے والے کو ہوگا اور حدیث میں ہے
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص بجز ان تین غرض کے کتا
پالے (۱) مویشی کی حفاظت (۲) شکار (۳) کھیت کی حفاظت اس کے ثواب میں
سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہیگا۔ روایت کیا اسکو مسلم بخاری نے دوسری
حدیث میں اس عالم کی قیراط کی مقدار پہاڑ احد کی برابر آئی ہے۔ ان حدیثوں
سے تصویر بنانا تصویر رکھنا۔ بلا ضرورت کتا پالنا سب حرام ہونا ثابت
ہوگیا۔ اس زمانہ میں تہذیب جدید کے لوازم میں سے یہ دونوں امر ہوگئے
تصویر جزو مکان اور کتا داخل اہل وعیال سمجھا جاتا ہے۔ ذرا بھی دل کو انقباض
اور روک نہیں بیدھڑک دونوں چیزیں برتی جاتی ہیں بعض لوگوں
پر اس قدر عقل پرستی کا غلبہ ہے کہ کہتے کہ اوصاف حمیدہ بیان کرکے
وجہ ممانعت دریافت کرتے ہیں۔ گویا درپردہ نعوذ باللہ حکم شرعی کے عبث
اور لغو ہونے کے مدعی ہیں۔ اگر سچ مچ ان لوگوں کے دلوں میں ایسا ہی خیال
ہے تو تجدید ایمان بھی ضروری ہے۔ مسلمان بننے کے بعد احکام شرعیہ کی
علت ڈھونڈنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حکام مجازی کے بہت قوانین
و احکام کی علت ہماری سمجھ میں نہیں آتی اور پھر چون وچرا ان کو مانتے ہیں
تو حاکم حقیقی کے احکام میں کیوں چون وچرا کی جاوے۔ اگر کوئی کہے کہ
ہمارا دین تو عقل کے موافق ہے تو اس کا جواب یہ ہے عقل کے موافق ضرور ہے
مگر ہر عقل کی رسائی تو وہاں تک ضرور نہیں۔ مثلاً بہت سی چیزیں جس طرح سے

ے انقباض سے رکاوٹ

سے دریافت کرنے کے قابل ہیں مگر اندھوں کو تو ادراک نہیں ہو سکتا یہ عقل
دلی کا کام ہے کہ علت احکام کو سمجھ لیں یہ عقل انبیاء اور اولیاء کاملین و علماء
راسخین کو عطا ہوئی ہے ۔ عوام کی عقل میں اس قدر قوت نہیں اور کوئی ڈگری
یا پاس حاصل کر لینے سے زمرہ عوام سے خارج نہیں ہو جاتا پھر یہ کہ مراد اس
سے دین کے اصول ہیں کہ وہ عقلی ہیں ۔ یعنی جو قرآن و حدیث کو کبھی نہ مانتا
اس کو توحید و رسالت کی تعلیم دلیل عقلی سے ممکن ہے ۔ رہ گئے فروع مثلاً
فلاں چیز حرام کیوں ہے ۔ فلاں چیز حلال کیوں ہے اس کا عقلی ہونا بایں معنی
ضروری نہیں بلکہ اس میں دلیل شرعی سے مان لینا چاہیئے ۔ اور عقل کے موافق بھی
یہی بات ہے کہ حاکم کو حاکم ماننے کے لئے جتنی حجتیں چاہیں کر لیجائیں جب حاکم ہونا
تسلیم کر لیا پھر اس کے ہر حکم میں حجتیں کرنا صریح بغاوت ہے میں خیر خواہی سے
عرض کرتا ہوں کہ ہر حکم کی علت ڈھونڈھنا اور اس کے تسلیم میں علت کا انتظار
کرنا بالکل الحاد کا پھاٹک ہے ۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ۔ غرض حکم شرعی کو
بلا نزاع مان لینا واجب ہے ۔ ہاں ماننے کے بعد تحقیق حکمت کے لئے بطور استفادہ
کے اگر غور کیا جاوے ۔ تو وجہ بھی نکل آتی ہے چنانچہ راقم ایک مرتبہ ریل میں
سفر کر رہا تھا ایک نوجوان کتا لئے ہوئے سوار تھے ۔ اور انہوں نے کتے
کے کمالات بیان کر کے یہی سوال کیا میں نے عرض کیا کہ جناب بیشک
کتے میں یہ کمالات ہیں ۔ مگر اس میں ایک عیب بھی ایسا سخت ہے جس نے
تمام کمالات پر خاک ڈالدی اس لئے شرعاً خبیث قرار پایا پوچھنے لگے
وہ کیا ہے ۔ میں نے عرض کیا اس میں قومی ہمدردی نہیں ہے اپنے ہمجنس کو

کو دیکھکر اس کی کیفیت جو ہوتی ہے سب کو معلوم ہے چونکہ جواب صحیح تھا اور رعائیت کے مذاق کے موافق بھی تھا بس دم بخود ہو گئے بلکہ خوش ہو کر موافقت بھی کرلی۔ بعض لوگ زبردستی کی ضرورتیں تراش لیتے ہیں کہ ہم نے حفاظت مکان کے لئے پالا ہے صاحب اللہ تعالیٰ الارادہ اور نیت کو دیکھتے ہیں۔ جب خاص قصد تفریح سے پالتے ہیں تو ایسی تصنعی ضرورت سے اجازت نہیں ہو سکتی۔ پھر یہ کہ کتے سے حفاظت تو وہ کرائے جس کے پاس نوکر دربان پہرہ دار نہ ہو۔ جب ماشاء اللہ ایک ایک کام کیلئے متعدد نوکر ہیں تو کتوں کی کون ضرورت رہگئی اسی طرح شکار کا پورا سامان بندوق چھرہ جسکو میسر ہو وہ کتے کیوں پالے۔ اسی طرح بعض لوگ تصویر کے مقدمہ میں معارضہ کرتے ہیں۔ ہم پوری تصویر نہیں بناتے اور نہیں رکھتے بلکہ صرف گردن تک ہوتی ہے۔ اور جب تصویر میں عضو کم ہو جائے جس کے بغیر حیات ممکن نہیں تو ایسی تصویر جائز ہوتی ہے۔ ان حضرات نے بھی ناحق دخل در معقولات دیا اصل یہ ہے کہ عضو کے کم ہو جانے سے حرمت اس لئے نہیں رہتی کہ وہ تصویر نہیں معلوم ہوتی بلکہ جھاڑ یا درخت وغیرہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ اور چہرہ تو تمام تصویر کی ناک ہے جب یہ باقی ہے بس پوری تصویر کے قائم مقام ہے اور ہرگز اس کی اجازت نہیں ہو سکتی بعض لوگ مانعین پر اعتراضاً کہتے ہیں کہ صاحب تم روپیہ گھر میں کیوں رکھتے ہو اس میں بھی تو تصویر ہے یہ طعن بھی نہایت بیجا ہے۔ بات یہ ہے کہ روپیہ تو صرف ایک ضرورت کی چیز ہے ضرورت میں تنگی کم ہو جاتی ہے اور یہ لوگ محض

زینت وآرائش کے شوق میں تصویر لگاتے ہیں۔ کجا یہ کجا وہ بعض لوگ فوٹو کو حرمت تصویر سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں کہ اس میں خود تصویر اتر آتی ہے۔ کوئی بناتا نہیں ماشاء اللہ کیا غضب کا اجتہاد ہے اس کا سامان جمع کرنا صاحب تصویر کے روبرو اس کا رکھنا یہ تصویر کشی نہیں تو کیا ہے۔

فصل دہم

منجملہ ان رسوم کے غیر مذہب والوں کی وضع بنانا ہے لباس میں یا طرز نشست و برخاست میں یا خورونوش میں یا کسی اور امر میں حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مشابہت اختیار کرے کسی قوم کے ساتھ پس وہ انہیں میں سے ہے۔ روایت کیا اس کو اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رض سے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بدن پر دو کپڑے کسم کے رنگے ہوئے ملاحظہ فرمائے پس ارشاد فرمایا کہ بیشک یہ کپڑے کافروں کے ہیں ان کو مت پہنو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ حضرت ابی ریحانہ رض سے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کو منع فرمایا منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ فرمایا کوئی اپنے کندھے پر حریر کا ٹکڑا لگانے لگے مثل اہل عجم کے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ اور حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہود ونصاریٰ خضاب نہیں کرتے تم ان کی مخالفت کرو اور روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے

اور اس باب میں اس کثرت سے حدیثیں آئی ہیں کہ حصر دشوار ہے ان سب حدیثوں سے صاف تشبیہ بالکفار کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے ایک حدیث میں لباس کی مشابہت کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں بال رنگنے نہ رنگنے کا حال مذکور ہے۔ ایک میں مطلق تشبیہ ممنوع ہے جو اپنے اطلاق کی وجہ سے تمام امور کو شامل ہے اس زمانہ میں بعض لوگوں کے دل کو یہ بات ہرگز نہیں لگتی کوئی صاحب تو حدیثوں ہی کا انکار فرماتے ہیں کہ حدیث کا اعتبار ہی نہیں غضب ہے ظلم ہے جس کا علم ایک ایک ٹکڑا مولف سے بلکہ اس وقت کے راوی سے بیکر جناب رسول مقبول صلعم تک بسند متصل وصحیح ثابت ہو ہر زمانہ میں ایک ایک راوی کے حالات ولادت وفات وسفر شیوخ وتلامذہ وکیفیت تدین وصدق وقوت حافظہ وصحت عقیدہ وغیرہ سے کھود کرید ہوتی رہی ہو اور ذرا بھی کسی بات میں فرق یا شبہ ہوا فوراً اس کو ترک کر دیا گیا ہو جو فن اس تنقید وتحقیق سے مدون ہوا ہو اس کا تو اعتبار نہ ہو اور تاریخ جس میں ہزاروں رطب ویابس بھرے ہوں مورخ کی قیاسات قرار پاگئے ہوں مورخین میں اس شدت وکثرت سے اختلاف ہو کہ تطبیق کی صورت ہی نہ بن سکے ان لوگوں کا ایماندار اور سچا ہونا نہ محدثین کی برابر قوت حافظہ کا ہونا ثابت ہوا ہو اس کا ہر ہر جز گویا جزو ایمان سمجھا جاوے اس بے انصافی کی کوئی حد بھی ہے بعض صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث تشبہ کی ضعیف ہے اللہ اکبر جن صاحبوں کو اتنی خبر نہ ہو کہ حدیث ضعیف کیا ہے وہ حدیث پر نقد

کا حکم لگائیں اچھا مانا جب ایک حدیث ضعیف ہی سہی مگر یہ بیشمار حدیثیں کیا سب
بلا دلیل ضعیف مان لی جاویں گی پھر یہ مسئلہ تو قرآن مجید سے بھی ثابت
ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یاایہاالذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافہ
و قال اللہ تعالیٰ یاایہاالذین آمنوا لاتکونوا کالذین کفروا
ان کی تفسیر اور شان نزول تو ذرا تحقیق فرمایئے اور خود حکم کافر کو جو
تشبہ کے لئے ہے ملاحظہ فرمایئے تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید سے یہ مسئلہ ثابت
ہے پھر کیا قرآن مجید کو بھی ضعیف کہہ دیا جاوے گا۔ خدا خیر کرے بعض لوگ
عقلی شبہات اس میں پیدا کرتے ہیں کہ صاحب اگر تشبہ حرام ہے
تو کھانا بھی مت کھاؤ۔ چہرہ پر سے ناک بھی اڑا دو کیونکہ دوسری قوموں
کے ساتھ اس میں بھی شرکت ہے۔ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی
شخص زنا کے حرام ہونے پر یہ شبہ کرے کہ صاحب اگر یہ حرام ہے۔ تو
نکاح میں بھی جو صحبت ہوتی ہے وہ بھی حرام ہونا چاہیئے۔ کیونکہ صورت
فعل میں تو دونوں کو شرکت ہے۔ بات یہ ہے کہ جس فن میں آدمی کو دخل
نہ ہو اس میں گفتگو کر کے کیوں بے فائدہ اپنی بیقدری ظاہر کرے یہ مسئلہ
شرعی ہے اہل شرع سے اس کی تحقیق کرنا چاہیئے کہ تشبہ حرام کیوں ہے
اس کو سمجھ کر پھر جو کچھ کہنا ہو کہے سو اس کی تحقیق یہ ہے کہ جو امر خود مذموم و ممنوع
ہو اس میں تو تشبہ مطلقاً حرام ہے۔ مثلاً پتلون میں جس میں ٹخنے ڈھکے
ہوں اگر اس میں تشبہ سے بھی قطع نظر کیجاوے تو بوجہ ٹخنے ڈھک جانے
کے یہ ممنوع ہے جیسا اوپر حدیث آچکی اور اب چونکہ اس میں تشبہ

بھی ہے مضاعف گناہ ہوجاویگا اور اگر وہ فعل فی نفسہ غیر مذموم اور مباح ہے۔ تو اگر بقصد تشبہ اس کو کیا جاوے یا کسی قوم کا عرفاً خاصہ ہو تو بھی ناجائز ہوگا۔ اور اگر خود وہ فعل حلال ہے اور قصد تشبہ کا نہیں ہو نہ کسی قوم کا خاصہ ہے تو درست ہے۔ قواعد و احکام شرعیہ کو ٹٹولنے سے اس قاعدہ کی تصدیق ہوسکتی ہے۔ اب ناک کاٹنے اور کھانا چھوڑنے کا شبہ بالکل دفع ہوگیا اور جس جس تشبہ حرام میں لوگ مبتلا ہو رہے ہیں نظر انصاف سے سب کا حال معلوم ہوگیا اول تو جن چیزوں میں مشابہت اختیار کر رکھی ہے۔ وہ ایک قوم کا عرفاً خاصہ ہے یہی وجہ ہے کہ اپنے اہل وطن کو اس وضع میں دیکھکر جمہور خلائق کو وحشت ہوتی ہے اور خاصہ کا ممنوع ہونا اوپر گذر ہی چکا ہے اور اگر کھینچ تان کر کوئی شخص ان اوضاع کو خاصہ کے افراد سے نکال کر تمام ملک اور تمام قوموں میں عام و شائع قرار دے گو یہ دعویٰ غلط ہے ان اوضاع میں ایسا عموم و شیوع نہیں کہ عرفاً اس قوم کا خاصہ نہ سمجھا جائے جو لوگ کسی حکومت پر ہیں یا اس قسم کی صحبت زیادہ رہتی ہے بجز ان کے تمام ملک اور تمام قوم اپنی پرانی وضع لئے ہوئے ہیں اور اگر فرضاً تسلیم بھی کرلیا جاوے تو خاصہ نہ سہی مگر جو شخص اس وضع کو اختیار کرتا ہے تو اس کا قصد تو تشبہ ہی کا ہوتا ہے۔ چنانچہ اکثر اوقات بے ساختہ اقرار بھی کر لیتے ہیں کہ صاحب اس وضع سے لوگوں کی نظر میں وقعت اور ان پر ہیبت ہوتی ہے کیونکہ اہل حکومت کی وضع ہے اس مصلحت سے یہ وضع اختیار کی گئی ہے غرض اقرار بھی ہے اور قرائن قویہ سے بھی یہ یقینی ہے کہ جب قصد تشبہ کا ہوا

حرام ہوگیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمنے ٹوپی ٹرکی پہن لی ہے اب تو تشبہ نہیں
رہا اول تو وہ ٹرکی ٹوپی بھی ہمارے ملک میں نیچریوں کا شعار ٹھہر گیا ہے اس کا
پہننا کون تعریف کا کام کیا پھر یہ کہ اگر ٹوپی بدلدی تو جبہ ٹوپی میں مشابہت
نہیں رہی۔ ایک گناہ ہلکا ہوا باقی جتنے عددوں میں تشبہ ہے اتنے گناہ اس
پر رہے اس میں برأت کی صورت کیا نکلی اس طرح کہ اور بھی بہت شبہات
پیش کیا کرتے ہیں۔ جن کا جواب اصول مذکورہ کی تحقیق کے بعد ہر شخص سمجھ
لیگا۔ اب دو دلیلیں ان حضرات کے مزاج کے موافق عرض کرتا ہوں ایک
نقلی جو ان کے نزدیک بھی مسلم ہے دوسری عقلی جو بوجہ غلبۂ عقل پرستی
کے اس سے زیادہ تسلیم کے قابل ہوگی نقلی دلیل وہ جملہ ہے جس کو اپنے ہر
لیکچر میں اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کے ضمن میں فرمایا جاتا ہے لا رہبانیۃ
فی الاسلام۔ حد متوسط سے زیادہ اپنے نفس پر تشدد کرنے کی نہی اور نفی
لفظ رہبانیۃ سے کیوں فرمائی گئی رہبانیۃ کے کیا معنی ہیں لفظ رہب
سے بنایا گیا ہے یا نہیں۔ اور راہب کسکو کہتے ہیں درویش نصرانی
کو کہتے ہیں یا نہیں۔ اگر یوں فرمادیتے اپنے نفس پر زیادہ تشدد مت
کرو جب بھی تو مطلب حاصل ہوجاتا۔

یہ کیوں فرمایا کہ اسلام میں راہب بننے کی اجازت نہیں اس
سے صاف معلوم ہوا کہ غلو اور تشدد کے مذموم ہونیکی علت بتلانا
منظور ہے کہ اس میں راہبوں کی مشابہت ہوتی ہے تو مسلمان ہوکر
کیوں راہب بنتے ہو۔ اب بتلایئے تشبہ کا حرام و مذموم ہونا

ثابت ہوا یا نہیں۔
دلیل عقلی یہ ہے کہ اگر کسی صاحب سے جو مسئلہ تشبہ میں الجھ رہے ہوں محلی بالطبع ہونیکے وقت مجمع عام میں ایک زنانہ جوڑا پیش کر کے عرض کیا جائے کہ اس کو زیب بدن فرمالیجئے تو یقین ہے کہ اگر ان کا قابو چلے تو مدعی کی جان تک لینے میں دریغ نہ فرماویں کیونکہ صاحب تشبہ کا مسئلہ اگر کوئی با وقعت نہیں تو اس مقام پر عورت کیساتھ تشبہ کے استدعا کرنے سے کیوں اسقدر غیظ وغضب نازل ہوا جب ایک مسلمان کیساتھ تشبہ ہونیسے تھوڑے فرق کیوجہ سے یہ ناگواری ہے تو کافروں کیساتھ تشبہ کرنے سے تو بوجہ اختلاف دین زیادہ عیرت ہونی چاہیئے اور واضح رہے کہ حکمی وردی اس حکم سے مستثنیٰ ہے کہ وہ شعار منصب کا ہے اس کو تشبہ سے کوئی علاقہ نہیں

دوسرا باب

ان رسوم میں جنکو عوام مباح سمجھتے ہیں اور اس میں بھی چند فصلیں ہیں!!

فصل اول: منجملہ ان رسوم کے شادی کی اکثر بلکہ تمام رسمیں ہیں جو دنیا میں آنے کے وقت سے اپنے اصلی وطن کی روانگی تک عمل میں لائی جاتی ہیں اور جو بڑے بڑے ثقہ اور عاقل لوگوں میں طوفان عام کی طرح پھیل رہی

ہیں۔ اور جن کی نسبت لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں گناہ کی کونسی بات ہوتی ہے مرد یا عورتیں جمع ہوتی ہیں کچھ کھلانا پلانا ہوتا ہے کچھ دینا دلانا ہوتا ہے کوئی ناچ رنگ نہیں پھر اس میں شرع کیخلاف ہی کیا ہے۔ جس سے روکا جائے
حضرات اس غلط گمان کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ رواج عام نے قوت نظریہ کو ضعیف کر دیا چند امور جو ظاہراً مباح ہیں ان کو دیکھ لیا اور جو ان کے اندر پنہانی اندرونی مفاسد اور خرابیاں ہیں وہاں تک نظر نہ پہونچ سکی جیسا کوئی نادان بچہ مٹھائی کا ذائقہ و رنگ دیکھکر سمجھتا ہے کہ یہ تو بڑی اچھی چیز ہے اور ان مضرتوں پر نظر نہیں کرتا جو اس میں مخفی ہیں اور جن کو ماں باپ سمجھتے ہیں۔ اور اس لئے روکتے ہیں۔ اور وہ ان خیر خواہوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہے حالانکہ ان رسوم میں جو خرابیاں ہیں وہ زیادہ پوشیدہ اور مخفی نہیں ہیں۔ بلکہ اکثر لوگ ان خرابیوں کے مضر اور ان کی وجہ سے پریشان ہیں مگر مرگ انبوہ کے طور پر سب خوشی خوشی اُن کو کرتے ہیں اور ناصح سے منقبض ہوتے ہیں سو ان میں سے ایک رسم اولاد کے پیدا ہونے کے وقت کی ہے۔ جس میں یہ مفاسد ہوتے ہیں
(۱) یہ ضروریات سے سمجھا جاتا ہے کہ حتی الامکان پہلا بچہ باپ کے گھر ہونا چاہیئے۔ جس میں بعض اوقات جب وہ عورت سسرال میں موجود ہو قریب زمانہ میں باپ کے گھر بھیجنے کی پابندی میں یہ بھی تمیز نہیں رہتی کہ آیا یہ سفر کے قابل بھی ہے یا نہیں۔ جس سے بعض اوقات کوئی بیماری لگ جاتی ہے حمل کو نقصان پہنچتا ہے۔ مزاج میں ایسا تغیر واقع ہوتا ہے کہ اس کو اور بچہ کو مدت تک بھگتنا پڑتا ہے۔ بلکہ اہل تجربہ کا قول ہے کہ اکثر بیماریاں بچوں کو زمانہ حمل کی بد احتیاطیوں سے ہوتی ہیں غرض دو جانوں کا اس میں نقصان پیش آتا ہے پھر یہ کہ ایک امر غیر ضروری کی اس قدر

پابندی کہ کسی طرح ٹلنے نہ پاوے اپنی طرف سے ایک جدید شریعت تصنیف کرنا ہے بالخصوص جبکہ اس کے ساتھ یہ عقیدہ ہو کہ اس کے خلاف کرنے سے کوئی نحوست ہوگی یا بیماری یا بدنامی ہوگی۔ اعتقاد نحوست تو شعبہ شرک کا ہے کہ غیر اللہ کو نافع یا ضار سمجھا اس واسطے حدیث میں اس کی صاف نفی آئی ہے کہ بدشگونی کوئی چیز نہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ ٹوٹکا شرک ہے اور بدنامی کا اندیشہ یہ شعبہ تکبر کا ہے جسکا حرام ہونا قرآن و حدیث میں منصوص ہے۔ اور اکثر خرابیاں اور پریشانیاں اسی ننگ و ناموس کی بدولت طوق گلو ہوگئی ہیں۔

(۲) بعض جگہ قبل پیدائش چھاج یا چھلنی میں کچھ اناج اور سوا پیسہ مشکل کشا کے نام کا رکھا جاتا ہے۔ یہ صریح شرک ہے۔

(۳) بعد پیدائش کے گھر والے کے ساتھ کنبہ کی عورتیں بھی بطور نوتہ کے کچھ جمع کرکے دائی کو دیتی ہیں اور ہاتھ میں نہیں دیتیں بلکہ ٹھیکری میں ڈال دیتی ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے یہ کونسا طریقہ دینے کا معقول ہے کہ ہاتھ چھوڑ کر ٹھیکری میں ڈال دیا جائے اور ٹھیکری میں نہ ڈالیں ہاتھ میں دیں تب بھی غور کرنے کی بات ہے کہ ان دینے والوں کا مقصود اور نیت کیا ہے۔ جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی ہوگی اس وقت کی تو خبر نہیں کہ کیا مصلحت ہو شاید بوجہ مسرت طبعی کے ہو کہ سب عزیزوں کا دل خوش ہوا بطور انعام کے سب نے کچھ کچھ دیدیا مگر اب تو یقینی بات ہے کہ خواہ مسرت ہو یا نہ ہو ضرور دینا

ہوتا ہے۔ بعض عورتیں کنبہ کی نہایت مفلس اور نادار ہیں مگر باصرار
ان کو بلایا جاتا ہے اگر نہ جاویں تو تمام عمر شکایت گائی جاتی ہے اور اگر جاویں
تو کچھ نہ کچھ جوڑی کا انتظام کر کے لیجاویں نہیں تو بیبیوں میں سخت ذلت
وشرمندگی ہے۔ غرض جاؤ اور جبراً قہراً دو بکرآؤ کیسا صریح ظلم ہے کہ گھر
بلا کر لوٹا جاوے بجائے مسرت کے بعضوں کو پورا جبر گذرتا ہے۔ مگر یہ امکان
نہیں کہ یہ ٹیکس نہ ادا کیا جاوے۔ سرکاری مالگذاری میں اکثر مہینوں کی
دیر ہو جاتی ہے مگر اس میں ایک منٹ کا توقف نہیں ہوتا بلکہ میعاد
سے پہلے مہیا کر لینا واجب ہے۔ فرمائیے کہ اس طرح اور اس نیت
سے مال کا خرچ کرنا یا لینے والوں کو یا گھروالوں کو اس لینے دینے کا باعث
بننا کہاں جائز ہے۔ کیونکہ دینے والے کی نیت تو محض تعزز و ترفع ہے
جس کی نسبت حدیث میں[عـه ۱] آیا ہے کہ جو شخص شہرت کا کپڑا اپنے قیامت کے روز
میں اللہ تعالیٰ اسکو ذلت کا لباس پہنا دیں گے۔ یعنی جو کپڑا خاص شہرت
کی نیت سے پہنا جاوے۔ معلوم ہوا کہ کوئی کام شہرت کی غرض
سے کرنا جائز نہیں۔ یہاں تو خاص یہی نیت ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کہیں
گے کہ فلاں نے یہ دیا ورنہ مطعون کرینگے کہ ایسے آنے کی کیا ضرورت
تھی دینے والی کو تو یہ گناہ اب لینے والے کو سنئے حدیث میں آیا ہے
کہ کسی مسلمان کا مال حلال نہیں بدون اس کے دل کی خوشی کے جب ایک
شخص نے جبراً کراہتہً دیا لینے والے کو لینے کا گناہ ہوا اگر دینے والا
با وسعت ہو اور اگر اسکو بھی جبر نہیں گذرا اگر غرض تو اس کی بھی ترفع

عـه ۱ عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لبس ثوب شہرۃ من الدنیا البسہ اللہ ثوب مذلۃ یوم القیامۃ رواہ احمد وابو داؤد وابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۳۷۵

اور افتخار ہے جس کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ان لوگوں کی دعوت قبول کرنے
سے جو فخر کے لئے کھانا کھلاویں غرض ایسے شخص کا کھانا کھانا یا اس کی چیز
لینا بھی ممنوع ہے کیونکہ اس میں اسکی معصیت کی اعانت ہے اور اعانت
معصیت خود معصیت ہے۔ غرض لینے والا بھی گناہ سے نہ بچا اب گھر
والوں کو لیجئے کہ وہی لوگ بلا بلا کر باعث اس معصیت کے ہوتے ہے
وہ یوں مبتلا ہوئے غرض اچھا نوتہ پڑا کہ سب کو گناہ میں نوت دیا
اور رسم نوتہ کی اکثر تقریبات میں ادا کی جاتی ہے جس میں علاوہ مفاسد
مذکورہ کے یہ خرابی ہے کہ حسب قاعدہ المعروف کالمشروط یہ تو طے
ہوگیا کہ یہ قرض ہے۔ اور بلا ضرورت قرض لینا ممنوع ہے اور نوتہ میں کچھ ضرورت پر نظر نہیں ہوتی
ثانیاً وقت وسعت کے ادا کر دینا چاہیئے۔ اگر نوتہ کا بدلہ کوئی شخص
اگلے دن دینے لگے ممکن نہیں کہ کوئی شخص قبول کرے ثالثاً گنجائش
ہو یا نہو مگر اس کا ادا کرنا لازم ہے۔ غرض تینوں حالتوں میں شریعت
کی مخالفت کی جاتی ہے۔ اس لئے یہ رسم نوتہ کی جس طرح متعارف
ہے جائز نہیں رہی

(۴) پھر نائن گود میں کچھ اناج ڈالکر سارے کنبے میں اور برادری میں
بچہ کا سلام کہنے جاتی ہے۔ اور وہاں سب عورتیں اس کو کچھ
اناج دیتی ہیں۔ اس میں بھی وہی خیالات اور وہی نیتیں ہیں جو نمبر
(۳) میں مذکور ہوئی ہیں

(۵) گھر پر سب کمینوں کو حق دیا جاتا ہے۔ جس کو ۳ ۶ تھا نہ کہتے ہیں
ان میں بعض لوگ تو خدمتگذار ہیں ان کو تو خواہ مخواہ حق سمجھکر یا انعام سمجھکر
دیا جاوے تو مضائقہ نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ اپنی مقدور کا
لحاظ رکھے یہ نہیں کہ مطعون ہونے کے اندیشہ سے خواہی قرض لے
گو سودی لے اپنی زمین باغ کو فروخت کرے یا گروی رکھے اب کریگا
تو بوجہ ارتکاب یا نمود کے یا بلا ضرورت قرض لیکر لوگوں کے مال تلف کر
نے کے اور سود دینے کے جو کہ گناہ میں سود لینے کے برابر ہے۔ یا تکبر یا فتنی
کے جو کہ نصاً حرام ہے۔ یا اسراف کے جس کی حرمت بھی منصوص
ہے ان وجوہ سے ضرور گناہ گار ہوگا خیر یہ تو خدمتگزاروں کے انعام میں
گفتگو تھی۔ بعض کمین وہ ہیں جو کسی مصرف کے نہیں۔ نہ وہ کوئی خدمت
کریں۔ نہ کسی کام آویں نہ ان سے کوئی ضرورت متعلق مگر قرضخواہوں سے
بڑھکر تقاضا کرنے کو موجود اور خواہی نہ خواہی ان کو دینا ضرور اس میں
بھی جو خرابیاں اور وجوہ معصیت کے دینے والوں اور لینے والوں کے
لئے جمع ہیں ان کا بیان اوپر آچکا ہے۔ حاجت اعادہ نہیں۔ علاوہ بریں
جب ان کا کوئی حق واجب نہیں ان کو دینا محض احسان ہے اور احسان میں
زبردستی حرام ہے۔ اور اس رسم کو جاری رکھنا تائید فعل
حرام کی ہے۔ اور حرام کی تائید بھی حرام ہے۔
(۶) پھر دھیانیوں کو ودھی دھلائی کے عنوان سے کچھ دیا جاتا ہے اس
میں بھی وہی ضروری سمجھنا اور جبراً قہراً دینا یا اگر خوشی سے دیا تو ناموری

اور سرخروئی کے لئے دیناسب ظلمتیں موجود ہیں۔ اور کفار کے ساتھ تشبہ جدا رہا۔ جس سے اس میں بھی جواز کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔

(۷) اچھوانی پھر گوند پنجیری سارے کنبہ اور برادری میں تقسیم ہوتی ہے اس میں بھی اسی قدر مفاسد اور نماز روزہ سے بڑھکر ضروری سمجھنے کی علت موجود ہے بالخصوص پنجیری میں تو اناج کی ایسی بیقدری ہوتی ہے کہ الہٰی توبہ تقریب والے کی تو اچھی خاصی لاگت لگ جاتی ہے اور وہ کسی کے منہ تک بھی نہیں جاتی پھر اناج کی ایسی بے ادبی کہیں جائز نہیں ہوسکتی۔

(۸) نائی اطلاعی خط لیکر بہو کی سسرال میں جاتا ہے اور وہاں اس کو کچھ انعام دیا جاتا ہے۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ جو کام ایک پیسہ کے کارڈ میں نکل سکتا ہے اس کے لئے خاصکر ایک آدمی جانا کون امر معقل ہے پھر خواہ سسرال میں کھانے کو میسر ہو یا نہ ہو مگر نائی صاحب کا قرض جو نعوذباللہ خدا کے قرض سے بڑھکر سمجھا جاتا ہے ادا کرنا ضروری اور وہی ناموری کی نیت ہونا وغیرہ جو ظلمات ہیں وہ یہاں بھی رونق افروز ہیں۔ اس لئے یہ بھی جائز نہیں ہوسکتا۔

(۹) پھر سوا مہینے کا چلہ نہانے کے وقت پھر سب عورتیں کنبہ کی جمع ہوتی ہیں اور کھانا وہاں ہی کھاتی ہیں اور رات کو کنبہ یا برادری میں دودھ چاول تقسیم ہوتے ہیں بھلا صاحب یہ زبردستی کھلانے کی پخ لگانے کی کیا وجہ؟ دو قدم پر گھر مگر کھانا کھائیں یہاں وہی مثل ماں نہ ماں بیں ترا مہمان‘‘ ان کی طرف سے تو یہ زبردستی اور گھر والوں کی نیت ناموری اور طعن تشنیع سے بچنے

کی یہ دونوں وجہ اس کی ممانعت کے لئے کافی ہیں اسی طرح دودھ چاول کی
تقسیم یہ بھی محض لغو ہے ایک بچے کہا نہ تمام بزرگان کنبہ کو شیر خوار بنانا
ضرور کہا تھا۔ بس اس میں بھی وہی نام و نمود کا زہر اس رسم کو ممنوع ہونے کے
لئے بس ہے۔

(۱۰) اس سوا مہینے تک زچہ کو نماز کی ہرگز توفیق نہیں ہوتی بڑی بڑی پابند
نماز بے پروائی کر جاتی ہیں۔ مسئلہ شرعیہ ہے کہ نفاس کے اقل درجہ کی کوئی
حد نہیں جس وقت خون بند ہو جاوے فوراً غسل کر لے اور اگر غسل نقصان کرے
تو تیمم کر کے نماز پڑھنا شروع کر ایک وقت کی نماز فرض بھی بلا عذر شرعی چھوڑنا
سخت گناہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایسا شخص دوزخ میں ہوگا۔
فرعون ہامان اور قارون کے ساتھ۔

(۱۱) پھر باپ کے گھر سے سسرال میں آنے کے لئے چھوچھک کی تیاری ہوتی
ہے۔ جس میں حسب مقدور سب سسرال والوں کے جوڑے اور برادری
کے لئے پنجیری اور لڑکی کے لئے زیور برتن جوڑے وغیرہ ہوتے ہیں
جب بہو چھوچھک لیکر سسرال میں آئی وہاں سب عورتیں چھوچھک دیکھنے
آتی ہیں اور ایک وقت کھانا کھا کر چلی جاتی ہیں ان سب امور میں
جو کچھ پابندی ہے کہ پابندی فرائض سے بڑھکر برتی جاتی ہے اور وہی نیت
نمائش و ناموری کی ہو او وہ ظاہر ہے جس میں حدود شرعیہ سے تجاوز اور
تکبر و افتخار کوٹ کوٹ کر بھرا گیا ہے جس کے حرام ہونے میں آیات و احادیث
بکثرت موجود ہیں آداب مسنونہ تولد کے وقت یہ ہیں کہ جب لڑکا پیدا ہو

اس کو نہلا دھلا کر اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہی جاوے اور کسی بزرگ متقی سے تھوڑا چھوارہ چبوا کر اس کے تالو کو لگا دیا جائے۔ اور باقی تمام امور مذکورہ یا اذان کی مٹھائی یہ سب فضول ہیں اور غیر معقول اور مکروہ ہیں۔

فصل دوم

منجملہ ان کے وہ رسوم ہیں جو عقیقہ کے ساتھ برتی جاتی ہیں اس روز لڑکے کے لئے دو بکرے لڑکی کے لئے ایک بکری ذبح کرنا اور اس کا گوشت کچا یا پکا تقسیم کرا دینا اور بالوں کے برابر چاندی وزن کرکے تقسیم کر دینا بس یہ سنت و مستحب ہے باقی جو فضولیات اس میں تصنیف ہوئے ہیں ملاحظہ کے قابل ہیں۔ (۱) برادری اور کنبہ کے مرد جمع ہو کر بعد مونڈائی بچہ کی کٹوری میں بطور نوتہ کے کچھ نقد ڈالتے ہیں۔ جو نائی کا حق سمجھا جاتا ہے اور یہ عرفاً صاحب خانہ کے ذمے سمجھا جاتا ہے جس کا ایسا ہی موقعہ پر ادا کرنا وہی پابندی ہے کہ اگر پاس ہو تو قرض لو گو سود ہی سے ملے جو سراسر تعدی حدود شرع ہے اور وہی نیت ناموری اور طعن و الزام سے بچنے کی جو شعبہ تکبر حرام کا ہے۔ اور عجب بات یہ ہے کہ قرض کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی حاجت کے وقت لیتا ہے اور گنجائش کے وقت ادا کر دیتا ہے یہ عجیب قرض ہے کہ خواہ حاجت ہو یا نہ ہو مقروض بنو اور پھر جب وقت ادا کرنا چاہیں ادا نہ کر سکو۔ اگر کوئی شخص اگلے دن نوتہ کا روپیہ ادا کرنے کے لئے جاوے تو صاحب نوتہ ہرگز ہرگز نہ لے اور یہی کہے کہ ہم نے کیا آج کے لینے کے لئے آج لیا تھا۔ ہمارے یہاں جب کوئی تقریب ہوگی تم دیدینا سو احادیث میں جو دین

عملہ دین قرض۔

کے باب میں وعیدیں آئی ہیں اس سے مراد وہی قرض ہے جو بلاحاجت ہو خواہ مخواہ بے ضرورت مقروض ہونا بلاشک مرضی شارع علیہ السلام کیخلاف ہے پھر ایک شخص ایک حق واجب سے سبکدوش ہونا چاہے اور اسکو کوئی شخص گرانبار رکھنے کی کوشش کرے تو یہ بھی امر مذموم ہے سو اس نوتہ کی رسم میں یہ دونوں خرابیاں ہیں ایک لینے والے کے واسطے دوسری دینے والے کے واسطے (۲) دہیانیاں یہاں بھی وہی اپنا حق جو واقع میں ناحق ہوتا ہے لینی میں رجس میں تشبہ کفار کے علاوہ یہ خرابیاں ہیں (۱) دینے والیکی نیت فاسد ہونا کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ بعض اوقات گنجائش نہیں ہوتی اور دینا گراں ہوتا ہے مگر صرف اس وجہ سے کہ نہ دینے میں طعن وخجالت ہوگی دینا پڑتا ہے اسی کو ریاء ونمود کہتے ہیں۔ ریاؔ وشہرت کے لئے مال خرچنا حرام ہے۔ (۲) لینے والے کی یہ خرابی کہ یہ دینا فی ذاتہ تبرع ہے اور تبرعات میں شرعاً جبر حرام ہے اور یہ بھی شرعاً جبر ہی ہے کہ وہ اگر نہ دے اسپر طعن وتعن ہو بدنام ہو خاندان بھر میں نکو بنے اور اگر خوشی سے بھی دے تب بھی شہرت اور ناموری کی نیت سے ہونا یقینی ہے۔ جسکی ممانعت قرآن وحدیث میں صاف صاف مذکور ہے (۲۲) ہجری کی تقسیم کا نفیحتہ یہاں بھی ہے جسکا نامعقول ہونا اوپر مذکور ہوچکا ہے اور بطلب شہرت وریاکی وجہ سے ممنوع ہونا بھی ظاہر ہے۔ اور یہی خرابیاں اس رسم میں ہیں جو دانت نکلنے کے وقت شائع ہے کہ کنبہ میں گھونگنیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ اور ان کا ناغہ ہوجانا فرض واجب کے ناغہ ہوجانے سے بڑھکر مذموم وعیب سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی طرح وہ رسم جو دودھ

ترقیم احسان ۱۲

چھوڑنے کے وقت رائج ہے مبارکباد کے لئے عورتوں کا جمع ہونا اور خواہی نخواہی ان کی دعوت ضروری ہونا اور کھجوروں کا برادری میں تقسیم ہونا غرض یہ سب ایک حالت میں ہیں۔

فصل سوم

منجملہ ان رسوم کے مکتب کی رسم ہے جسطرح اہتمام والتزام کے ساتھ لوگوں میں شائع ہے اس میں خرابیاں ہیں۔

(۱) چار برس چار مہینے چار دن کا اپنی طرف سے مقرر کر لینا جسکی کوئی اصل صحیح نہیں پائی گئی۔ جیساکہ خاتمہ مجمع البحار میں شیخ علی متقی کا فتوی اس معمول کے بے اصل ہونے میں منقول ہے۔ پھر اس کا ایسا اہتمام اور اصرار کہ جس طرح ہو اس کے خلاف نہونے پاوے اور عوام تو اس کو امر شرعی سمجھنے میں جسکی وجہ سے عقیدے میں فساد اور شریعت کے احکام میں ایک حکم کا ازدیاد وایجاد لازم آتا ہے۔ (۲) تقسیم شیرینی کا لازم سمجھنا اس طرح کہ اس کے ترک کو موجب بدنامی واہانت سمجھیں تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ محض ادائے شکر مقصود نہیں ورنہ ادائے شکر کی بہت سی صورتیں ہیں ان میں سے جسکو چاہتا بلے تکلف اختیار کر لینا کبھی کھانا کھلا دینا کبھی غریب محتاجوں کو غلہ یا نقد کپڑا تقسیم کر دیتا کبھی کسی مسجد یا مدرسہ میں ادا کر دیتا اور کبھی جب گنجائش ہوتی زبانی شکریہ یا ایک آدمی کا کھانا دیکر اسپر اکتفا کرتا تمام عمر ایک طریق کی پابندی کرنا صرف رواج کی وجہ سے ہے کہ اس کے خلاف کرنے سے لوگ مطعون کرینگے تو اس میں بھی وہی خرابی ریا و نمود و اشتہار و افتخار کی موجود ہے۔ (۳) بعض مقدوروالے چاندی کی قلم ودوات سے چاندی کی تختی پر

لکھا کر بچہ کو اس میں پڑھاتے ہیں سو چاندی کا استعمال خود کرنا یا دوسرے
کو کرانا خواہ بڑا ہو یا چھوٹا سب حرام ہے۔ (۴) بعض لوگ اس وقت بچہ
کو غیر مشروع لباس پہناتے ہیں ریشمی یا زری کا یا کسم و زعفران کا رنگا ہوا
ایک گناہ یہ ہوا (۵) کمینوں کا اور دھیانیوں کا اس میں بھی فرض سے بڑھکر
حق سمجھا جاتا ہے۔ جو مر مار کر جسطرح ہوا ادا کرو ورنہ نکو جبراً کسی کے مال لینے
کی یا رہا کسی کو دینے کی برائی اوپر گذر چکی ہے۔ یہ بھی موقوفی کے قابل ہے
بس جب لڑکا بولنے لگا اس کو کلمہ سکھلاؤ جیسا مجمع البحار اور شرح شرعۃ الاسلام
اور ابن السنی میں منقول ہے۔ اور شرح شرعۃ الاسلام میں ان آ[illegible] کی
تلقین کو زیادہ کیا ہے۔ فتعالیٰ اللہ الملک الحق آخر سورۂ مومنون تک
هو اللّٰه الذی لا اله الا هو۔ تا آخر سورہ حشر اور ایک روایت
میں اس کی تعلیم آئی ہے وقل الحمد للّٰه الذی لم یتخذ ولدا و لم یکن
له شریک فی الملک و لم یکن له ولی من الذل و کبره تکبیرا۔
ابن السنی نے اس کا حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات شریف
سے ہونا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور کسی معتمد بزرگ کیخدمت
میں بھیجکر ان سے بسم اللہ کہلاؤ۔ اور اس نعمت کے شکریہ میں اگر دل سے چاہے بلا پابندی
جو توفیق ہو خفیہ طور سے راہ خدا میں کچھ چیز خیرات کر دو باقی سب بکھیڑا ہیں

فصل چہارم

منجملہ ان کے وہ رسمیں ہیں جو ختنہ میں عوام نے اضافہ
اضافہ کر رکھے ہیں۔ (۱) لوگوں کو آدمی اور خطوط
بھیجکر بلانا اور جمع کرنا یہ بالکل خلاف سنت ہے۔ مسند احمد میں حسن رحمہ سے
روایت ہے کہ حضرت عثمان ابن ابی العاص کو کسی نے ختنہ میں بلایا

آپ نے تشریف لیجانے سے انکار فرمایا آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی آپنے جواب دیا کہ ہم لوگ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کبھی ختنہ میں نہ جاتے تھے۔ نہ اسکے لئے بلائے جاتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت میں جس امر کا اعلان ضروری نہیں اس کے لئے لوگوں کو جمع کرنا بلانا خلاف سنت ہے اس میں بہت سی رسمیں آگئیں جنکے لئے لمبے چوڑے اہتمام ہوتے ہیں۔

(۲) بعض موقع پر لڑکا قریب بلوغ کے ہوتا ہے جس کا بدن مستور دیکھنا بجز ختنہ کرنے والے کے دوسروں کو بلا ضرورت حرام ہے۔ اور سب بے تکلف دیکھتے ہیں۔ اور گنہگار ہوتے ہیں۔ اور ان گناہوں کا باعث بلانے والا ہوتا ہے۔

(۳) کوٹھری میں نوتہ پڑنیکا نفیحتہ یہاں بھی ہے۔ جسکی خرابیاں اسی باب کی فصل اول و دوم میں مذکور ہو چکیں ہیں (۴) بچہ کی ننہال کیطرف سے کچھ نقد دپارچہ دیا جاتا ہے۔ جسکو عرف میں بھات کہتے ہیں جسکی اصل فاسد ہے کہ کفار ہند اولاد دختری کو میراث نہیں دیتے تھے جاہل مسلمانوں نے ان کی دیکھا دیکھی یہ شیوہ اختیار کیا۔ اور اگر فرضاً ان کی تقلید نہیں کی خود ہی یہ رسم ایجاد کی ہو تب بھی تو بری رسم ہے کسی حق دار کا حق جسکو اللہ و رسول نے مقرر فرمایا ہے اس کو نہ دینا اور بلا طیب خاطر ذی حق کے اس کے خود منتفع ہو عقلاً و شرعاً ہر طرح برا ہے۔ غرض جب دختر کو میراث سے اسطرح محروم کیا تو طفل تسلی کے طور پر اس کا تدارک یہ اختراع کیا گیا کہ مختلف موقعوں اور تقریبوں میں ان کو کچھ دیا جایا کرے گویا انکا حق جو ہمارے ذمہ تھا وہ اس بہانہ سے ادا ہو گیا سو ظاہر ہے کہ اس طرح دینے والے

سے ہرگز ان کا حق ادا نہیں ہوسکتا، کیونکہ ادائے حق کی شرعاً دو صورتیں ہیں یا تو عین حق پہنچے جیسے کسی کا ایک روپیہ چاہتا ہو روپیہ ہی دیدیا۔ ایک من غلہ چاہئے تھا غلہ ہی دیدیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عین حق کی عوض دوسری شی ادا کی گئی سو یہ معاوضہ ہے۔ اس میں معاوضہ کے تمام شرائط جنکی رعایت شرعاً واجب ہے۔ موجود ہونا ضروری ہے۔ جو کہ کتب فقہیہ کے کتاب البیع میں مذکور ہیں۔ اور اگر دونوں صورتیں نہ ہوں تو اصل حق ذمہ رہتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کے ذمہ کسی کا روپیہ آتا ہے اور وہ اسکی دعوت کر کے اس میں ایک روپیہ کی شیرینی یا طعام کھلا دے ہر شخص جانتا ہے کہ اس سے وہ روپیہ ادا نہو گا۔ بلکہ بدستور واجب رہیگا۔ ظاہر ہے کہ بھات میں جو دیا جاتا ہے وہ نہ عین حق ہے اور نہ اسمیں معاوضہ کی شرائط جمع ہیں یوں ہی اپنی من سمجھوتی ہے۔ غرض وجہ اس ایجاد کی یا تو رسم کفار کا اتباع ہے کہ وہ بھی حرام ہے اور یا بنا اس کی ظلم ہے کہ وہ بھی حرام ہے دو خرابیاں تو اس کی یہ ہیں بڑی خرابی اس میں یہ ہے کہ خواہ اس موقعہ پر ناناہال والونکے پاس ہو یا نہو۔ ہزار جتن کر دسودی قرض لو کوئی چیز گروی کرو جس میں آجکل یا تو نقد سود دینا پڑتا ہے یا پیداوار اسں جائداد کا مرتہن لیتا ہے کہ وہ بھی سود ہی ہے۔ گو زمیندار دں کے فرقے نے اس کو حلال سمجھ لیا ہے (رسالہ صفائی معاملات میں بفضلہ تعالیٰ سب شبہات اس کے متعلق رفع کر دیئے گئے ہیں) بہرحال سود کی پرواہ نہیں رہتی غرض کچھ ہو مگر بہاں کا سامان ضرور ہو لب فرمایے جب ایک امر غیر ضروری بلکہ معصیت کا اہتمام ایسے زور و شور

ہے ہو کہ فرائض و واجبات کا بھی وہ اہتمام نہ ہو تو یہ تعدی حدود شرعیہ سے ہے یا نہیں چوتھی خرابی یہ ہے کہ نیت اس میں بھی وہی شہرت اور تفاخر کی ہے جسکا حرام ہونا بار بار مذکور ہو چکا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اپنے عزیزوں سے سلوک کرنا عبادت ہے۔ جواب یہ ہے کہ صلہ رحمی و سلوک منظور ہوتا تو بلا پابندی رسم جب انکو حاجت ہوتی ہے ان کی خدمت کرتے اب تو عزیزوں پر فاقے گذر جائیں خبر بھی نہیں لیتے اپنے نام اور نمود کے لیئے تاویل صلہ رحمی کی سوجھنے لگی (۵) بعض شہروں میں یہ آفت ہے کہ اس تقریب میں یا مخصوص غسل صحت کے روز خوب باجا راگ ہوتا ہے۔ اور کہیں ناچ ہوتا ہے۔ کہیں ڈومنیاں گاتی ہیں جسکا مذموم ہونا اول میں لکھا گیا ہے۔ اور جس کے مفاسد انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب مذکور ہونگے غرض ان خرافات و معاصی کو موقوف کرنا چاہیے جب بچہ میں قوت برداشت کی دیکھی جاوے چپکے سے نائی کو بلا کر ختنہ کرا دیں جب اچھا ہو جاوے غسل کرا دیں اگر گنجائش ہو اور ریا بھی نہ ہو اور پابندی بھی نہ کرے اور شہرت و نمود اور طعن و بدنامی کا بھی خیال نہ ہو شکریہ میں دو چار اعزہ و احباب یا دو چار مساکین کو ماحضر کھلا دے اللہ اللہ خیر صلاح۔

فصل پنجم منجملہ ان رسوم کے منگنی کی رسوم ہیں جسکو قیامت کبرای یعنی شادی کی تمہید ہونے کی وجہ سے قیامت صغرا کہنا زیبا ہے۔ اس میں یہ واقعات ہوتے ہیں (۱) جب منگنی ہوتی ہے تو خط لیکر نائی آتا ہے۔ لڑکی والے کی طرف سے شکرانہ بنا کر حجام کے روبرو رکھا جاتا ہے اس میں بھی وہی غیر لازم امر کا اپنے ذمہ لازم کر لینا ہے کہ فرض و واجب

ٹلجا دے مگر یہ نہ ٹلے ممکن ہے کہ کسی کے گھر میں اس وقت دال روٹی ہو
مگر جہاں سے شکرانہ ہو شکر نہ کر دے ورنہ منگنی مشکوک ہوگئی۔ لاحول ولا قوۃ
الا باللہ اور التزام ما لایلزم اور تعدی حدود شرعیہ کا ہونا مذکور ہو چکا ایک تو یہ امر
خلاف شرع ہوا پھر اس بیہودہ امر کے لئے اگر سامان موجود نہ ہو تو قرض
لینا جسکا بلا ضرورت لینا ممنوع اور ایسے ہی قرض پر وعید آئی ہے گو قلیل
ہی قرض ہو دوسرا امر خلاف شرع یہ ہوا۔ (۲) حجام کو کھانا کھلا کر خوان
میں سو روپیہ یا جسقدر لڑکی والے نے دیئے ہوں ڈالدیتا ہے لڑکے والا
اس میں سے ایک یا دو روپیہ اٹھا کر باقی واپس کر دیتا ہے۔ اور یہ روپیہ
اپنے کمینوں کو تقسیم کر دیتا ہے۔ بھلا یہ سوچنے کی بات ہے کہ جب ایک یا
دو روپیہ لینا دینا منظور ہے خواہ مخواہ سو روپے کو کیوں تکلیف دی اور اس
رسم کے پورا کرنے کے واسطے بعض اوقات بلکہ اکثر سودی روپیہ لینا پڑتا
ہے۔ جو حدیث میں موجب لعنت ہے۔ اور اگر قرض بھی نہ لیا تب بھی
بجز افتخار اور اظہار عظمت اس میں کونسی مصلحت عقلی ہے جب یہ عادت
سب کو معلوم ہوگئی کہ ایک دو سے زیادہ نہیں لیا جاویگا تو پھر یہ سو کیا ہزار
روپیہ میں بھی وہ عظمت اور وہ شان نہیں رہی عظمت تو جب ہوتی ہے
جب دیکھنے والے یہ سمجھتے کہ تمام روپیہ نذر کیا گیا ہے۔ اب تو بجز تمسخر
اور بازیچہ طفلاں کے اور کچھ نہیں۔ مگر لوگ کرتے ہیں اسی تفاخر اور
عظمت کے دکھلانے کو اور افسوس کہ بڑے بڑے عقلا جو اوروں کو
عقل سکھلادیں اس رسم دشمن عقل میں گرفتار رہیں غرض اس میں بھی اصل وضع

کے اعتبار سے ریاء کا گناہ اور باعتبار تقریر خیر کے ایک فعل لایعنی موجود ہے
ریاء کا گناہ ہونا تو ظاہر ہے اور اوپر مذکور بھی ہو چکا ہے۔ اور فعل لایعنی کا مذموم
ہونا بھی حدیث میں ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی کے اسلام
کی خوبی یہ ہے کہ لایعنی باتوں کو ترک کر دے غرض افعال لایعنی بھی مرضی
شارع علیہ السلام کے خلاف ہیں اور اگر سودی روپیہ لیا گیا تو اس کی
وعید سب ہی جانتے ہیں۔ غرض اتنی خرابیاں اس رسم میں موجود ہیں۔
(۳) پھر لڑکی والا حجام کو ایک جوڑہ مع کچھ نقدی روپیہ کے دیتا ہے اور
یہاں بھی وہی دل لگی کہ دیا منظور ہے ایک یا دو اور دکھلاویں سو واقعی
رواج عجب چیز ہے کہ کیسی ہی عقل کے خلاف کوئی بات ہو مگر عقلاء بھی اس کو
کرتے ہوئے نہیں شرماتے اس کی خرابیاں بھی مذکور ہو چکیں (۴) حجام کی واپسی کے
قبل عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ڈومنیاں گاتی ہیں۔ عورتوں کے جمع ہونے اور ڈومنیوں
کے گانے کی خرابیاں اور ان خرابیوں کی وجہ سے اس کا خلاف شرع ہونا قیامت
کبریٰ میں بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (۵) جب حجام پہنچتا ہے اپنا جوڑہ مع
روپیوں کے گھر میں بھیج دیتا ہے وہ جوڑا تمام برادری میں گھر گھر دکھلا کر حجام
کو دیدیا جاتا ہے۔ غور فرمایئے جہاں ہر ہر قدم پر معائنہ و ملاحظہ کی پخ ہو
کہاں تک نیت درست رہ سکتی ہے۔
بالیقین جوڑا بنانے کے وقت ہی سے یہ نیت ہوتی ہے کہ ایسا بناؤ کہ
کہ کوئی نام نہ رکھے غرض ریاء بھی ہوئی اسراف بھی ہوا جن کا گناہ قرآن و
حدیث میں منصوص ہے اور مصیبت یہ ہے کہ بعض اوقات اس اہتمام

پر بھی دیکھنے والوں کو پسند نہیں آتا وہی مثل ہے کہ مرغی اپنی جان سے گئی اور کھانے والے کی داڑھ بھی گرم نہ ہوئی اور بعض عالی دماغ دیکھنے والے اس میں خوب عیب نکالتے ہیں اور بدنام کرتے ہیں تو یہ غیبت کا گناہ ان کو ہوا اور اس کا باعث وہی جوڑا ہے اس لئے بنانے والا بھی اس گناہ سے نہیں بچ سکتا۔ غرض بنانے والے کے پاس ریا اور اسراف اور غیبت میں تینوں کا ذخیرہ جمع ہوا اور یہ دیکھنے والے غیبت کا سرمایہ لے بیٹھے۔ بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عیب بھی نہ نکالا تو ریا کے گناہ سے بچنا ان کا مشکل ہے کیونکہ ان تعریف کرنے والوں ہی نے تو ریا کرائی اگر لوگ ایسے موقع میں جوڑا نہ دیکھتے اور تعریف نہ کرتے تو کرنے والوں کی کیوں نیت بگڑتی۔

بہرحال اچھا دائرہ ہے کہ کوئی بھی اس کے محیط سے خارج نہیں۔

(۶) کچھ عرصہ کے بعد لڑکی والے کی طرف سے کچھ مٹھائی مع انگشتری اور رومال اور کسیقدر روپے کہ جس کو عرف میں نشانی کہتے ہیں بھیجی جاتی ہے اور یہ روپیہ بطور نوتہ کے جمع کر کے بھیجا جاتا ہے۔ یہاں بھی وہی ریا اور اسراف کی علت موجود ہے اور نوتہ کی خرابیاں کچھ بیان بھی ہو چکی ہیں اور کچھ عنقریب قیامت کبریٰ میں مع جواب شبہ عوام کے بیان ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۷) جو حجام اور کہار اس شیرینی کو لیکر آتے ہیں تو حجام کو جوڑا اور کہار کو پگڑی اور کچھ نقد دیکر رخصت کیا جاتا ہے۔ اور شیرینی کو کنبہ کی عمر رسیدہ عورتیں جمع ہو کر ساری برادری میں گھر گھر تقسیم کرتی ہیں اور اسی کے گھر کھانا کھاتے ہیں۔

سب جانتے ہیں کہ کہاروں کی اجرت معین نہیں کیجاتی نہ اس کا لحاظ ہوتا ہے کہ یہ خوشی سے جاتے ہیں یا ان پر جبر ہو رہا ہے اکثر اوقات جانیوالے اپنے کسی کاروبار یا اپنی بیماری یا کسی بیوی بچہ کی بیماری کا عذر پیش کرتے ہیں مگر یہ بھیجنے والے اگر کچھ قابو دار ہوئے تو خود ورنہ دوسرے قابو دار بھائی سے ان کی کفش کاری کرا کے جبراً و قہراً بھیجتے ہیں اور اس موقعہ پر اکثر ان لوگوں سے جبراً کام کیا جاتا ہے۔ جو کہ بالکل ظلم اور معصیت ہے۔

اور دنیا میں بھی اکثر ظلم کا وبال پڑتا ہے اور آخرت میں جزا بالمثل موجود ہے اور اجرت کا مجہول ہونا یہ دوسرا امر خلاف شرع ہے۔ یہ تو اس کمیشن کی روانگی کے پھول پھلے۔ آگے تقسیم کا موجب ریا ہونا محتاج بیان نہیں۔ پھر تقسیم میں جو انہماک ہوتا ہے اکثر نمازیں بانٹنے والیوں کی اڑ جاتی ہیں۔ اور وقت کا تنگ ہو جانا تو ضروری بات ہے۔ ایک امر خلاف شرع یہ ہوا۔ اور جن کے گھر یہ حصے جاتے ہیں ان کے نخرے اور بلا عذر شرعی ہدیہ کا واپس کر دینا محض کسی دنیوی رنج کی بنا پر یہ خود ایک امر شرع کے خلاف ہے بلکہ قبول کرنا بھی اس رسم ریائی کی اعانت اور ترویج ہے اس لئے یہ بھی شرعاً ناپسند ہے۔ ایک خلاف یہ ہوا۔ غرض یہ سب خرافات واجب الترک ہیں یہ اس ایک کارڈ سے یا زبانی گفتگو سے پیغام نکاح کا ادا ہو سکتا ہے۔

جانب ثانی اپنے طور پر ضروری امر کی تحقیق کر کے جب اطمینان ہو جاوے ایک کارڈ سے یا زبانی وعدہ کر سکتا ہے۔ لیجئے منگنی ہو گئی

اگر استحکام کے لئے یہ رسمیں برتی جاتی ہیں تو اول تو کسی مصلحت
کے واسطے کسی معاصی کا ارتکاب جائز نہیں پھر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود
ان قصوں کے بھی جہاں مرضی نہیں ہوتی ہے جواب دیتے ہیں کوئی بھی
کچھ نہیں کرسکتا۔

فصل ششم

منجملہ ان رسوم کے قیامت کبریٰ کی رسم ہے جس کو عرف میں شادی کہتے ہیں
اور واقع میں بربادی کہنا لائق ہے۔ اور بربادی بھی کیسی دنیا کی بھی
اور دین کی بھی اس کا لقب قیامت کبریٰ رکھا گیا۔ اس کے ہولناک
واقعات یہ ہیں۔

(۱) سب سے پہلے برادری کے مرد جمع ہوکر لڑکی والے کی طرف سے
خط تعین شادی کا لکھکر نائی کو دیکر رخصت کرتے ہیں یہ رسم ایسی ضروری
ہے کہ چاہے برسات ہو راہ میں ندی نالے پڑتے ہوں جس میں حجام صاحب
کے بالکل رخصت ہونے کا بھی احتمال ہو غرض کچھ ہی ہو مگر یہ ممکن نہیں
کہ ڈاک کے خط پر اکتفا کریں۔ یا حجام سے زیادہ کوئی معتبر آدمی جاتا ہو
اس کے ہاتھ بھیجدیں بتلایئے شریعت نے جس چیز کو ضروری نہیں ٹھہرایا
اسکو اس قدر ضروری سمجھنا کہ شریعت کے ضروری بتلائے ہوتے امور
سے زیادہ اس کا اہتمام کرنا انصاف سمجھئے شریعت کا مقابلہ ہے یا نہیں
اور جب مقابلہ ہے تو واجب الترک ہے یا نہیں اسی طرح مردوں کا اجتماع

ضروری ہونا اس میں بھی یہی التماس مذکور ہے اگر کہا جاوے کہ مشورہ
کے لئے جمع کیا جاتا ہے تو بالکل غلط ہے وہ بیچارے تو خود پوچھتے ہیں کہ کون
تاریخ لکھیں جو پہلے سے گھر میں خاص مشورہ کر کے معین کر چکے ہیں وہ تبلا دیتے
ہیں اور وہ لوگ لکھدیتے ہیں اور اگر مشورہ ہی کیا جائے تو جسطرح اور امور میں مشورہ ہوتا ہے کہ ایک دو عاقل مصلحت
اندیش سے رائے لے لی بس کفایت ہوئی۔ گھر گھر کے آدمیوں کو بٹورنا
کیا ضرور ہے۔ پھر اکثر لوگ نہیں آسکتے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بجائے
اپنے بھیجدیتے ہیں وہ مشورہ میں کیا تیر چلادیں گے۔ کچھ بھی نہیں یہ نفس کی
تاویلیں ہیں۔ سیدھی بات کیوں نہیں کہہ دیتے کہ صاحب یوں ہی رواج
چلا آتا ہے۔ اس رواج کا عقلاً و نقلاً مذموم ہونا اور واجب الترک ہونا بیان
ہو رہا ہے۔ غرض اس رسم کے سب اجزاء خلاف شرع ہیں۔ پھر اس میں ایک
ضروری امر یہ بھی ہے کہ سرخ ہی خط ہو اور اس پر گوٹہ بھی لپٹا ہوا
ہو۔ یہ بھی اسی التزام مالا یلزم کی فہرست میں داخل ہے خلاف
شرع ہونا ثابت اور مذکور ہو چکا ہے۔

(۲) گھر میں برادری اور کنبہ کی عورتیں جمع ہو کر لڑکی کو علیحدہ مکان
میں معتکف کر دیتی ہے جسکو مائیوں بٹھلانا کہتے ہیں۔ اس کے آداب
یہ ہیں کہ اس کو چوکی پر بٹھلا کر اس کے داہنے ہاتھ پر بٹنا رکھتے ہیں اور
گود میں کچھ کھیل بتاشے رکھتے ہیں۔ اور کچھ کھیل بتاشے حاضرین میں تقسیم
ہوتے ہیں۔ اور اسی تاریخ سے برابر لڑکی کے بٹنا ملا جاتا ہے۔ اور
ایک کثیر تعداد پنڈیاں برادری میں تقسیم ہوتی ہیں یہ رسم بھی مرکب چند
خرافات سے ہے اول اس کے علیحدہ بٹھلانیکو ضروری سمجھنا خواہ گرمی

ہو جس ہو گو جالینوس و بقراط بھی کہیں کہ اس کو کوئی بیماری ہو جائیگی گر کچھ ہی ہو فرض قضا نہ ہو۔ وہی غیر ضروری کو ضروری سمجھنا یہاں بھی جلوہ افروز ہے۔ اور اگر احتمال اس کے بیمار ہونے کا ہو تو دوسرا گناہ کسی مسلمان کو ضرر پہنچانے کا ہوگا جس میں ماشا اللہ ساری برادری شریک ہے۔ دوسرے بلا ضرورت چوکی پر بٹھانا اسکی کیا ضرورت ہے کیا فرش پر اگر بٹنا ملا جاویگا تو صفائی بدن میں نہ آویگی۔ اس میں بھی وہی التزام مالا یلزم ہے جسکا خلاف شرع ہونا بار بار مرقوم ہو چکا ہے۔ تیسرے داہنے ہاتھ پر بٹنا رکھنا اور گود میں کھیل بتاشے پھر نا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی ٹوٹکا اور شگون ہے۔ اگر ایسا ہے شرک ہے۔ اور شرک کا خلاف شرع ہونا ظاہر کون مسلمان نہیں جانتا۔ ورنہ التزام مالا یلزم تو ضرور ہے۔ اسی طرح بتاشوں کی تقسیم کی پابندی بسبب التزام مالا یلزم اور بسبب ریاء و افتخار رہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ چوتھے عورتوں کا ضرور جمع ہونا جو ان سارے فسادوں کی جڑ ہے جیسا کہ اب عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوتا ہے اگر بہ مصلحت بدن کی صفائی اور نرمی کے بٹنا ملنے کی ضرورت ہو تو اس کا مضائقہ نہیں مگر معمولی طور سے بلا قید کسی رسم کے جلد دس فراغت ہوئی۔ اس قدر طومار کیوں باندھا جاتا ہے۔

(۴) جب حجام خط لیکر دولھا کے گھر گیا تو وہاں برادری کی عورتیں جمع ہو کر دھوم دھام سے شکرانے کے بناتی ہیں جس میں ایک نائی کا دوسرا ڈومنیوں کا

ہوتا ہے نائی کا خوان باہر بھیجا جاتا ہے۔ اور ساری برادری
کے مرد جمع ہو کر نائی کو شکرانہ کھلاتے ہیں۔ یعنی اس کھانے کا منہ تکا
کرتے ہیں۔ اور ڈومنیاں دروازہ پر بیٹھ کر گالیاں گاتی ہیں۔ اس میں بھی
خوان بنانا اسی التزم مالا یلزم میں داخل ہے۔ اور خلاف شرع ہے۔
دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ ڈومنیوں کو گانے کی اجرت دینا
حرام ہے۔ پھر گانا بھی گالیاں جو خود موجب گناہ ہیں۔ اور حدیث
شریف میں اس کو علامات نفاق سے فرمایا ہے۔ یہ تیسرا گناہ
ہوا جس میں سب سننے والے شریک ہیں۔ کیونکہ جو شخص گناہ کے
مجمع میں شریک ہے وہ بھی گنہگار ہوتا ہے۔ چوتھے مردوں کے
اجتماع کا ضروری ہونا جو کہ التزام مالا یلزم میں داخل ہے معلوم نہیں نائی
کے شکرانہ کھانے میں اتنے بزرگوں کو کیا مدد کرنی پڑتی ہے بس کچھ بھی
نہیں بقول شخصے اوپر سے یوں ہی ہوتی آئی ہے۔

(۴) نائی شکرانہ کھا کر مطابق ہدایت اپنے آقا کے ایک یا دو روپیہ
خوان میں ڈال دیتا ہے۔ اور یہ روپیہ دولہا کے حجام اور ڈومنیوں میں
نصفا نصفی تقسیم ہوتا ہے۔ اور دوسرا خوان بجنسہ ڈومنیاں اپنے
گھر لے جاتی ہیں۔ پھر برادری کی عورتوں کے لئے اور شکرانہ بنا کر
تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس میں بھی وہی ریاء شہرت و التزام مالا
یلزم موجود ہے۔ اس لئے بالکل شرع کے خلاف ہے۔

(۵) صبح کو برادری کے مرد جمع ہو کر خط کا جواب لکھتے ہیں اور ایک

جوڑہ حجام کو نہایت عمدہ بیش قیمت مع ایک رقم کثیر کے یعنی
سو دو سو روپیہ کے دیتے ہیں وہی تمسخر جو اول ہوا تھا وہ یہاں بھی ہوتا
ہے کہ دکھلائے جاتے ہیں سو اور لئے جاتے ہیں ایک دو پھر اس
ریا و حرکت لایعنی کے علاوہ احیاناً اس مہم کے پورا کرنے کو سودی
قرض کی ضرورت پڑنا یہ جداگانہ گناہ ہے جسکا ذکر مفصل اوپر
ہوچکا ہے۔

(۶) اب نائی رخصت ہوکر دولہن والوں کے گھر پہنچتا ہے۔ وہاں برادری
کی عورتیں پہلے جمع ہوتی ہیں حجام اپنا جوڑہ گھر میں دکھلانے کے لیے دیتا
ہے اور پھر ساری برادری میں گھر گھر دکھایا جاتا ہے اس میں بھی وہی عورتوں
کی جمعیت اور جوڑہ دکھلانے میں ریاء و نمود کی خرابی ظاہر ہے۔
(۷) اس تاریخ سے دولہا کے بٹنا ملا جاتا ہے اور تاریخ معینہ شادی تک
کنبہ کی عورتیں جمع ہوکر دولہا کے گھر بری کی اور دولہن کے گھر جہیز کی تیاری
کرتی ہیں۔ اور اس درمیان میں جو مہمان فریقین کے گھر آتے ہیں ان کا آنے
کا کرایہ دیا جاتا ہے اس میں وہی عورتوں کی جمعیت اور التزام مالایلزم ہے اور
کرایہ کا اپنے پاس سے دینا خواہ دل چاہے یا نہ چاہے محض نمود اظہار
شان کے لیے یہ مزید برآں ہے۔ اسی طرح آنے والوں کا یہ سمجھنا کہ یہ
ان کے ذمے واجب ہے یہ ایک قسم کا جبر ہے ریا و جبر دونوں کا خلاف
شرع ہونا ظاہر ہے۔ اور اس سے بڑھکر قصہ بری اور جہیز کا ہے
جو شادی کے اعظم ارکان سے ہیں اور ہر چند کہ یہ دونوں امر یعنی بری

یا ساچق جو درحقیقت زوج یا اہل زوج کی طرف سے زوجہ یا اہل زوجہ کو ہدیہ ہے۔ اور جہیز جو درحقیقت اپنی اولاد کے ساتھ صلہ رحمی ہے فی نفسہ امر مباح بلکہ مستحسن تھے مگر جس طور سے اس کا رواج ہے اس میں طرح طرح کی خرابیاں ہوگئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ اب ہدیہ مقصود رہا نہ صلہ رحمی بلکہ ناموری اور شہرت اور پابندی رسم کی نیت سے کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ بری اور جہیز دونوں کا اعلان ہوتا ہے۔ بری بھی بڑی دھوم دھام اور تکلف سے جاتی ہے اور اس میں اشیاء بھی معین ہیں۔ برتن بھی خاص طرح کے ضروری سمجھے جاتے ہیں اس کا عام طور پر نظارہ بھی ہوتا ہے موقع بھی معین ہوتا ہے۔ اگر ہدیہ مقصود ہوتا تو کیف ما اتفق جب میسر آتا اور جو میسر آتا بلا پابندی کسی رسم کے اور بلا اعلان کے محض محبت سے بھیج دیا جاتا۔ اسی طرح جہیز کا اسباب بھی معین ہے کہ فلاں فلاں چیز ضروری ہو۔ اور تمام برادری اور بعض جگہ صرف اپنا کنبہ اور گھر والے اس کو دیکھیں۔ اور دن بھی وہی خاص ہو اگر صلہ رحمی مقصود ہوتی کیف ما اتفق جو میسر آتا اور جب میسر آتا بطور سلوک کے دیدیتے اسی طرح ہدیہ اور صلہ رحمی کے لئے کوئی شخص قرض کا بار نہیں اٹھاتا لیکن ان دونوں رسموں کے پورا کرنے کو اکثر اوقات مقروض بھی ہوتے ہیں۔ گو سود ہی دینا پڑے اور گو حویلی اور باغ ہی فروخت یا گرو ہو جاوے۔ پس اس میں بھی التزام مالا یلزم اور نمائش اور شہرت اور اسراف وغیرہ سب خرابیاں موجود ہیں اس لئے یہ بھی بطریق متعارف فہرست ممنوعات میں داخل ہو گیا۔ (۸) برات سے ایک دن قبل دولہا والوں کا حجام مہندی لے کر اور دلہن والوں کا حجام نوشہ کا جوڑا لے کر اپنے اپنے مقام سے چلتے ہیں اور یہ منڈھے کا دن کہلاتا ہے۔ دولہا کے یہاں اس تاریخ پر برادری کی عورتیں جمع ہو کر دولہن کا چولہ تیار کرتی ہیں۔ اور ان کو سلائی میں کھیلیں اور بتاشے دیئے جاتے ہیں اور تمام کمینوں کو ایک ایک کام پر ایک ایک پرونٹ دیا جاتا ہے۔ اس میں بھی وہی التزام مالا یلزم ہے۔ اور نیز عورتوں کی جمعیت جو کہ مبنیٰ مفاسد بیشمار

کا ہے ان تقریبات میں عورتیں چند موقعوں پر جمع ہوتی ہیں۔ چنانچہ کچھ مواقع مذکور ہو چکے ہیں اور کچھ باقی ہیں آیندہ مذکور ہونگے۔ اس اجتماع میں جو خرابیاں ہیں ان کا شمار نہیں۔ تمثیلاً بعض کا بیان ہوتا ہے ۔ جب برادری میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ فلاں گھر فلاں تقریب ہے۔ ہر ہر بی بی کو نئے جوڑا قیمتی کی فکر ہوتی ہے کبھی خاوند سے فرمائش ہوتی ہے کبھی خود بزاز کو دروازہ پر بلا کر اس سے ادھار لیا جاتا ہے یا سودی قرض لے کر اس سے خریدا جاتا ہے۔ شوہر کو اگر وسعت نہیں ہوتی تب بھی اس کا عذر قبول نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ یہ جوڑا محض ریاء تفاخر کے لئے بنتا ہے۔ ایک گناہ تو یہ ہوا پھر اس غرض سے مال خرچ کرنا اسراف ہے یہ دوسرا گناہ ہوا ۔ خاوند پر اس کی وسعت سے زیادہ بلا ضرورت فرمائش کرنا اس کو ایذا پہنچانا ہے۔ یہ تیسرا گناہ ہوا بزاز کو بلا کر بلا ضرورت اس نامحرم سے باتیں کرنا بلکہ اکثر تھان لینے دینے کے واسطے ہاتھ آدھا آدھا جس میں چھلے چوڑی مہندی سب ہی کچھ ہوتا ہے باہر نکال دینا کس قدر غیرت وعفت کے خلاف ہے یہ چوتھا گناہ ہوا ۔

پھر اگر سودی لیا تو سود دینا پڑا یہ پانچواں گناہ ہوا۔

اگر خاوند کی نیت ان بیجا فرمائشوں سے بگڑ گئی اور حرام آمدنی پر اس کی نظر پہنچی کسی کا حق تلف کیا رشوت لی اور یہ فرمائشیں پوری کی گئیں اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ حلال آمدنی سے یہ بیجا فرمائش پوری پوری نہیں ہوتیں تو اس گناہ کا باعث یہ بی بی ہوئی اور گناہ کا باعث بننا بھی گناہ ہے یہ چھٹا گناہ ہوا۔

اکثر ایسے جوڑے کے لئے گوٹہ ٹھپہ مصالح بھی لیا جاتا ہے اور بوجہ بے علمی یا بے پرواہی کے اس کی بیع میں اکثر سود لازم آتا ہے۔ کیونکہ

چاندی سونے کی خرید و فروخت کے مسائل بہت نازک ہیں چنانچہ رسالہ صفائی معاملات میں اس کے مسائل بھی بیان کئے ہیں بہر حال یہ ساتواں گناہ ہوا۔ پھر غضب یہ ہے کہ ایک شادی کے لئے جو جوڑا بنا وہ دوسری شادی کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے پھر دوسرا جوڑا چاہے ورنہ عورتیں نام رکھیں گی یہی گناہ پھر دوبارہ جمع ہوں گے۔ گناہ کا بار بار کرنا ایک قسم کا اصرار ہے جو خود مستقل گناہ ہے۔ یہ آٹھواں گناہ ہوا۔ یہ تو پوشاک کی تیاری تھی اب زیور کی فکر ہوئی اگر اپنے پاس نہیں ہوتا تو مانگتا تانگا پہنا جاتا ہے اور اس کی عاریت ہونے کو پوشیدہ کیا جاتا ہے اور اس کو اپنی ہی ملکیت ظاہر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک قسم کا خداع اور کذب ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بتکلف اپنی آسودگی ظاہر کرے ایسی چیز سے جو اس کی نہیں ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے دو کپڑے جھوٹ اور فریب کے پہن لئے یعنی سر سے پاؤں تک جھوٹ ہی جھوٹ لپیٹ لیا یہ نواں گناہ ہوا۔

پھر اکثر زیور بھی ایسا پہنا جاتا ہے جس کی جھنکار دور تک جاوے تاکہ محفل میں جاتے ہی سب کی نگاہیں انہیں کے نظارہ میں مشغول ہوجائیں۔ بجتا زیور پہننا خود ممنوع ہے حدیث میں ہے کہ ہر باجے کے ساتھ شیطان ہے یہ دسواں گناہ ہے۔

اب سواری کا وقت آیا تو نوکر کو ڈولی لانے کا حکم ہوا۔ یا صاحب تقریب کے یہاں سے ڈولی آئی تو بی بی کو غسل کی فکر پڑی کچھ کھلی پانی کی تیاری میں دیر ہوئی کچھ نیتِ غسل کے باندھنے میں دیر ہوئی غرض اس دیر دیر میں نماز جاتی رہی تب بھی کچھ پرواہ نہیں اور کسی کام ضروری میں حرج ہوجائے

تب بھی مضائقہ نہیں اور اکثر ان بھلے مانسوں کو غسل کے روز بھی مصیبت پیش
آتی ہے اگر نماز قضا ہوگئی تو یہ گیارہواں گناہ ہوا۔
اب کہار دروازے پر پکار رہے ہیں بی بی اندر سے ان کو گالیاں اور کوسنے
سنا رہی ہیں بلا وجہ کسی غریب کو دور دبک کرنا یا گالی کو سنا دینا یہ صریح ظلم ہے
یہ بارہواں گناہ ہوا ۔ اب خدا خدا کر کے بی بی تیار ہوئیں۔ کہاروں کو
ہٹا کر سوار ہوئیں بعض عورتیں ایسی بے اختیار ہوتی ہیں کہ ڈولی کے اندر سے
پلہ لٹک رہا ہے یا کسی طرف سے پردہ ہی کھل رہا ہے یا عطر و پھلیل اس قدر بھرا
ہے کہ راستہ میں خوشبو مہکتی جاتی ہے یہ نامحرموں کے روبرو اظہار زینت
ہے حدیث میں وارد ہے کہ جو عورت گھر سے عطر لگا کر نکلے یعنی اس طرح کہ دوسروں
کو بھی خوشبو پہنچے تو وہ ایسی ویسی ہے یہ تیرھواں گناہ ہوا اب منزل مقصود پر
پہنچی کہار ڈولی دروازہ میں رکھ الگ ہوئے اور یہ بیدھڑک اتر گھر میں داخل ہوئیں
یہ احتمال ہی نہیں کہ شاید گھر میں کوئی نامحرم مرد پہلے سے ہو۔ اور بار بار ایسا
اتفاق ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر نامحرم کا سامنا ہوجاتا ہے مگر عورتوں کو تمیز
ہی نہیں کہ اول گھر میں تحقیق کر لیا کریں شبہ قوی کے موقع پر تحقیق نہ کرنا یہ
چودھواں گناہ ہوا۔

اب گھر میں پہنچیں حاضرین کو سلام کیا خوب ہوا بعضوں نے تو زبان
کو تکلیف ہی نہیں دی فقط ماتھے پر ہاتھ رکھ دیا بس سلام ہوگیا۔ جس کی
ممانعت حدیث میں آئی ہے بعضوں نے سلام بھی کہا تو صرف سلام یہ بھی
سنت کے خلاف ہے۔ السلام علیکم کہنا چاہئے اب جواب ملاحظہ
فرمائیے جیتی رہو، ٹھنڈی رہو، سہاگن رہو۔ بھائی جئے، میاں جئے۔ بچے
جئے، غرض کنبہ بھر کی فہرست شمار کرنا آسان اور وعلیکم السلام جو سب کو

جارح ہے مشکل یہ مخالفت سنت کی ہمیشہ ہمیشہ کو کرنا پندرھواں گناہ ہوا۔
اب مجلس جمی تو شغل اعظم یہ ہوا کہ غیبتیں شروع ہوئیں جو حرام قطعی اور سخت ممنوع ہے
یہ سولھواں گناہ ہوا باتوں کے درمیان میں ہر ہر بی بی اس کوشش میں ہے کہ میری
پوشاک اور زیور پر سب کی نظر پڑ جانا چاہئے ہاتھ سے پاؤں سے زبان سے غرض
تمام بدن سے اس کا اظہار ہوتا ہے جو صریح ریاء ہے اور جس کام کا حرام ہونا سب
کو معلوم ہے۔ یہ سترھواں گناہ ہوا۔
اور جس طرح ہر بی بی دوسروں کو اپنا مایۂ افتخار دکھلاتی ہے اسی طرح ایک
دوسری کی مجموعی حالت دیکھنے کی بھی کوشش کرتی ہے چنانچہ اگر کسی کو اپنے سے کم پایا
تو اس کو حقیر اور ذلیل سمجھا اور اپنے کو بڑا یہ صریح تکبر اور گناہ ہے۔ یہ اٹھارھواں
گناہ ہوا۔ اور اگر دوسری کو اپنے سے بڑھا ہوا پایا تو حسد اور ناشکری
اور حرص اختیار کی یہ تینوں گناہ ہیں یہ انیسواں، بیسواں، اکیسواں گناہ ہوا۔
اکثر طوفان اور بیہودہ مشغولی میں نمازیں اڑ جاتیں ہیں ورنہ وقت تو تنگ
ضرور ہو جاتا ہے۔ یہ بائیسواں گناہ ہوا۔ پھر اکثر ایک دوسرے کو دیکھ کر ایک
دوسرے سے سنکڑان رسوم و خرافات کی تعلیم بھی پاتی ہیں اور اس تعلیم و تعلم کا سلسلہ
بلا کسی نصاب و سبق کے اس ملاقات ہی کی بدولت قائم ہے معاصی کی تعلیم و تعلم
دونوں گناہ ہیں یہ تئیسواں گناہ ہوا۔ یہ بھی ایک دستور ہے کہ ایسے موقع
پر جو سقہ پانی لاتا ہے اس سے پردہ کرنے کے لئے بند مکان میں عورتیں نہیں
جاتیں بلکہ اس کو حکم ہوتا ہے کہ تو منھ پر نقاب ڈال کر چلا آ اور کسی کو دیکھنا مت
اب آگے اس کا ایمان جانے چاہے دزدیدہ نظر سے تمام مجمع کو دیکھ لے تو
کسی کو کچھ غیرت نہیں ایسے منظر پر قصداً بیٹھنا کہ نامحرم دیکھ سکے حرام ہے
یہ چوبیسواں گناہ ہوا۔ اب کھانے کے وقت جس قدر طوفان مچتا ہے

کہ ایک ایک بی بی چار چار طفیلیوں کو ہمراہ رکاب لاتی ہیں اور ان کو خوب بھر بھر دیتی ہیں۔ اور گھر والے کے مال یا آبرو جانیکی کچھ پرواہ نہیں کرتیں یہ پچیسواں گناہ ہوا۔ اب بعد فراغ جب گھر جانے کو ہوتی ہیں۔ کہاروں کی آواز سنکر یاجوج ماجوج کی طرح وہ تموج ہوتا ہے کہ ایک پر دوسری اور دوسری پر تیسری غرض سب دروازہ پر جا لپٹتی ہیں کہ پہلے میں سوار ہوں۔ کہار بھی اکثر اوقات ہٹنے نہیں پاتے اچھی طرح سامنا ہوتا ہے یہ چھبیسواں گناہ ہوا — پھر کسی کی چیز گم ہو جائے تو بلا دلیل کسی کو تہمت لگانا بلکہ بعض اوقات اس پر تشدد کرنا۔ اکثر شادیوں میں پیش آتا ہے۔ یہ ستائیسواں گناہ ہوا — پھر[۲۸] اکثر تقریب والے گھر کے مرد بے احتیاطی اور جلدی میں بالکل دروازہ میں گھر کے رو برو آکھڑے ہوتے ہیں اور بہتوں پر نگاہ پڑتی ہے۔ ان کو دیکھ کر کسی نے منھ پھیر لیا کوئی کسی کی آڑ میں آگئی۔ کسی نے ذرا سر نیچا کر لیا۔ بس یہ پردہ ہوگیا۔ اچھی خاصی رو برو بیٹھی رہتی ہیں یہ اٹھائیسواں گناہ ہوا — پھر[۲۹] دولہا کی زیارت بارات کے تماشے کو دیکھنا فرض اور تبرک سمجھتی ہیں۔ جس طرح عورت کو اپنا بدن غیر مرد کو دکھلانا جائز نہیں۔ اسی طرح بلا ضرورت غیر مرد کو دیکھنا بھی بوجہ احتمال فتنہ کے ممنوع ہے۔ یہ انتیسواں گناہ ہوا — پھر واپسی دولت خانہ کے بعد کئی کئی روز تک آنے والے بیبیوں اور اہل تقریب کی کارروائیوں میں جو عیب نکالے جاتے ہیں اور کیڑے ڈالے جاتے ہیں۔ یہ تیسواں گناہ ہوا — اور اسی طرح کی بہت سی خرابیاں اور گناہ کی باتیں اس مجمع مستورات میں جمع ہیں جو عاقل دین دار کو مشاہدہ اور تامل سے بے تکلف معلوم ہو سکتی ہیں اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ام المفاسد یہ جمع ہونا ہے۔ اس کا انسداد سب سے زیادہ ضرور ہے — (۹) حجام آرندہ جوڑے کو بروقت پہنچانے جوڑے کے کچھ انعام دیتے ہیں۔ اور پھر یہ جوڑہ نائن لے کر ساری

برادری میں گھر گھر دکھلائے جاتی ہے اور اس رات کو برادری کی عورتیں جمع ہو کر کھانا کھاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جوڑا دکھلانیکا منشا بجز ریا اور کچھ بھی نہیں اور عورتیں کے جمع ہونے کی برکات ابھی مذکور ہو چکی ہیں غرض اس موقع پر بھی معاصی کا خوب اجتماع ہے ۔ (۱۰) علی الصباح دولہا کو غسل دے کر شاہانہ جوڑہ پہناتے ہیں اور پرانا جوڑہ مع جوتے کے حجام کو دیا جاتا ہے اور چوٹی سہرہ کا حق کمینوں کو دیا جاتا ہے اکثر اس جوڑہ میں خلاف شرع بھی لباس ہوتا ہے۔ اور سہرہ چونکہ کفار کی رسم ہے اس کا نام چوٹی سہرہ سے مقرر کرنا بیشک مذموم اور تائید رسم کفار کی ہے۔ یہ بھی خلاف شرع ہوا۔ (۱۱) اب نوشہ کو گھر میں بلا کر چوکی پر کھڑا کر کے دھانیاں سہرہ باندھ کر اپنا حق لیتی ہیں اور کنبہ کی عورتیں کچھ ٹکے نوشہ کے سر پر پھیر کر کمینان حاضرین کو دیدیتی ہیں نوشہ کے گھر میں جانے کے وقت کوئی احتیاط نہیں رہتی بڑی بڑی گھری پردہ والیاں آرائش زیبائش کئے ہوئے اس کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ یہ تو اس کی شرم کا وقت ہے یہ کسی کو نہ دیکھے گا۔ بھلا غضب ہی کی بات نہیں، اول تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ نہ دیکھے گا مختلف طبائع کے لڑکے ہوتے ہیں جن میں اکثر تو آج کل شریر ہی ہیں۔ پھر اگر اس نے نہ دیکھا تو تم کیوں اس کو دیکھ رہی ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ لعنت کرے اللہ تعالیٰ دیکھنے والے پر اور جس کو دیکھے۔ غرض اس موقع پر دولہا اور عورتیں سب گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پھر سہرہ باندھنا یہ دوسرا امر خلافِ شرع ہوا کیونکہ یہ رسم کفار کی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو تشبہ کرے کسی قوم کیساتھ وہ ان ہی میں سے ہے پھر لڑ جھگڑ کر اپنا حق لینا۔ اول تو ویسے بھی کسی پر جبر کرنا حرام ہے۔ اور بالخصوص ایک معصیت کا ارتکاب کر کے اس پر کچھ لینا بالکل گند در گند ہے ۔ اور نوشہ کے سر پر سے پیسوں کا اتارنا یہ بھی ایک ٹوٹکا ہے۔ جس کی نسبت حدیث میں ہے

کہ ٹوٹکا شرک ہے۔ غرض یہ بھی سراسر خلاف شرع امور کا مجموعہ ہے۔

(۱۲) اب برات روانہ ہوتی ہے یہ برات بھی شادی کا رکن اعظم سمجھا جاتا ہے اور اس کے لئے بھی دولہا والے کبھی دلھن والے بڑے بڑے اصرار اور تکرار کرتے ہیں۔ غرض اس سے ناموری اور تفاخر ہے اور کچھ عجب نہیں کہ کسی وقت میں جب کہ راستوں میں امن نہ تھا اکثر راہزنوں اور قزاقوں سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ مصلحت حفاظت دولہا دولھن واسباب زیور وغیرہ کے برات لیجانیکی رسم ایجاد ہوئی اور اسی وجہ سے گھر پیچھے ایک آدمی برات میں ضرور جاتا تھا۔ مگر اب تو نہ وہ ضرورت باقی رہی اور نہ کوئی مصلحت صرف افتخار و اشتہار رہ گیا ہے۔ پھر اکثر اس میں ایسا بھی کرتے ہیں کہ بلائے پچاس اور جا پہونچے سو۔ اول تو یہ بے بلائے اسی طرح کسی کے گھر جانا حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص دعوت میں بے بلائے جاوے وہ گیا تو چور ہو کر۔ اور نکلا لٹیرا ہو کر یعنی ایسا گناہ ہوتا ہے۔ جیسے چوری اور لوٹ مار کا پھر دوسرے شخص کی اس میں بے آبروئی بھی ہوجاتی ہے کسی کو رسوا کرنا یہ دوسرا گناہ ہوا۔ پھر ان امور کی وجہ سے اکثر جانبین میں ایسی ضدا ضدی اور بے لطفی ہوتی ہے کہ عمر بھر اس کا اثر قلوب میں باقی رہتا ہے۔ چونکہ نااتفاقی حرام ہے اس لئے اس کے اسباب بھی حرام ہوں گے۔ اس لئے یہ فضول رسوم ہرگز ہرگز جائز نہیں راہ میں جوگاڑی یا نوں پر جہالت سوار ہوتی ہے اور گاڑیوں کو بے تحاشا بلا ضرورت بھگانا شروع کرتے ہیں اس میں سیکڑوں خطرناک واردات ہوجاتے ہیں ظاہر ہے کہ ایسے مہلکہ اور خطرہ میں پڑنا بلا ضرورت کسی طرح جائز نہیں۔

اور کوئی شخص گھوڑ دوڑ کا شبہ نہ کرے کہ اگر اس میں قمار نہ ہو تو وہ اس وقت جائز ہے حالانکہ اس میں بھی خطرہ ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ اول تو گھوڑ دوڑ میں جس قدر سوار ہیں سب ماہر ہیں۔ اس میں یہ احتمال کم ہے اور یہاں

بھلیوں کے سوار سب اناڑی۔ یہاں احتمال ضرر کا غالب ہے۔ دوسرے وہاں ضرورت تعلیم و مشق فن کی ہے یہاں بجز مفاخرت کے اور کیا ضرورت ہے۔

(۱۳) دولہا اس شہر کے کسی متبرک مزار پر جا کر کچھ نقد چڑھا کر شامل برات ہوجاتا ہے اس میں جو عقیدہ جاہلوں کا ہے وہ یقینی شرک تک پہنچا ہوا ہے۔ اگر کوئی فہیم اس بدعقیدہ سے پاک بھی ہو تب بھی اس رسم سے چونکہ ان فاسد الاعتقاد لوگوں کے فعل کی تائید و ترویج ہوتی ہے اس لئے سب کو بچنا چاہئے۔

(۱۴) حجام آرندۂ مہندی کو بوقت پہنچانے مہندی کے وہ مقدار انعام دینا ہے کہ جس قدر انعام پر دولہا والا اس مقدار خرچ کا اندازہ کرلیتا ہے۔ جو اس کو فرد کمینان میں دینا پڑتا ہے یعنی یہ فرد اس انعام سے آٹھ حصہ زیادہ ہوتی ہے یہ بھی زبردستی کا ٹیکس ہے۔ کہ پہلے سے نوٹس دیا جاتا ہے کہ ہم تم سے اتنا روپیہ دلوادیں گے۔ چونکہ اس طرح جبراً دلوانا حرام ہے اس لئے اس کی تمہید اور اطلاع کے لئے اصطلاح مقرر کرنا بھی اسی کے حکم میں ہے کیونکہ معصیت کا عزم بھی معصیت ہے۔

(۱۵) کچھ مہندی دولہن کے لگائی جاتی ہے۔ اور باقی تقسیم ہوجاتی ہے۔ یہ دونوں امر بھی خواہ مخواہ التزام مالا یلزم ہیں اس طرح کہ اس کے خلاف کو عیب سمجھتے ہیں پس صریح تعدی حدود شرعیہ ہے (۱۶) برات آنے کے دن دولھن کے گھر عورتیں جمع ہوتی ہیں اس مجمع کے ظلمات اور نحوستیں اوپر عرض کرچکا ہوں۔

(۱۷) اور ہر کام پر پروت تقسیم ہوتے ہیں۔ مثلاً نائی نے دیگ کے لئے چولھا کھود کر پروت مانگا تو اس کو ایک خوان میں اناج اور اس پر گڑ کی ایک بھیلی رکھ کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر ہر خفیف کام پر بھی جرمانہ ہوتا ہے۔ خدمت گذاروں کو دینا بہت اچھی بات ہے مگر اس ڈھونگ کی کون ضرورت ہے۔ اس کا جو حق الخدمت سمجھا جاوے اس کو ایک دفعہ دے دیا جاوے۔ اس کی بنا بھی وہی

تشہیر ہے۔ پس علاوہ اس کے اس کو اجرت خدمت تو کہہ نہیں سکتے۔ کیونکہ اجرت کے لئے شرعاً تعین مقدار ضروری ہے اور یہاں ہرگز ایسا تعین نہیں ہے کہ پاؤ سیر کا بھی فرق نہ ہونے پائے۔ پس لابد انعام و احسان ہوگا۔ اس میں اس طرح زبردستی لینا حرام ہے۔ اور جس چیز کا لینا حرام ہے۔ دینا بھی حرام ہے۔ اور اگر اس کو اجرت کہا جاوے تو بوجہ مجہول ہونے کے اجارہ فاسد ہے اور اجارۂ فاسد حرام ہے۔
(۱۸) برات پہنچنے پر گاڑیوں کا گھانس دانہ اور مانگے کی گاڑیوں کو گھی اور گڑ بھی دیا جاتا ہے اس موقع پر اکثر گاڑیبان ایسا طوفان برپا کرتے ہیں کہ گھر والا بے آبرو ہو جاتا ہے اور باعث اس کے وہی برات لانے والے ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ امر مذموم کا سبب بننا بھی امر مذموم ہے۔ (۱۹) برات ایک جگہ قیام کرتی ہے اور طرفین کی برادری کے سامنے بری کھولی جاتی ہے۔ اب وقت آیا ہے اس معصیت ریاء و افتخار کے ظہور کا جو اصل مقصود تھا۔ اور اسی سبب سے یہ رسم ممنوع ہے۔ (۲۰) جس میں بعض اشیاء تو بہت ضروری ہیں۔ شاہانہ جوڑہ انگوٹھی پاؤں کا زیور سہاگ پڑہ عطر و تیل مسی سرمہ دانی کنگھی پان کھیلیں اور باقی غیر ضروری۔ جس قدر جوڑے بری میں ہوتے ہیں اتنی ہی مٹکیاں ہوتی ہیں۔ ان سب مہملات کا التزام مالا یلزم ہونا ظاہر ہے جس کا خلاف شرع ہونا بارہا مرقوم ہو چکا ہے اور ریا و نمود تو سب رسموں کی جان ہے اس کو تو کہنے کی حاجت ہی کیا۔
(۲۱) اس بری کو لیجانے کے واسطے دولہن کی طرف سے کمین خوان لیکر آتے ہیں۔ اور ایک ایک آدمی ایک ایک چیز سر پر لیجاتے ہیں دیکھئے اس ریاء کا اور اچھی طرح ظہور ہوا۔ گو وہ ایک ہی آدمی کے لے جانیکا بوجھ ہو مگر لے جائے اس کو ایک قافلہ تاکہ سلسلہ دراز معلوم ہو کھلا تکاثر و تفاخر ہے (۲۲) تمام مرد کنبہ کے بری کے ساتھ جاتے ہیں اور بری زنانہ مکان میں پہنچائی جاتی ہے۔ اس موقع پر اکثر بے احتیاطی

ہوتی ہے کہ مرد بھی گھر میں چلے جاتے ہیں اور مستورات کا بالکل بے حجابانہ سامنا ہوتا ہے نہیں معلوم کہ اس روز تمام گناہ اور بے غیرتی کی باتیں کس طرح حلال اور عین تہذیب ہو جاتی ہیں (۲۳) اس بری میں شاہانہ جوڑہ اور بعض چیزیں رکھ کر باقی چیزیں واپس ہو جاتی ہیں۔ جس کو دولہا والا بجنسہ صندوق میں رکھ لیتا ہے۔ جب واپس لینا تھا تو خواہ مخواہ بھیجنے کی کیوں تکلیف کی بس وہی نمود شہرت پھر جب واپس آنا یقینی ہے تب تو عقلاء کے نزدیک کوئی شان کی بات بھی نہیں ممکن ہے کہ کسی کی مانگ لایا ہو۔ پھر گھر آکر واپس کر دے گا۔ اور اکثر ایسا واقع بھی ہوتا ہے۔ غرض تمام لغویات شرع کے بھی خلاف اور عقل کے بھی خلاف پھر لوگ اس پر خوش ہیں (۲۴) بری کے خوان میں دلہن والوں کیطرف سے ایک یا سوا روپیہ ڈالا جاتا ہے جس کو بری کی چنگیر کہتے ہیں اور وہ دولہا کے نائی کا حق ہوتا ہے اس کے بعد ڈومنی ایک ڈوری لے کر دولہا کے پاس جاتی ہے۔ اور خفیف انعام دو آنے یا چار آنے دیا جاتا ہے اس میں بھی وہی التزام مالا یلزم اور فی التبرع سر تا سر ہے اور معلوم نہیں کہ ڈومنی صاحبہ کا کیا استحقاق ہے اور یہ ڈوری کیا واہیات ہے (۲۵) برات والے نکاح کے واسطے بلائے جاتے ہیں۔ خیر غنیمت ہے خطا معاف ہوئی ان خرافات میں اکثر اس قدر دیر لگتی ہے کہ اکثر تو تمام شب اسی کی نذر ہو جاتی ہے۔ پھر بدخوابی سے کوئی بیمار ہو گیا کسی کو سوء ہضم ہو گیا۔ کوئی غلبہ خواب سے ایسا سویا کہ صبح کی نماز ندارد ہو گئی۔ ایک رونا ہو تو رو دیا جائے یہاں تو سر سے پاؤں تک نور ہی نور بھرا ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔ (۲۶) سب سے پہلے سقہ پانی لے کر آتا ہے اس کو سوا روپیہ بیر گھڑی کے نام سے دیا جاتا ہے۔ گو دل نہ چاہے۔ مگر زکوٰۃ سے بڑھ کر فرض ہے۔ کہ ضرور دو غضب ہے کہ اول تو خیرات میں جبر جو محض حرام ہے۔ اور جبر کے کیا یہی معنی نہیں کہ لاٹھی ڈنڈا مار کر کسی سے کچھ لے لیا جاوے۔ بلکہ

یہ بھی جبر ہے کہ اگر نہ دیں گے تو بدنام ہونگے۔ پھر لینے والے خود مانگ کر جھگڑ جھگڑ کر لیتے
ہیں اور وہ بیچارہ اپنے ننگ و ناموس کے لئے دیتا ہے یہ سب جبر حرام ہے۔ پھر یہ
بیر گھڑی تو ہندوانہ لغت ہے معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے یہ رسم سیکھی ہے۔ یہ رسم دوہری
ظلمت ہوئی — (۲۷) اس کے بعد ڈوم شربت گھولنے کے واسطے آتا ہے
جس کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے اور شکر شربت کی دولھن والوں کے یہاں سے آتی ہے
یہاں بھی وہی جبر تبرعات موجود ہے پھر یہ ڈوم صاحب کس مصرف کے ہیں بیشک
شربت گھولنے کے لئے بہت ہی موزوں ہے کیونکہ آلات نشاط بجاتے بجاتے ہاتھ
میں مادہ سرور پیدا ہو گیا ہوگا تو شربت مل جانے سے پینے والوں کو سرور زیادہ ہوگا
(۲۸) قاضی صاحب کو بلا کر نکاح پڑھواتے ہیں۔ بس یہ ایک امر ہے جو تمام غیر
مشروعات میں ایک مشروع ہے۔ مگر اس میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر جگہ حضرات
قاضی صاحبان مسائل نکاح و متعلقات اس کے سے محض ناواقف ہوتے ہیں کہ
بعض مواقع پر یقیناً نکاح بھی درست نہیں ہوتا۔ تمام عمر بدکاری ہوا کرتی ہے اور
بعض ایسے طمّاع کہ روپیہ سوا روپیہ کے لالچ میں آ کر جس طرح فرمائش کیجاوے کر
گذرتے ہیں خواہ نکاح ہو یا نہ ہو۔ اس میں بہت اہتمام چاہئے کہ نکاح پڑھنے والا
خود عالم ہو یا کسی عالم سے خوب تحقیق کر کے نکاح پڑھے — (۲۹) اور ان کو کچھ
دے کر رخصت کرتے ہیں اکثر جگہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ لوگ اس کو اپنا حق واجب
الاداء سمجھتے ہیں اور حتیٰ کہ اگر کوئی نہ دے یا معین مقدار سے کم دے تو اس سے تکرار
کرتے ہیں تقاضا کرتے ہیں بڑی تہذیب کا کام فرمایا کہ زبان سے تو نہ بولیں گے مگر
دل میں ضرور ناخوش ہوتے ہیں تو ایسے لینے کی نسبت رفاہ المسلمین شرح مسائل
اربعین میں خزانۃ الروایات سے حرام ہونا نقل کیا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ایک
یہ رواج ہو رہا ہے کہ اکثر جگہ قاضی لوگ اپنا نائب بھیجدیتے ہیں اور ان کو جو کچھ

ملتا ہے۔ اس میں زیادہ حصہ قاضی کا اور تھوڑا سا اس نائب کا ہوتا ہے یہ استحقاق قاضی صاحب کا محض بلا دلیل ہے۔ اور اس پر کد اور مطالبہ کرنا بالکل ناجائز ہے۔ یہ امر قابل یاد رکھنے اور لحاظ کرنے کے ہے کہ البتہ خوشی سے اگر صاحب تقریب کچھ دیدے لینا جائز ہے اور جس کو دیا ہے اسی کی ملک ہے مثلاً اگر نائب کو خوشی سے دیا تو تمام تر اسی کی ملک ہے منیب صاحب اس سے اس وجہ سے بیلتے ہیں کہ ہم نے تم کو مقرر کیا ہے سو اس وجہ سے لینا رشوت اور حرام ہے راشی و مرتشی یعنی نائب اور منیب دونوں عاصی ہوتے ہیں ــــ (۳۰) اس کے بعد اگر دولھا والے چھوارے لے گئے ہوں تو وہ لٹا دیتے ہیں یا تقسیم کر دیتے ہیں ورنہ وہی شربت خواہ گرمی ہو خواہ سردی علاوہ التزام مالایلزم کے جو کہ شربت میں ہے کسی کو بیمار ڈالنے کا سامان کرنا جیسا کہ بعض فصلوں میں شربت پینے سے واقع ہوتا ہے کہاں جائز ہے۔

(۳۱) اب دولھن کی طرف کا نائی ہاتھ دھلاتا ہے اس کو سوا روپیہ ہاتھ دھلائی دیا جاتا ہے یہ انعام فی نفسہ ایک تبرع اور احسان ہے مگر اس کو دینے والے اور لینے والے حق واجب اور رینگ سمجھتے ہیں۔ اس طرح سے دینا لینا حرام ہے۔ کیونکہ تبرع میں جبر حرام ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے اور اگر حق الخدمت کہا جاوے تو دولھن والوں کا خادم ہے ان کے ذمہ ہونا چاہئے دولھا والوں سے کیا واسطہ ہے یہ تو مہمان ہیں علاوہ خلاف شرع ہونے کے خلاف تہذیب بھی کس قدر ہے۔ کہ مہمانوں سے فیس اور اجرت نوکروں کی وصول کی جاوے ــــ (۳۲) دولھا کے لئے گھر میں سے شکرانہ بن کر آتا ہے جو خالی رکابیوں میں سب براتیوں کو تقسیم کیا جاتا ہے اس میں التزام مالایلزم کے عقیدہ کا بھی فساد ہے یعنی اگر یہ شکرانہ بنایا نہ جائے تو باعث نامبارکی سمجھتے ہیں بلکہ اکثر رسوم میں یہی عقیدہ ہے۔ یہ خود شعبہ شرک کا ہے۔ حدیث میں ہے کہ طِیَرہ یعنی بدشگونی اور نامبارکی کی کچھ اصل نہیں شریعت جس کو بے اصل بتلاوے اور لوگ

اس پر پل بناکر کھڑا کریں بتلائیے شریعت کا مقابلہ ہے یا نہیں۔
(۳۳) اس کے بعد سب براتی کھاکر چلے جاتے ہیں لڑکی والے کے گھر سے نوشہ کے لئے پلنگ سجاکر بھیجا جاتا ہے۔ اور کیسے اچھے وقت بھیجا جاتا ہے جب تمام شب زمین پر پڑے پڑے ہڈیاں چور ہوچکیں اب مرہم آیا ہے واقعی حق دار تو ابھی ہوا ہے اس سے پہلے تو اجنبی شخص تھا بھلے مانسو اگر داماد نہ تھا تو بیچارہ بلایا ہوا مہمان تو تھا۔ آخر مہمان کی مدارات کا بھی حکم شرع میں اور عقل میں ہے یا نہیں اور دوسرے براتی اب بھی فضول ہی رہے۔ ان کی اب بھی کسی نے بات نہ پوچھی صاحبو وہ بھی تو مہمان ہیں۔
(۳۴) حجام آرندۂ پلنگ کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ چارپائی اس علّت کے لئے آئی تھی استغفر اللہ اس میں بھی وہی جبر فی التبرع ظاہر ہے۔
(۳۵) پچھلی شب کو ایک خوان میں شکرانہ بھیجا جاتا ہے جس کو برات کے لڑکے مل کر کھاتے ہیں۔ چاہے ان کم بختی ماروں کو تداخل ہی ہوجائے مگر شادی والوں کو اپنی رسمیں پوری کرنے سے کام پہلے جہاں شکرانہ بنانے کا ذکر آیا ہے وہاں بدلیل بیان ہو چکا ہے کہ یہ بھی خلاف شرع ہے۔ (۳۶) حجام آرندۂ خوان کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے۔ کیوں نہ دیا جاوے ان حجام صاحب کے بزرگوں نے اس بیچارے براتی کے باپ دادا کو قرض روپیہ چلا یا تھا یہ بیچارہ اس کو ادا کر رہا ہے۔ ورنہ اس کے باپ دادا جنت میں جانے سے اٹکے رہیں گے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔
(۳۷) صبح کو برات کے بھنگی دولھن والوں کے گھر دف بجاتے ہیں۔ یہ دف برات کے ساتھ آئے تھے اور دف فی نفسہ جائز بھی تھے مگر شریعت نے اس میں یہ مصلحت رکھی ہے کہ اس سے اعلان نکاح کا ہوجاوے جو مطلوب ہے لیکن اب یقینی بات ہے کہ اظہار شان وشوکت وتفاخر کے لئے بجایا جاتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جو مباح ذریعہ معصیت بن جاوے وہ بھی معصیت ہوجاتا ہے اس لئے یہ

دف بھی موقوف کرنے کے قابل ہے۔ اعلان کے ہزاروں طریقے ہیں اور اب تو ہر کام مجمع میں ہوتا ہے۔ پہلے سے ذکر مذکور ہوا کرتا ہے بعد میں مدتوں تذکرہ رہتا ہے۔ بس یہ اعلان کافی ہے اور اگر دف کے ساتھ شہنائی بھی ہو تو کسی حال میں جائز نہیں عربی میں اس کو مزامیر کہتے ہیں۔ حدیث میں اس کا مذموم ومکروہ ہونا آیا ہے۔

(۳۸) اور دلہن والوں کیطرف کا بھنگی برات کے گھوڑوں کی لید اٹھاتا ہے اور دونوں طرف کے بھنگیوں کو برابر نیگ لید اٹھائی اور صفائی کا ملتا ہے بھلا اس ٹھیٹرہ بدلائی سے کیا فائدہ دونوں کو جب برابر ملتا ہے تو اپنے اپنے کمینوں کو دیدیا ہوتا۔ خواہ مخواہ دوسروں سے دلا کر تبرعات میں جبر لازم کرایا۔ جس کا ناجائز ہونا اوپر گزر چکا۔

(۳۹) دولہن والوں کی ڈومنی دولھا کو پان کھلانے کے واسطے اپنا پروت موافق دستور کے لیکر جاتی ہے اور اس کو کچھ انعام ملتا ہے۔ بیچارے کو آج ہی لوٹ لو کچھ بچا کر لے جانے نہ پاوے بلکہ اور قرض کر جاوے۔ اسی جبر فی التبرع کو یاد کر لو۔

(۴۰) اس کے بعد نائن دولھن کا سر گرکے کنگھی کو ایک کٹورہ میں رکھ کر لے جاتی ہے اور اس کو سر بندھائی اور بوڑے بسائی کے نام سے کچھ دیا جاتا ہے۔ کیوں نہ دیا جائے یہ بیچارہ سب کا مقروض بھی ہے یہاں بھی اس جبر کو یاد کر لو۔

(۴۱) اس کے بعد فرد انعام کمینان دولھن والوں کیطرف سے تیار ہو کر دولھا والوں کو دی جاتی ہے وہ خواہ اس کو تقسیم کر دے یا ایک مشت روپیہ دولھن والوں کو دیدے۔ اس میں بھی وہی تبرع میں جبر لازم آتا ہے جس کا حرام ہونا کئی بار مذکور ہو چکا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب یہ لوگ ایسے ہی موقع کے توقع سے عمر بھر خدمت کرتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ جس کی خدمت کی ہے اس سے حق الخدمت لینا چاہئے یہ کیا لغو حرکت ہے کہ خدمت کریں زید کی اور حق الخدمت ادا کرے عمرو۔

(۴۲) نوشہ گھر میں بلایا جاتا ہے اور اس وقت پوری بے پردگی ہوتی ہے اور

بعض باتیں بیحیائی کی اس سے پوچھی جاتی ہیں جس کا گناہ اور بے غیرتی ہونا محتاج بیان نہیں ۔ (۴۳) اگر بہت غیرت کو کام فرمایا گیا تو اس کا رومال گھر میں منگایا جاتا ہے۔ اور اس وقت سلامی کا روپیہ جمع کر کے جو بطور نوتہ کے ہوتا ہے۔ دولھا کو دے جاتے ہیں اور شادیوں میں کئی موقعوں پر نوتہ جمع ہوتا ہے جس کی اصل یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے زمانہ میں کسی غریب آدمی کو کوئی تقریب پیش آئی اس کے عزیزوں نے بطور امداد کے کچھ جمع کر کے دیدیا چونکہ اس وقت ان امور میں اتنا طول نہ تھا تھوڑے سے سرمایہ میں سب ضروری کام انجام پاگئے نہ اس کو بار ہوا کہ مفت رقم ہاتھ آگئی نہ دینے والوں پر گراں ہوا کسی کا زیادہ خرچ نہیں ہوا اگر بطور تبرع واحسان کے دیتے ہوں گے تو اس کا عوض نہ چاہتے ہوں گے گو دوسرا شخص بقاعدہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کے اس کی ضرورت کے وقت اس کی اعانت کر دیتا ہو بشرط گنجائش و بلا لحاظ کمی وبیشی کے اور اگر بطور قرض کے ہوتا ہوگا تو اس کو یہ قرض بتدریج ادا کر دینا آسان ہوتا تھا۔ واقعی اس وقت یہ مصلحت نہایت مفید تھی اور اب تو اس میں کوئی بھی مصلحت نہیں رہی جس قدر صرف ہوتا ہے۔ اس کا کوئی جزء معتد بہ نوتہ میں جمع نہیں ہوتا۔ پھر ناحق مقروض بننے سے کیا نفع پھر اکثر اس پر تکرار اور رنج بھی ہوتا ہے غرض بے ضرورت مقروض ہونا بھی منع ہے رنج و تکرار کا کام کرنا بھی منع ہے۔ پھر گنجائش کے وقت ادا نہیں کر سکتے جب دوسرے شخص کے یہاں کوئی تقریب ہو تب ہی ادا کرنا ممکن ہے اگر اس وقت پاس نہ ہو تو بعض اوقات سودی قرض لے کر دینا پڑتا ہے یہ بھی گناہ ہی ہے۔ جس دستور میں اتنے گناہ ہوں بیشک واجب الترک ہیں۔

(۴۴) اس میں ڈومنی اور نائن کا نیگ بقدر آٹھ آنہ نکالا جاتا ہے۔ اللہ میاں کی زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ اتنا فرض نہیں سمجھتے۔ کھیت کا دسواں حصہ

واجب نہیں جانتے مگر انکا حصہ نکالنا سب فرائض سے بڑھکر فرض بیا التزام مالا یلزم کس قدر
نخواہ ہے۔ پھر یہ کہ نائن تو خدمتی بھی ہے بھلا یہ ڈومنی کس مصرف کی ہے جو ہر جگہ اس کا سا
جھا اور حق رکھا ہوا ہے۔ بقول شخصے بیاہ میں بیچ کا لیکھا۔ شاید گانے بجانے کا حق الخدمت
سمجھا جاوے تو اس خدمت کی کیفیت سن لینا چاہیئے۔ اکثر لوگ یہ سنکر کہ شادی میں گیت درست
ہے بید ھڑک ڈومنیاں گواتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ درست کس طرح تھا اور اب رواج کس طرح
پر ہے اسکی تو مثال ایسی ہے کہ کوئی کسی کی روٹی غصب کرکے لاوے اور مفتی سے پوچھے کہ روٹی
حرام ہے یا حلال اور اس سے حلال سنکر خوب غصب کیا کرے ظاہر ہے کہ ایسے فتوی سے کام نہیں
چل سکتا اس کو یہ پوچھنا چاہیئے تھا کہ میرے پاس غصب کی روٹی ہے وہ حلال ہے یا
حرام پھر دیکھو اس کو کیا جواب ملتا ہے۔ غرض یہ گیت ڈمنیوں کا جس طرح رائج ہے
اس کو دیکھنا چاہیئے کہ اس میں کچھ خرابی ہے یا نہیں۔ تو اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ ڈومنیاں
آنے اور گیت سے گاتی ہیں یا نہیں؟ بیشک گیت سے گاتی ہیں۔ تو ذرا کسی عالم سے پوچھیو تو سہی
کہ عنا امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں حرام ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ عید کے روز پیغمبر صلے اللہ
علیہ وسلم کے روبرو بھی دو لڑکیوں نے گایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو وہ نابالغ لڑکیاں تھیں
دوسرے وہ اتار چڑھاؤ سے نہ گاتی تھیں چنانچہ حدیث میں لفظ "جاریتین" "ولیستا بمغنیتین"
اس معنی کی دلیل ہے اور یہ بتلاؤ کہ ان کی آواز اجنبی مردوں کے کانوں میں پہنچتی ہے یا نہیں۔ اور
نامحرم عورتوں کی آواز کسی غیر مرد کے کانوں میں جانا اور اس طرح سے کہ سننے سے خرابی پیدا
ہو حرام ہے یا نہیں پھر اس راگ میں یہ بھی خاصیت ہے کہ جو صفات قلب میں غالب ہوتے
ہیں ان کو اور زور ہو جاتا ہے۔ تو بتلاؤ کہ ہم لوگوں کے قلب میں صفات خبیثہ کا غلبہ ہے
یا نہیں۔ اور صفاتِ خبیثہ کا قوت دینا حرام ہے یا نہیں۔ پھر یہ کہ آدھی آدھی بلکہ تمام تمام رات
اور کہیں کہیں ڈھولک بھی پٹتا ہے جس سے پاس والوں کی عموماً اور حاضرین مجلس کی
خصوصاً نیند ضائع ہوتی ہے۔ اور صبح ہوتے سب مردہ کیطرح پڑ پڑ کر سوتے ہیں

پس صبح کی نمازیں ان کی قضا ہوتی ہیں یا نہیں اور نماز کا قضا کرنا اور جس شغل کیوجہ سے نماز قضا ہو وہ شغل حرام ہے یا نہیں۔ اور کہیں کہیں مضامین گیت کے خلاف شرع بھی ہوتے ہیں پس اسکے گانے اور سننے سے سب کو گناہ ہوتا ہے یا نہیں۔ اب بتلاؤ کہ اسطرح کا گیت گانا اور گوانا حرام ہے یا نہیں پھر جب وہ حرام ہوا تو اس کی اجرت دینا دلانا کس طرح جائز ہوگا۔ اور اجرت بھی کس طرح کہ گھر والا تو اس لئے دیتا ہے کہ اس نے بلایا اس کے یہاں تقریب ہے بھلا اور آنیوالوں کی کیا کمبختی ہے کہ ان سے بھی جبراً وصول کیا جاتا ہے۔ اور جو نہ دے اس کی تذلیل وتحقیر اور طعن وتشنیع کی جاتی ہے۔ وہی جبر تبرعات کا قصہ یاد کرلیا جائے۔ پس ایسے گانے کو اور ایسے حق کو کیونکر حرام نہ کہا جاوے — (۴۵) بعد فراغت کھانے کے جہیز کی تمام چیزیں مجمع عام میں لائی جاتی ہیں اور ایک ایک چیز سب کو دکھلائی جاتی ہے اور زیور کی فہرست سب کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ فرمایئے کہ یہ پوری ریا ہے یا نہیں علاوہ اس کے زنانہ کپڑوں کا مردوں کو دکھلانا کس قدر غیرت کے خلاف ہے (۴۶) اور سوا روپیہ نیگ کمینوں کا جہیز کے اخوان میں ڈالا جاتا ہے وہی جبر فی التبرع کا مضمون یاد دلایا جاتا ہے — (۴۷) اب لڑکی کی رخصت ہونے کا وقت آیا۔ میانا یا پالکی دروازہ میں رکھ کر دولھن کے باپ یا بھائی وغیرہ اس کے سر پر ہاتھ دھرنے کو بلائے جاتے ہیں اور اکثر مردوں عورتوں کا آمنا سامنا ہوجاتا ہے جس کا مذموم ہونا ظاہر ہے — (۴۸) اور لڑکی کو رخصت کرکے ڈولے میں بٹھلاتے ہیں اور مقتضائے عقل کے خلاف سب میں رونا پیٹنا مچتا ہے۔ ممکن ہے کہ بعض کو مفارقت کا قلق ہو۔ مگر اکثر تو رسم ہی پورا کرنیکو روتی ہیں کہ کوئی یوں کہے گا کہ ان لوگوں پر لڑکی بھاری تھی اس کو دفع کرکے خوش ہوئے اور یہ جھوٹا رونا ناحق کا فریب ہے جو کہ عقلاً ونقلاً گناہ ہے — (۴۹) اور دولھن کے دوپٹہ کے ایک پلہ میں کچھ نقد اور دوسرے میں ہلدی کی گرہ اور تیسرے میں جائفل چوتھے میں

چاول اور گھاس کی پتی باندھتے ہیں یہ ایک شگون اور ٹوٹکا ہے جو علاوہ خلاف عقل ہونے کے شعبہ شرک کا ہے ـــ (۵۰) اور ڈولے میں مٹھائی کی چنگیر رکھدیتے ہیں جس کا مصرف آگے آتا ہے۔ اس سے اس کا بیہودہ اور ممنوع ہونا معلوم ہوجائے گا ـــ (۵۱) اول ڈولہ دولھن کیطرف کے کہار اٹھاتے ہیں اور دولھا والے اس پر سے بکھیر شروع کرتے ہیں۔ اگر اس میں کوئی اثر شگونی بھی سمجھتے ہیں کہ ان کے سر پر آفات اتر گئیں تب تو فساد اعتقاد بھی ہے ورنہ نام ونمود شہرت کی نیت ہونا ظاہر ہے غرض ہر حال میں مذموم ہے۔ پھر لینے والے اس بکھیر کے بھنگی ہوتے ہیں جس سے تاویل صدقہ کی بھی نہیں چل سکتی۔ ورنہ غریبوں محتاجوں کو دیتے۔ بھنگی سب سے زیادہ دنیا میں فضول ہیں۔ ان کو بلاؤں کا لینے والا سمجھ لیا ہے۔ اس لئے ان کو اس کا مصرف قرار دیا پس یہ ایک طرح کا اسراف بھی ہے کہ مستحقین کو چھوڑ کر غیر مستحقین کو دیا۔ پھر اس میں بعض کے چوٹ بھی لگ جاتی ہے کسی کے تو بھیڑ کیوجہ سے اور کسی کے خود روپیہ پیسہ لگ جاتا ہے۔ یہ خرابی مزید براں ہے ـــ (۵۲) ان بکھیر میں سے ایک مٹھی ان کہاروں کو دی جاتی ہے بابت بکھیر کے اور یہ سب کمینوں کا حق ہوتا ہے وہی جبر فی التبرع کا ناجائز ہونا یاد کرلیا جائے ـــ (۵۳) جب بکھیر کرتے ہوئے شہر کے باہر پہنچتے ہیں۔ تو یہ کہار ڈولہ کسی باغ میں رکھ کر اپنا نیگ سوا روپیہ لے کر چلے جاتے ہیں۔ وہی جبر تبرع یہاں بھی ہے ـــ (۵۴) اور دولھن کے عزیز واقارب جو اس وقت تک ڈولہ کے ساتھ ہوتے ہیں رخصت کرکے چلے جاتے ہیں اور وہاں پروہ چنگیر مٹھائی کی نکال کر براتیوں میں بھاگ دوڑ چھینا جھپٹی شروع ہوتی ہے۔ اس میں علاوہ التزام مالایلزم کے اکثر یہ بے احتیاطی ہوتی ہے کہ اجنبی مرد ڈولے میں اندھا دھند ہاتھ ڈالکر وہ چنگیر لے لیتے ہیں اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ پردہ کھل جائیگا

نائن یا دولہن کو ہاتھ لگ جاویگا۔ اور بعض غیرت مند اعزہ دولہن یا دولھا کے اس
پر جوشش کھاکر سخت وسست کہتے ہیں۔ جن میں بڑی دور نوبت پہنچتی ہے۔ مگر
اس منحوس رسم کو کوئی نہیں چھوڑتا تمام تکا فضیحتی منظور مگر اس کا قضا کرنا نامنظور۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون — (۵۵) راستے میں جو اول ندی ملتی ہے
تو کہار لوگ، اس ندی پر پہنچکر ڈولہ رکھ دیتے ہیں کہ ہمارا حق دو تب ہم پار جاویں اور
یہ حق کم از کم ایک روپیہ ہوتا ہے جس کو دریا اتروائی کہتے ہیں یہ بھی جبر فی التبرعات ہے۔
(۵۶) جب مکان پر ڈولہ پہنچتا ہے تو کہار لوگ ڈولہ نہیں رکھتے جب تک ان
کو ایک روپیہ چار آنہ ڈولہ ٹکوائی نہ دیا جاوے۔ اگر یہ انعام ہے تو انعام میں جبر کیسا
اور اگر اجرت ہے تو اجرت کیطرح ہونا چاہئے کہ جب کسی کے پاس ہوا دیدیا اس کا
وقت معین کرکے مجبور کرنا بجز اتباع رسم کے اور کچھ بھی نہیں جس کو التزام مالا یلزم
کہنا چاہیے — (۵۷) جب کہار ڈولہ رکھ کر چلے جاتے ہیں تو دھیانیاں
بہو کو ڈولہ میں سے نہیں اتارنے دیتیں جب تک ان کو حق نہ دیا جاوے۔ بلکہ اکثر
دروازہ بند کرلیتی ہیں جس کے یہ معنی ہیں کہ ہم کو جب تک نیگ نہ دیا جاوے ہم دولھن
کو گھر میں نہ گھسنے دیں گے یہ بھی جبر فی التبرع ہے — (۵۸) اس کے بعد نوشہ کو
دروازہ میں بلاکر ڈولہ کے پاس کھڑا کیا جاتا ہے اس کی سخت پابندی بھی ہے اور یہ
ایک قسم کا شگون ہے جس کی بنا فساد اعتقاد ہے۔ اور اکثر اس وقت پردہ دار عورتیں
بھی بے تمیزی سے سامنے آکھڑی ہوتی ہیں — (۵۹) عورتیں صندل اور
مہندی کی پلیس لوٹ جاتی ہیں اور دولہن کے داہنے پاؤں اور کوکھ کو ایک ایک ٹیکہ لگاتی
ہیں یہ صریح ٹوٹکہ ہے جو شعبۂ شرک ہے — (۶۰) تیل اور ماش صدقہ کرکے بھنگن کو
دیا جاتا ہے۔ اور میانہ کے چاروں پایوں پر تیل چھڑکا جاتا ہے۔ دیکھئے وہی
فساد عقیدہ کا روگ اس لغو حرکت کا منشاء ہے — (۶۱) اور اس وقت

ایک بکرا گڈریئے سے منگاکر نوشہ اور دولہن کے اوپر سے صدقہ کرکے اس گڈریئے کو کچھ نیگ کے جس کی مقدار دو آنہ چار آنہ ہوتے ہیں دیدیا جاتا ہے دیکھئے یہ کیا حرکت ہے۔ اگر بکرا خریدا ہے تو اس کی قیمت کہاں ہے۔ اگر دو آنہ چار آنہ قیمت ہے تو بھلا ویسے تو اننے کے خرید لو۔ اور اگر خریدا نہیں تو گڈریہ کی ملک ہے غیر کے مال میں صدقہ چہ معنی۔ وہی بات ہوئی حلوائی کی دوکان پر نانا جی کی فاتحہ۔ پھر صدقہ کا مصرف گڈریہ بہت موزوں ہے غرض سرتا پا لغو حرکت اور بالکل اصول شریعت کے خلاف ہے۔ (۶۲) اس کے بعد بہو کو اتار کر گھر میں لاتے ہیں اور ایک بوریہ پر قبلہ رخ بٹھاتے ہیں اور سات سہاگنیں ملکر تھوڑی تھوڑی کھیر بہو کے داہنے ہاتھ پر رکھتی ہیں۔ اور اس کھیر کو ان میں سے ایک سہاگن منہ سے چاٹ لیتی ہے یہ رسم تمامتر شگونوں اور فالوں سے مرکب ہے جسکا مبنیٰ فساد عقیدہ ہے اور قبلہ رخ ہونا بہت برکت کی بات ہے مگر جب اس کی پابندی فرائض سے بڑھ کر ہونے لگے اور اس کے ترک کو موجب بدشگونی سمجھیں تو یہ تعدی حدود میں داخل ہوجاوے گا۔ (۶۳) یہ کھیر دو طباقوں میں اتاری جاتی ہے ایک ان میں سے ڈومنی کو۔ شاباش ری ڈومنی تیرا تو سب جگہ ظہور ہے اور ایک نائن کو مع کچھ انعام کے جس کی مقدار کم سے کم پانچ ٹکے ہیں دیئے جاتے ہیں یہ سب بناء فاسد علی الفاسد ہے۔ (۶۴) اس کے بعد ایک یا دو من کی کھیر برادری میں تقسیم کی جاتی ہے جس میں بجز ریاء اور کچھ بھی نیت نہیں۔

(۶۵) اس کے بعد بہو کا منہ کھولا جاتا ہے۔ اور سب سے پہلے ساس یا بڑی عورت خاندان کی بہو کا منہ دیکھتی ہے اور کچھ منہ دکھلائی دیتی ہے جو ساتھ والی کے پاس جمع ہوتا رہتا ہے اس کی ایسی سخت پابندی ہے کہ جس کے پاس منہ دکھلائی نہ ہو وہ ہرگز ہرگز منہ نہیں دیکھ سکتی کیونکہ لعنت و ملامت کا اتنا بھاری

بوجھ اس پر رکھا جاوے جس کو وہ کسی طرح اٹھا ہی نہ سکے غرض اس کو واجبات سے قرار دیا ہے جو صریح تعدی حدود شرعیہ ہے پھر اس کی کوئی وجہ معقول سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کے ذمہ منہ پر ہاتھ رکھنا بلکہ ہاتھوں پر منہ رکھنا یہ کیوں فرض کیا گیا ہے اس طرح کہ اگر کوئی نہ کرے گویا قضیہ فرضیہ ہے۔ تو تمام برادری میں بے حیا اور بے شرم اور بے عزت مشہور ہو جاوے بلکہ ایسا تعجب کریں کہ جیسے کوئی سمجھدار مسلمان کافر بن جاوے۔ پھر بتلایئے یہ بھی تعدی حدود ہے یا نہیں؟ اس شرم شرم میں اکثر دلہنیں نماز قضا کر ڈالتی ہیں اگر ساتھ والی نے پڑھوا دی تو خیر ورنہ مذہب مستورات میں اس کو اجازت نہیں کہ خود اٹھ کر یا کسی سے کہہ سن کر نماز کا انتظام کرلے۔ اس کو حرکت کرنا بولنا چالنا کھانا پینا اگر کھجلی بدن میں اٹھے تو کھجلانا اگر جمائی یا انگڑائی کا غلبہ ہو جمائی انگڑائی لینا۔ یا نیند آنے لگے تو لیٹ رہنا۔ یا اگر پیشاب پاخانہ خطا ہونے لگے تو اس کی اطلاع تک کرنا بھی اس مذہب زنان میں حرام بلکہ کفر ہے۔ خدا جانے کیا جرم کیا تھا جو ایسی سخت کال کوٹھری میں یہ مظلومہ مقید کی گئی ہے۔ ہائے یہ شان تو بندے کی اپنے مالک حقیقی کے روبرو ہونا زیبا تھی اور جن کی ہے ان کی ہے بھی ؎

اے قلم بنگر گر اجلالیستی — درمیانِ اصبعینِ کیستی

یا الٰہی اپنی رحمت کا صدقہ مجھ نالائق کو ایسا انقیاد و تسلیم فرما دیجئے۔ اور بعض شہروں میں یہ خرافات ہیں کہ مرد بھی دلہن کا منہ دیکھتے ہیں۔ استغفر اللہ نعوذ باللہ۔ (۶۶) پھر سب عورتیں منہ دیکھتی ہیں اس کے بعد کسی کا بچہ بہو کی گود میں بٹھاتے ہیں اور کچھ مٹھائی دے کر اٹھا لیتے ہیں وہی خرافات شگون مگر کیا ہوتا ہے اس پر بھی بعضوں کے تمام عمر اولاد نہیں ہوتی توبہ توبہ کیا برے خیالات ہیں۔ (۶۷) اس کے بعد بہو کو اٹھا کر چارپائی پر بٹھاتے ہیں۔ پھر دلہن

کے داہنے پیر کا انگوٹھا نائن دھوتی ہے اور وہ روپیہ یا اٹھنی وغیرہ جو بہو کے ایک پلے میں بندھا ہوتا ہے انگوٹھا دھلوائی میں نائن کو دیا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ بھی کوئی شگون ہے — (۶۸) بعد آنے دولھن کے شکرانہ کے دو طباق یک اس کے لئے دوسرا نائن کے لئے جو بہو کے ساتھ آتی ہے بنائے جاتے ہیں اس وقت بھی وہی سات سہاگنیں ملکر کچھ دانہ بہو کے منہ کو لگاکر (اس بیچاری کے للچانے کے لئے) آپس میں سب ملکر کھا لیتی ہیں (شاباش) یہ سب شگون معلوم ہوتا ہے —

(۶۹) پھر دولھا والوں کی نائن دولھن والوں کی نائن کا ہاتھ دھلواتی ہے۔ اور یہ نائن موافق تعلیم اپنے آقا کے کچھ نقد ہاتھ دھلوائی میں دیتی ہے۔ اور کھانا شروع کردیتی ہے۔ یہ بھی التزام مالا یلزم اور جبر فی التبرع ہے — (۷۰) بوقت کھانا کھانے کے ڈومنیاں گالیاں گاتی ہیں کمبختوں پر خدا کی مار اور اس نائن سے نیگ لیتی ہے۔ ماشاءاللہ ہمارے بھائیوں کی نائن بھی بادشاہوں سے شان میں کم نہیں" گالی ہے بدشنامی خلعت بہ ہند" مگر گالی ہے کا فرق ہے کیونکہ ان کی قسمت میں ہمیشہ کے لئے یہ دولت لکھی ہے کہ گالیاں کھاؤ اور انعام دو۔" نعوذ باللہ من الجہل "!

(۷۱) جب جہیز کھولا جاتا ہے تو ایک جوڑہ ساتھ والی نائن کو دیا جاتا ہے۔ اور ایک جوڑہ سب دھیانیاں آپس میں تقسیم کرلیتی ہیں " چہ خوش مان نہ مان میں تیرا مہمان" اگر کوئی کہے کہ نہیں صاحب سب مانے ہوئے ہیں تو حضرت مانے ہوئے آپ ہی ہیں کہ نہ ماننے سے نکو بنائے جاویں گے ایسا زبردستی کا ماننا تو وہ بھی مان لیتا ہے جس کی چوری ہوئی ہے اور خاموش ہو کر بیٹھ رہتا ہے۔ یا کوئی ظالم غصب کرلیتا ہے۔ اور یہ ڈر کے مارے نہیں بولتا۔ ایسے ماننے سے کسی کا مال نہیں ہوجاتا اسی طرح بعض جگہ یہ بھی دستور ہے کہ جہیز میں بٹوے اور کمر بند اور تلے دانیاں ہوتی ہیں وہ سب دھیانیاں آپس میں تقسیم کرلیتی ہیں اور حصہ سد بہو کو بھی

دیتی ہیں (۲ ے) شب کا وقت تخلیہ کا ہے جس میں بعض بے حیا عورتیں جھانکتی تانکتی ہیں اور مطابق مضمون حدیث شریف کے داخل دائرہ لعنت ہوتی ہیں۔
(۳ ے) بوقت صبح عجب بے حیائی ہوتی ہے کہ شب خوابی کا بستر چادر وغیرہ دیکھتے ہیں اس سے بڑھ کر بعض جگہ یہ غضب ہے کہ تمام کنبہ میں نائن کے ہاتھ پھیرایا جاتا ہے کسی کا راز معلوم کرنا مطلقاً حرام ہے بالخصوص ایسی حیا کی بات کی تشہیر سب جانتے ہیں کہ کس قدر بے غیرتی کی بات ہے۔ مگر افسوس ہے کہ عین وقت پر کسی کو ناگوار نہیں معلوم ہوتا اللہ بچاوے — (۴ ے) بوقت شام یعنی درمیان عصر و مغرب بہو کا سر کھولا جاتا ہے اور اس وقت ڈومنیاں گاتی جاتی ہیں اور ان کو ایک روپیہ چار آنہ یا پانچ ٹکے مانگ بھر آئی اور سر کھلائی کے نام سے دیئے جاتے ہیں۔ اس میں التزام مالایلزم اور گانے کی اجرت کی خرابی موجود ہے — (۵ ے) بہو کے آنے سے اگلے دن اس کے عزیز قریب دو چار گاڑیاں اور مٹھائی وغیرہ لیکر آتے ہیں۔ اس آمد کا نام چوتھی ہے اس میں بھی مالایلزم کی علت لگی ہوئی ہے۔ علاوہ اس کے یہ ماخوذ ہے کفار ہند سے اور تشبہ بالکفار کا ممنوع ہونا ظاہر ہے — (۶ ے) بہو کے بھائی وغیرہ گھر میں بلائے جاتے ہیں اور بہو کے پاس علیحدہ مکان میں بیٹھتے ہیں۔ اکثر اوقات یہ لوگ شرعاً نامحرم بھی ہوتے ہیں مگر اس کی کچھ تمیز نہیں ہوتی کہ نامحرم کے پاس تنہا مکان میں بیٹھنا خصوصاً زیب و زینت کے ساتھ کس قدر گناہ اور بے غیرتی ہے وہ اکثر بہو کو کچھ نقد دیتے ہیں۔ اور کچھ مٹھائی کھلاتے ہیں اور چوتھی کا جوڑا مع تیل و عطر و خرچ کمینان گھر میں بھیجدیتے ہیں۔ یہ سب التزام مالایلزم میں داخل ہے۔
(۷ ے) جب نائی ہاتھ دھلانے آتا ہے تو وہ اپنا نیگ جو زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ چار آنہ اور کم سے کم چار آنہ ہے لے کر ہاتھ دھلواتا ہے اس فرضیت کا بھی کچھ ٹھکانا ہے جتنے حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں ان میں توقف ہو جاوے۔ مگر اس تصنیفی حق

ہیں جو واقع میں ناحق ہے کیا ممکن کہ نرق آجاوے پہلے اس کا قرض ادا کرو واس کے بعد کھانا نصیب ہو استغفر اللہ مہمانوں سے دام لے کر کھانا کھلانا یہ انہیں بندگان رسم کا کام ہے یہ التزام مالایلزم وتعدی حدود ہے — (۷۸) بروقت کھانا کھانے چوتھی والوں کے ڈومنیاں دروازہ میں بیٹھکر اور گالیاں گا کر اپنا نیگ لیتی ہیں۔ خدا تم کو سمجھے ایسے ہی لینے والے اور ایسے ہی دینے والے اہل حاجت کو خوشامد اور دعاؤں پر پھوٹی کوڑی نہ دیں اور ان بدذاتوں کو گالیاں کھاکر روپیہ بخشیں۔ واہ رے رواج تو بھی کیسا زبردست ہے۔ خدا تجھے ہمارے ملک سے غارت کرے۔

(۷۹) دوسرے روز چوتھی کا جوڑا پہنا کر مع اس مٹھائی کے جو بہو کے گھر سے آئی تھی رخصت کرتے ہیں۔ "ماشاء اللہ عطائے تو بلقائے تو" کے یہی معنی ہیں۔ بھلا صاحب اس مٹھائی کے بھیجنے سے اور پھر واپس لیجانے سے کیا حاصل ہوا۔ گویا اس مبارک گھر سے مٹھائی میں برکت آجانے کے لئے بھیجی ہوگی خیال تو کیجئے رسم کی پابندی میں عقل بیچاری کی بھی تو حکومت گئی گذری اور التزام مالایلزم کا شرعی گناہ والزام تو قائم ہی ہے — (۸۰) اور بہو کے ساتھ نوشہ بھی جاتا ہے۔ اور رخصت کرنے کے وقت وہی چاروں چیزیں پلو میں باندھی جاتی ہیں جو رخصت کے وقت وہاں سے باندھ کر آئی تھیں یہ بھی خرافات اور شگون ہے — (۸۱) وہاں جاکر جب دلہن اتاری جاتی ہے تو اس کا داہنا انگوٹھا وہاں کی نائن دھو کر وہ اٹھنی یا روپیہ جو بہو کے پلے میں بندھا ہوتا ہے لیتی ہے وہی شگون یہاں بھی ہے (۸۲) دولہا جب گھر میں جاتا ہے تو سالیاں اس کا جوتا چھپا کر جوتا چھپائی کے نام سے کم از کم ایک روپیہ لیتی ہیں۔ شاباش ایک تو چوری کریں اور الٹا انعام پائیں۔ اول تو ایسی مہمل ہنسی کہ کسی کی چیز اٹھائی چھپادی حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ پھر یہ کہ ہنسی دل لگی کا خاصہ ہے کہ اس سے ایک بے تکلفی بڑھتی ہے۔

بھلا اجنبی مرد سے ایسا تعلق و ارتباط پیدا کرنا خود شرع کے خلاف ہے۔ پھر اس انعام کو حق لازمی سمجھنا یہ بھی جبر فی التبرع و تعدی حدود ہے بعض جگہ جوتہ چھپانے کی رسم تو نہیں مگر اس کا انعام باقی ہے کیا واہیات ہے۔ اس سے بدتر رسم چوتھی کھیلنا ہے جو بعض شہروں میں رائج ہے اس میں جس درجہ بے حیائی و بے غیرتی ہوتی ہے اس کا کچھ پوچھنا نہیں۔ پھر جن کی عورتیں اس چوتھی کھیلنے میں شریک ہوتی ہیں ان کے شوہر باوجود اطلاع کے انتظام و انسداد نہ کرنے کی وجہ سے دیوث بنتے ہیں اور مشابہت کفار کی ان سب کے علاوہ — (۸۳) جب دولہا آتا ہے تو وہاں کا نائی اس کے داہنے پیر کا انگوٹھا دھو کر اپنا حق لیتا ہے جو ایک روپیہ کے قریب ہوتا ہے اور باقی کمینوں کا خرچ گھر میں دیتے ہیں یہ سب شگون اور التزام مالایلزم ہے۔ ان سب مواقع میں نائی کا حق سب سے زیادہ سمجھا جاتا ہے یہ کفار ہند کی رسم کا اتباع ہے۔ اُن کے رواج میں چونکہ نائی کے اختیارات بہت وسیع ہیں اس لئے اس کی بڑی قدر ہے۔ بے علم مسلمانوں سے اختیارات سلب کرائے مگر تنخواہ وہی رکھی جو اکثر جگہ محض ناحق کا لینا دینا ہے جہاں کوئی شرعی تاویل بھی نہیں ہوسکتی — (۸۴) دو چار دن کے بعد پھر دولہا والے دولھن کو لیجاتے ہیں اس کو بہوڑ کہتے ہیں اور آجکل وہی سب رسمیں ہوتی ہیں جو چوتھی میں ہوتی ہیں جو مکروہات و معاصی اس میں سنے وہی سب یہاں بھی سمجھ لئے جاویں۔

(۸۵) اس کے بعد بہو کے باپ کے گھر سے کچھ عورتیں بہو کو لینے آتی ہیں۔ اور اپنے ساتھ کھجوریں لاتی ہیں۔ وہی التزام مالایلزم ہے — (۸۶) یہ کھجوریں سب برادری میں تقسیم ہوتی ہیں وہی ریاء و نمود — (۸۷) پھر جب یہاں سے رخصت ہوتی ہے تو نئے کھجوریں اس کے ساتھ کی جاتی ہیں وہی التزام مالایلزم ہے (۸۸) اور وہ باپ کے گھر جاکر برادری میں تقسیم ہوتی ہیں۔ وہی فخر و ریاء۔

(۸۹) اس کے بعد اگر شب برات اور محرم ہو تو باپ کے گھر ہوگا یہ پابندی کون سی وحی سے ثابت ہے صرف وجہ اس کی ایک خیال جاہلیت ہے کہ محرم اور شب برات کو نعوذ باللہ نامبارک سمجھتے ہیں۔ اس لئے دولھا کے گھر اس کا ہونا نازیبا جانتے ہیں — (۹۰) اور رمضان بھی وہیں ہوگا۔ قریب عید سواری بھیجکر بہو کو بلاتے ہیں غرض یہ کہ جو تہوار غم اور بھوک اور سوزش کے ہیں۔ محرم خود زمانہ حزن کا سمجھا جاتا ہے۔ رمضان میں بھوک اور پیاس کا ہونا ظاہر ہے۔ شب برات کو عوام جلنا بلنا کہتے ہیں غرض یہ سب باپ کے حصہ ہیں۔ اور عید جو خوشی اور شیرینی کا تہوار ہے وہ گھر ہونا چاہیئے — (۹۱) اور وہاں سے دو تین من جنس مثل سویاں چاول۔ آٹا۔ میوہ وغیرہ بھیجا جاتا ہے اور دولھا دولھن کا جوڑہ مع کچھ نقدی گھی کے نام سے اور کچھ شیرینی دی جاتی ہے یہ ایسا فرض ضروری ہے کہ گو سودی روپیہ قرض لینا پڑے مگر یہ قضا نہ ہو جو صریح تعدی حدود ہے — (۹۲) بعد نکاح کے سال دو سال تک بہو کی روانگی کے وقت کچھ مٹھائی اور نقدا ور جوڑے وغیرہ طرفین سے بہو کے ہمراہ کر دیئے جاتے ہیں۔ اور عزیزوں میں بھی خوب دعوتیں ہوتی ہیں مگر وہی جرمانہ کی دعوت کہ بدنامی سے بچنے کو یا ناموری و سرخروئی حاصل کرنے کو سارا بکھیڑا ہوتا ہے۔ پھر اس میں معاوضہ و مساوات کا پورا لحاظ ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات خود شکایت و تقاضا کر کے دعوت کھاتے ہیں۔ غرض تھوڑے دنوں تک یہ آؤ بھگت سچی یا جھوٹی ہوتی رہتی ہے۔ پھر اس کے بعد "کس نمی پرسد کہ بھیا کون ہو" خوشیاں منانے والے اور جھوٹی خاطر داری کرنے والے علیحدہ ہوئے۔ اب جو مصیبت پڑے بھگتو۔ کاش جس قدر روپیہ بیہودہ اڑایا ہے ان دونوں کے لئے اس سے کوئی جائداد خرید کر دی جاتی یا تجارت کا سلسلہ شروع کر دیا

جاتا کس قدر راحت ہوتی ساری خرابی التزام مالایلزم کی ہے — (۹۳) شیرینی طرفین کی برادری میں تقسیم ہوجاتی ہے جس کی بناء ہی ریا ہے اور اگر شیرینی سب کو نہ پہونچے تو اپنے گھر سے منگاکر اس میں ملاؤ یہ بھی جرمانہ ہے —

(۹۴) بعض جگہ کنگنا باندھنے کا بھی دستور ہے جو بوجہ رسم کفار ہونے کے منع ہے — (۹۵) بعض جگہ آرسی مصحف کی رسم ہے اس میں بھی طرح طرح کی رسوائیاں اور فضیحتیاں ہیں جو بالکل عقل اور شرع کے خلاف ہے —

(۹۶) بعض جگہ آرائش و آتش بازی کا سامان ہوتا ہے جو سراسر اسراف اور افتخار حرام ہے — (۹۷) بعض باجے ہندوستانی اور انگریزی ہوتے ہیں۔ معازف مزامیر کا حرام ہونا حدیث میں موجود ہے — (۹۸) بعض جگہ چوتھی کھیلنے کا رواج ہے جو سراسر بے غیرتی اور بے حیائی اور تشبہ بالکفار ہے جیسا اوپر مفصل مذکور ہوا — (۹۹) بعض جگہ دولہا دولھن کو گود میں لے کر ڈولہ سے اتارتا ہے کس قدر بے غیرتی کی بات ہے ۔

(۱۰۰) بعض تاریخوں اور مہینوں اور سالوں کو مثلاً اٹھارہ سال کو منحوس سمجھتے ہیں۔ اور اس میں شادی نہیں کرتے یہ اعتقاد بھی عقل اور شرع کے خلاف ہے۔ یہ ایک سو واقعات ہیں جن میں سے کسی میں ایک گناہ کسی میں دو گناہ کسی میں چار پانچ اور بعض میں نمیں تک مجتمع ہیں اگر اوسط فی واقعہ تین گناہ رکھے جاویں تو واقعات مذکورہ پورے تین سو گنا ہوں کا مجموعہ ہے جس عقد میں تین سو حکم شرعی کی مخالفت ہوئی ہو اس میں خیر و برکت کا کیا ذکر۔ غرض واقعات مذکورہ ان معاصی سے پر ہیں۔ اسراف افتخار و نمائش۔ التزام مالایلزم۔ تشبہ بالکفار سودی قرض۔ یا بلا ضرورت قرض لینا جبر تبرعات۔ بے پردگی۔ شرک۔ فساد عقیدہ۔ نمازوں کا اجماعت کا قضا

بجاے ۱۱۷ سانڈ سامان ۱۲

ہونا۔ اعانت معصیت اصرار و استحسان معاصی کا جن کی مذمت قرآن وحدیث میں صاف صاف مذکور ہے چنانچہ مختصراً ذکر کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا ہے کہ اسراف مت کرو، بیشک اللہ جل شانہ پسند نہیں کرتے اسراف کرنیوالوں کو۔ اور دوسری جگہ فرمایا کہ بیہودہ اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرگذار ہے۔ حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص دکھلاوے کا کوئی کام کرے دکھلاویگا اللہ تعالیٰ اس کو یعنی اس کی رسوائی کو۔ اور جو شخص سنانے کیواسطے کوئی کام کرے۔ سنادے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب قیامت کے روز اور حدیث میں ہے کہ اپنی نماز میں شیطان کا حصہ مت بناؤ کہ نماز پڑھ کر داہنی طرف سے پھرنے کو ضروری سمجھنے لگو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضروری قرار دینا شیطان کی رضا وخوشی کا باعث ہے۔ محققین نے فرمایا ہے کہ جب مندوب بات پر اصرار کرنیکا یہ حال ہے تو مباح پر اصرار کرنیکا تو کیا حال ہوگا۔ اور میں کہتا ہوں کہ اگر معاصی پر اصرار کرے تو کیا حال ہوگا۔
۱۔ اور حدیث میں ہے کہ لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے اور دینے والے کو۔ قرض کے باب میں جو تہدیدیں آئی ہیں وہ مشہور ومعروف ہیں۔ وہ بلا ضرورت قرض لینے سے روکنے کے لئے کافی ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ کسی شخص کا مال حلال نہیں بدون اس کی خوش دلی کے اس سے معلوم ہوا کہ تبرعات میں جبر حرام ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ لعنت کرے اللہ تعالیٰ دیکھنے والے کو اور جس کی طرف دیکھا جاوے۔ اس سے بے پردگی کی مذمت وحرمت ثابت ہوئی شرک کی مذمت کون نہیں جانتا۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کسی عمل کے ترک کرنیکو کفر نہ سمجھتے تھے بجز نماز کے اور حدیث میں ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جان میری اسکے قبضہ میں ہے۔ کہ میرا ارادہ یوں ہوا کہ اول لکڑیاں جمع کراؤں اور پھر نماز کے لئے

اذان کہلواؤں۔ پھر جو لوگ نماز میں حاضر نہیں ہوئے ان کیطرف چلوں اور ان کے گھروں کو جلا دوں۔ اس سے جماعت میں حاضر نہ ہونے کی کس درجہ سخت وعید معلوم ہوتی ہے ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ایک دوسرے کی مدد مت کرو گناہ اور ظلم میں۔ اور حدیث میں ہے کہ جب نیکی کرنے سے تیرا جی خوش ہو اور برا کام سے جی برا ہو۔ پس تو مومن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کو مستحسن سمجھنا اور اس پر اصرار کرنا ایمان کا ویران کرنے والا ہے۔ اور حدیث میں بالخصوص ان رسوم جہالت کی نسبت بہت سخت وعید آئی ہے ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ بغض اللہ تعالیٰ کو تین شخصوں کے ساتھ ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اسلام میں آکر جاہلیت کی رسمیں برتنا چاہے اور بہت احادیث مضامین مذکور کی موجود ہیں۔ چونکہ ان خرابیوں کی برائی بدیہی ہے۔ اس لئے زیادہ دلائل قائم کرنے کی حاجت نہیں۔ اگر در خانہ کس است یک حرف بس است "

پس مسلمان کو فرض وواجب ومقتضائے ایمان وعقل یہ ہے کہ ان خرابیوں کی برائی جب عقلاً ونقلاً ثابت ہو گئی ہمت کرکے سب کو خیرباد کہے اور نام وبدنامی پر نظر نہ کرے۔ بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ عزت ونیک نامی ہوتی ہے اور ان رسوم کی موقوفی کے دو طریق ہیں۔ ایک تو یہ کہ سب برادری متفق ہو کر یہ سب بکھیڑے موقوف کردیں دوسرا طریق یہ ہے کہ اگر کوئی اس کا ساتھ نہ دے تو خود ابتدا کرے۔ دیکھا دیکھی اور لوگ بھی ایسا ہی کریں گے اسی طرح چند روز میں عام اثر پھیلے گا اور ابتدا کرنیکا ثواب اس شخص کو ملیگا اور مرنے کے بعد بھی وہ ثواب لکھا جایا کریگا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب جس کو گنجائش ہو وہ کرے جس کو نہ ہو وہ نہ کرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو گنجائش والوں کو بھی گناہ کرنا جائز نہیں۔ جب ان رسوم کا معصیت ہونا ثابت ہو گیا۔ پھر گنجائش سے اجازت

کب ہو سکتی ہے دوسرے یہ کہ جب گنجائش والے کرینگے تو ان کی برادری کے غریب آدمی بھی
اپنی حفظ آبرو کے لئے ضرور کرینگے۔ اس لئے ضروری امر اور مقتضائے انتظام یہی ہے
کہ سب ہی ترک کر دیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ رسوم موقوف ہو جاویں تو پھر میل ملاپ
کی کوئی صورت نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو میل ملاپ کی مصلحت سے معاصی
کا ارتکاب کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کہ میل ملاپ اس پر موقوف بھی نہیں۔ بلا
پابندی رسوم اگر ایک دوسرے کے گھر جاویں یا اس کو بلاوے اس کو کھلاوے
پلاوے کچھ امداد و سلوک کرے جیسے یار دوستوں میں راہ رسم جاری ہیں تو کیا یہ ممکن
نہیں۔ بلکہ اب ان رسموں کی بدولت بجائے الفت و محبت کے جو کہ میل ملاپ سے اصلی
مقصود ہے اکثر رنج و تکرار اور شکایت اور پرانے کینوں کا تازہ کرنا اور صاحب تقریب
کی عیب جوئی اور تذلیل کے درپے ہونا اور اس طرح کی دوسری خرابیاں دیکھی جاتی
ہیں۔ اور چونکہ ایسا لینا دینا کھانا اور کھلانا عرفاً لازم ہو گیا ہے۔ اس لئے کچھ فرحت
مسرت بھی نہیں ہوتی نہ دینے والے کو کہ وہ ایک بیگار سی اتارتا ہے نہ لینے والے کو کہ
وہ اپنا حق ضروری یا معاوضہ سمجھتا ہے پھر لطف کہاں اس لئے ان تمام خرافات کا
حذف کرنا واجب ہے —— منگنی میں زبانی وعدہ کافی ہے نہ حجام کیفر ورت نہ جوڑہ
اور نشانی اور شیرینی کی حاجت جب دونوں نکاح کے قابل ہو جاویں۔ زبانی یا بذریعہ
خط و کتابت کوئی وقت ٹھہرا کر دولہا کو بلالیں۔ ایک اسکا سرپرست اور ایک خدمت
گذار اس کے ہمراہ کافی ہے۔ نہ بڑی کیضرورت نہ برات کی حاجت نکاح کر کے فوراً
یا ایک آدھ روز مہمان رکھکر اس کو رخصت کر دیں اور بقدر اپنی گنجائش کے جو ضروری
اور کار آمد چیزیں جہیز میں دینا منظور ہوں بلا اعلان اسکے گھر بھیجدیں یا اپنے گھر اسکے سپرد کر دیں
نہ سسرال کے جوڑوں کی ضرورت۔ نہ چوتھی بھڈوں کی حاجت اور جب چاہیں دولھن
والے بلالیں۔ اور جب موقع ہو دولھا والے بلالیں۔ اپنے اپنے کینوں کو

فریقین بقدر گنجائش دیدیں منھ پر ہاتھ رکھنا بھی کچھ ضرور نہیں تکبیر بھی فضول ہے اگر توفیق ہو شکریہ میں حاجتمندوں کو دو۔ کسی کام کے لئے قرض مت کرو۔ البتہ ولیمہ مسنون ہے۔ وہ بھی خلوص نیت و اختصار نہ کہ فخر و اشتہار کے ساتھ ورنہ ایسا ولیمہ بھی جائز نہیں۔ حدیث[له] میں ایسے ولیمہ کو شر الطعام فرمایا گیا۔ نہ ایسا ولیمہ جائز نہ اس کا قبول کرنا جائز۔ اس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اکثر کھانے جو برادری کو کھلائے جاتے ہیں ان کا کھانا کھلانا کچھ بھی جائز نہیں۔ دیندار کو چاہئے کہ نہ خود ان رسموں کو کرے اور جس تقریب میں یہ رسمیں ہوں ہرگز وہاں شریک نہ ہو صاف انکار کردے برادری کنبہ کی رضامندی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے روبرو کچھ کام نہ آویگی واللہ الموفق۔ بس نکاح ہوگیا۔

تتمہ۔ ان ہی رسوم مذکورہ میں سے مغالاۃ فی المھر یعنی مہر کے زیادہ ٹھیرانے کی رسم ہے جو خلاف سنت ہے۔ حدیث[عه] میں ہے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ خبردار مہر بڑھا کر مت ٹھیراؤ اس لئے کہ اگر یہ عزت کی بات ہوتی دنیا میں اور تقویٰ کی بات ہوتی اللہ کے نزدیک تو تمہارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق تھے۔ مجھ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی بی بی سے نکاح کیا ہو یا کسی صاحبزادی کا نکاح کیا ہو بارہ اوقیہ سے زیادہ پھر روایت کیا اسکو ترمذی وغیرہ نے بارہ اوقیہ قریب ڈیڑھ سو روپیہ کے ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بڑا مہر اس لئے مقرر کرتے ہیں تاکہ شوہر چھوڑ نہ سکے یہ عذر بالکل لغو ہے اول تو جن کو چھوڑنا ہوتا ہے چھوڑ ہی دیتے ہیں پھر جو کچھ بھی ہو۔ اور جو مطالبہ مہر کے خوف سے نہیں چھوڑتے وہ چھوڑنے سے بدتر کر دیتے ہیں۔ یعنی تطلیق کی جگہ تعلیق عمل میں لاتے ہیں۔ کہ نکاح سے نہیں نکالتے مگر حقوق بھی ادا نہیں کرتے۔ ان کا کوئی کیا کر لیتا ہے۔ یہ سب عذر فضول ہیں۔ اصل یہ ہے کہ افتخار کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ کہ خوب شان ظاہر ہو سو فخر کے لئے کوئی کام کرنا گو اصل میں مباح ہو حرام ہوتا ہے

[له] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمۃ یدعی لها الاغنیاء ویترک الفقراء ۱۲ مشکوٰۃ

[عه] قال عمر بن الخطاب الا لا تغالوا صدقۃ النساء فانها لو کانت مکرمۃ فی الدنیا وتقوی عند اللہ لکان اولاکم بها نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما علمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکح شیئا من نسائه ولا انکح شیئا من بناته علی اکثر من ثنتی عشرۃ اوقیۃ ۱۲ ترمذی

پھر جائیکہ فی نفسہ بھی خلاف سنت اور مکروہ ہو وہ تو اور بھی ممنوع ہو جائے گا۔ مسنون تو یہی ہے کہ ڈیڑھ سو روپیہ کے قریب ٹھیرالیں۔ اور خیر اگر ایسا ہی زیادہ باندھنے کا شوق ہے تو ہر شخص کی وسعت کے موافق مقرر کرلیں اس سے زیادہ نہ کریں۔

دربیان کیفیت ازدواج حضرات بنات مقدسات و ازواج مطہرات نبویہ رضی اللہ عنہن ماخوذ از مدارج النبوۃ و کتب حدیث وغیرہ

نکاح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور سے اس دولت عظمیٰ کی درخواست کی۔ آپ نے صغر سنی کا عذر فرمادیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل وخواص کے اصرار سے اور بحسب روایات حضرات شیخین کے ترغیب سے شرماتے ہوئے خود حاضر ہو کر زبانی عرض کیا۔ آپ پر فوراً وحی نازل ہوئی اور آپ نے ان کی عرض کو قبول کرلیا۔ (مؤلف کہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ منگنی میں یہ تمام بکھیڑے جو آج کل رائج ہیں سب لغو اور خلاف سنت ہیں بس زبانی پیغام اور زبانی جواب کافی ہے) اور اس وقت عمر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ساڑھے پندرہ سال کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اکیس برس کی تھی۔ مؤلف۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس عمر کے بعد توقف نکاح میں اچھا نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دولہا دولہن کی عمر میں تناسب بھی ملحوظ رکھنا مناسب ہے اور بہتر یہ ہے کہ دولہا کسی قدر دولہن سے عمر میں بڑا ہو۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اے انس جاؤ اور ابوبکر و عمر و عثمان و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم اور ایک جماعت انصار کو بلالاؤ۔ مؤلف۔ اس سے معلوم ہوا

کہ نکاح کی مجلس میں اپنے خاص لوگوں کو مدعو کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور حکمت اس میں یہ ہے کہ نکاح میں اشتہار و اعلان ہو جائے جو کہ مطلوب ہے مگر اس اجتماع میں غلو و مبالغہ نہ ہو وقت پر بلا تکلف جو دو چار آدمی قریب نزدیک کے ہوں جمع ہو جاویں۔ یہ سب صاحب حاضر ہو گئے آپ نے ایک بلیغ خطبہ پڑھکر ایجاب و قبول کرایا۔ مؤلف۔ اس سے معلوم ہوا کہ باپ کا چھپے چھپے پھرنا یہ بھی خلاف سنت ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ باپ خود اپنی دختر کا نکاح پڑھ دے۔ کیونکہ یہ ولی ہے دوسرا وکیل ہے۔ ولی کو بہرحال وکیل سے ترجیح ہے اور چارسو مثقال چاندی مہر مقرر کیا۔ جس کی مقدار اس وقت انگریزی سکہ سے بارہ ماشہ کے روپیہ سے ڈیڑھ سو روپے ہوتے ہیں۔ کذافی تحفۃ الزوجین من الرسالۃ النبویۃ (مؤلف) اس سے معلوم ہوا کہ مہر لمبا چوڑا ٹھیرانا یہ بھی خلاف سنت ہے پس مہر فاطمی کافی و موجب برکت ہے اور اگر کسی کو وسعت نہ ہو اس سے بھی کم مناسب ہے۔ پھر آپ نے ایک طبق خرما کا لیکر بکھیر دیا۔ (مؤلف) اس روایت کو ذہبی وغیرہ محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ اور نہایت مافی الباب سنت زائد ہوگا مگر قاعدہ شرعیہ ہے کہ جہاں امر مباح یا مستحب میں اقتران کسی مفسدہ کا ہو جاوے اس کو ترک کر دینا مصلحت ہے۔ اس معمول میں آج کل اکثر رنج و تکرار کی نوبت آجاتی ہے اس لئے تقسیم پر کفایت کریں۔ حضور نے حضرت فاطمہؓ کو حضرت ام ایمنؓ کے ہمراہ حضرت علیؓ کے گھر بھیجدیا۔ (مؤلف) صاحبو! یہ دونوں جہاں کی شہزادی کی رخصت ہے جس میں نہ دھوم دھام نہ میانہ پالکی نہ کہیر نہ آپ نے حضرت علیؓ سے کمینوں کا حق دلایا۔ نہ کنبہ داری کا کھانا کیا ہم لوگوں کو بھی لازم ہے کہ اپنے پیغمبر سردار دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور اپنی عزت کو حضور کی عزت سے بڑھ کر نہ سمجھیں۔ نعوذ باللہ منہ پھر حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور حضرت فاطمہؓ سے پانی منگایا وہ ایک پیالہ چوبین میں

پانی لائیں۔ (مولف) اس سے معلوم ہوا کہ نئی دلہن کو شرم میں اس قدر مبالغہ کرنا کہ چلنا پھرنا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا عیب سمجھا جاوے یہ بھی سنت کے خلاف ہے۔ حضور نے اپنا آب دہن مبارک اس میں ڈال دیا اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ ادہر منھ کرو اور ان کے سینہ مبارک اور سر مبارک پر قدرے پانی چھڑکا اور دعا کی کہ الٰہی ان کو اور انکی اولاد کو شیطان مردود سے آپکی پناہ میں دیتا ہوں پھر فرمایا کہ ادہر پشت کرو اور آپؐ انکے شانوں کے درمیان پانی چھڑکا اور پھر وہی دعا کی۔ پھر حضرت علیؓ سے پانی منگایا اور یہی عمل ان کے ساتھ بھی کیا مگر پشت کیطرف پانی نہیں چھڑکا۔ (مؤلف) مناسب ہے کہ نکاح کے بعد دولہا دلہن کو ایک جگہ جمع کر کے یہ عمل کیا کریں کہ موجب برکت ہے۔ ہندوستان میں ایسی رسم ہو رہی کہ باوجود نکاح ہوجانے کے بھی دولہا دولھن میں پردہ رہتا ہے۔ اور ایک دوسرا عمل جو مشہور ہے کہ دولھن کے پاؤں دھو کر گھر میں جابجا پانی چھڑکا جاتا ہے۔ "تذکرہ الموضوعات" میں اسکو موضوع قرار دیا ہے۔ پھر ارشاد ہو کہ بسم اللہ برکت کیساتھ اپنے گھر میں جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ نکاح کے دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم بعد عشاء حضرت علیؓ کے گھر تشریف لائے اور ایک برتن میں پانی لیکر اس میں لعاب مبارک ڈالا اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دعا کی پھر حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کو علی الترتیب حکم فرمایا کہ اسے پئیں اور وضو کرلیں پھر دونوں صاحبوں کے لئے دعا طہارت و تالیف و برکت اولاد و خوش نصیبی کی فرمائی اور فرمایا جاؤ آرام کرو۔ (مؤلف) اگر داماد کا گھر قریب ہو تو یہ عمل بھی کرنا موجب برکت ہے اور جہیز حضرت سیدۃ النساءؓ کا یہ تھا دو چادریں یمانی جو سوسی کے طور پر ہوتی تھیں۔ دو نہالی جن میں السی کی چھال بھری تھی اور چار گدی دو بازو بند چاندی کے اور ایک کملی اور ایک تکیہ اور ایک پیالہ اور ایک چکی اور ایک مشکیزہ

اور پانی رکھنے کا برتن یعنی گھڑا۔ اور بعض روایتوں میں ایک پلنگ بھی آیا ہے۔
ازالۃ الخفاء۔ (مؤلف) سو جو جہیز میں تین امر کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ اول
اختصار کہ گنجائش سے زیادہ تردد نہ کرے دوسرے ضرورت کا لحاظ کہ جن چیزوں کی
سردست ضرورت واقع ہوگی وہ دینا چاہئے۔ سوم اعلان نہ ہونا کیونکہ یہ تو اپنی
اولاد کیساتھ صلہ رحمی ہے دوسروں کو دکھلانے کی کیا ضرورت ہے۔ حضور صلے اللہ
علیہ وسلم کے فعل سے جو اس روایت میں مذکور ہے تینوں امر ثابت ہیں۔ اور حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے کام اس طرح تقسیم فرمایا کہ باہر کا کام حضرت علیؓ کے ذمہ اور گھر
میں کا کام حضرت فاطمہؓ کے ذمہ۔ (مؤلف) معلوم نہیں ہندوستان کی شریف
زادیوں میں گھر کے کاروبار سے کیوں عار کی جاتی ہے پھر حضرت علیؓ نے ولیمہ کیا اور
ولیمہ میں یہ سامان تھا جو چند صاع "ایک صاع نمبری سیر سے ساڑھے تین سیر کا
ہوتا ہے" اور کچھ خرما اور کچھ مالیدہ۔ (مؤلف) پس ولیمہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ
بلا تکلف بلا تفاخر اختصار کے ساتھ جس قدر میسر ہوجاوے اپنے خاص لوگوں
کو کھلاوے۔

نکاح ازواج مطہرات مہر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

پانچسو درہم یا اس قیمت کے اونٹ تھے جو ابوطالب نے اپنے ذمہ رکھے۔
اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا کوئی برتنے کی چیز تھی جو دس درہم کی تھی۔ اور حضرت
جویریہؓ کا چار سو درہم تھے۔ اور حضرت ام حبیبہؓ کا چار سو دینار تھے۔ جو شاہ حبش
نے اپنے ذمہ رکھے۔ اور حضرت سودہؓ کا چار سو درہم تھے۔ اور ولیمہ حضرت ام سلمہؓ
کا قدرے جو کا کھانا۔ اور حضرت زینبؓ بنت جحش کے ولیمہ میں ایک بکری ذبح
ہوئی تھی اور گوشت روٹی لوگوں کو کھلائی گئی اور حضرت صفیہؓ کا جو کچھ صحابہ

کے پاس حاضر تھا سب جمع کر لیا گیا یہی ولیمہ تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا
خود فرماتی ہیں کہ نہ اونٹ ذبح ہوا نہ بکری سعد بن عبادہؓ کے گھر سے ایک پیالہ دودھ
کا آیا تھا بس وہی ولیمہ تھا۔ (مؤلف) اور مفصل حالات نکاح بنات مقدسات و
ازواج مطہرات کے کتب سیر میں مذکور ہیں مگر اس مقام پر ایک نکاح کی مفصل حالت
بلکہ کہ باقی عقود کے واقعات میں سے صرف بعض مہر و ولیمہ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا۔ کہ
زیادہ غرض اس مقام پر یہ دکھلانا ہے کہ یہ تکلفات و اسرافات وغیرہ سب ہمارے
سردار دوجہاں کے طریقہ محبوبہ مرضیہ مقبولہ کے خلاف ہے اور یہ غرض اس اجمال
سے حاصل ہے اور ایک درہم تخمیناً سوا چار آنہ کا ہوتا ہے۔ اور ایک دینار دس درہم
کا اس سے معلوم ہو جاویگا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مہر کس قدر ہلکا تھا۔ اور کوئی
شخص ناداری کی بھی تاویل نہیں کر سکتا۔ حضور اگر چاہتے تو دنیا بھر کے خزائن آپکے
پائے مبارک پر سے تصدق کر دیئے جاتے۔ اور چار سو دینار صرف ایک بی بی کا مہر
ہوا۔ سو وہ بھی ایک بادشاہ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ اس پر بھی وہ ہمارے ملک
کے رواج سے پھر بھی بہت کم ہے اہل اسلام پر لازم ہے کہ اسی طریقہ سے اپنا معمول
مقرر کریں ورنہ خسر الدنیا والاخرۃ" کے مصداق بنتے ہیں۔ اب مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ چند مسائل ضروری نکاح کے متعلق جنکی بہت ضرورت رہتی ہے لکھدیئے جائیں
سب کو بالخصوص نکاح خوان قاضیوں کو ان کا یاد کر لینا ضروری ہے ان کے نہ جاننے
سے اکثر اوقات نکاح میں خرابی ہو جاتی ہے۔ مسئلہ۱۔ نابالغہ کا نکاح بدون اجازت
ولی کے صحیح نہیں ہے اور خود اس منکوحہ کا زبان سے کہنا قابل اعتبار نہیں خواہ اس کا
پہلا نکاح ہو یا دوسرا نکاح ہو۔ مسئلہ۲۔ اگر نابالغہ کا نکاح ولی نے غیر کفو سے
کر دیا سو اگر باپ یا دادا نے کسی ضروری مصلحت سے کیا ہو تو صحیح ہے بشرطیکہ ظاہراً
کوئی امر خلاف مصلحت نہ ہو۔ ورنہ صحیح نہ ہوگا۔ اور اگر باپ دادا کے سوا کسی دوسرے

ولی نے نکاح کیا ہو تو فتویٰ اس پر ہے کہ بالکل جائز نہ ہوگا۔ مسئلہ۔ بالغہ کا نکاح بلا اجازت اس کے جائز نہیں ہیں اگر یہ مسئلہ دوسرا نکاح ہوتا ہے تب تو زبان سے اجازت لینا چاہئے۔ اور اگر پہلا نکاح ہے تو اگر اجازت لینے والا ولی ہے تب تو دریافت کرنے کے وقت اسکا خاموش ہو جانا ہی اجازت ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص ہے تو اس کا زبان سے کہنا ضروری ہے۔ بدون اسکے اجازت معتبر نہ ہوگی۔ مسئلہ۔ بالغہ اگر بلا اجازت ولی کے خود اپنا نکاح کرے تو کفو میں تو جائز ہے اور غیر کفو میں فتویٰ یہی ہے کہ بالکل جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی عورت کا کوئی ولی ہی نہ ہو یا اس کی کارروائی پر رضامند ہو۔ تو غیر کفو میں بھی جائز ہوگا۔ مسئلہ۔ اگر ولی نے بالغہ کا نکاح بلا اسکی اجازت کے کر دیا اور بعد میں وہ سن کر خاموش ہوگئی اب نکاح صحیح ہوگیا۔ اور اگر غیر ولی نے ابتداءً اجازت لی تھی مگر وہ خاموش ہوگئی تو اسوقت تو نکاح صحیح نہ ہوگا لیکن اگر صحبت کے وقت اسکی ناراضگی ظاہر نہ ہوئی تو وہ نکاح اب صحیح ہو جاویگا۔ مسئلہ۔ ایجاب قبول کے الفاظ ایسی بلند آواز سے کہنے چاہئے کہ گواہ اچھی طرح سن لیں۔ مسئلہ۔ ولی سب سے اول باپ ہے پھر دادا۔ پھر حقیقی بھائی پھر علاتی بھائی۔ پھر انکی اولاد اسی ترتیب سے پھر حقیقی چچا۔ پھر علاتی چچا۔ پھر چچا زاد بھائی۔ اسی ترتیب سے پھر اور عصبات بترتیب فرائض کے۔ جب کوئی عصبہ نہ ہو۔ تو ماں۔ پھر دادی۔ پھر نانا پھر حقیقی بہن۔ پھر علاتی بہن۔ پھر اخیافی بھائی بہن پھر پھوپی۔ پھر ماموں۔ پھر خالہ۔ پھر چچا زاد بہن۔ پھر اور ذوی الارحام۔ مسئلہ۔ ولی قریب ہوتے ہوئے ولی بعید کو ولایت نہیں پہونچتی۔ مسئلہ۔ طلاق تین طرح پر ہے۔ رجعی۔ بائن۔ مغلظہ۔ رجعی میں اگر عدت کے اندر شوہر نے رجوع کر لیا نکاح باقی رہے گا۔ دوسرے سے نکاح جائز نہیں

اگر عدت کے اندر رجعت نہ کی تو نکاح جاتا رہیگا۔ بعد عدت اس عورت کا دوسرے شخص سے نکاح جائز ہے۔ اور بائن و مغلظہ میں رجوع جائز نہیں ہے۔ مگر عدت کے اندر دوسرے شخص سے نکاح جائز نہیں[ض] البتہ بعد عدت جائز ہے ۔۔ مسئلہ[ط] ۔ عدت کی یہ تفصیل ہے کہ اگر بی بی شوہر کے پاس نہیں بھیجی گئی اور شوہر نے طلاق دیدی تو عدت بالکل واجب نہیں اور اگر شوہر کے پاس بھیجی گئی ہے سو اگر ابھی اس کو حیض شروع نہیں ہوا یا عمر زیادہ ہونے سے حیض بند ہوگیا۔ اور اس کو طلاق دی گئی ہے۔ تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر اس کو حیض آتا ہے تو تین حیض ہے۔ اور اگر اس کو حمل ہے تو عدت اس کی یہ ہے کہ بچہ پیدا ہوجاوے۔ اور اگر شوہر مرگیا ہے تو اس وقت سب کی عدت چار مہینے دس دن ہیں مگر حمل والی کی عدت یہاں بھی بچہ کا پیدا ہونا ہے۔ غرض جس عورت کی جو عدت ہو۔ اس عدت کے اندر دوسرا نکاح جائز نہیں جو عورت کافر مسلمان ہوجاوے اور اس کا خاوند مسلمان نہ ہو تو اس کا حکم مثل طلاق کے ہے اس میں بھی عدت واجب ہے جب تک تین حیض اسوقت سے نہ آجاویں یا اگر حمل والی ہو تو جب تک بچہ پیدا نہ ہوجاوے کسی شخص سے اس کا نکاح

[ص] بعد انقضائہا وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ او ثنتین فی الامۃ لم تحل حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بہا ثم یطلقہا او یموت عنہا ۱۲ ہدایہ ص۳۹۰ ج۲ [ض] طلاق بائن میں اسی شوہر سے عدت میں اور بعد عدت ہر وقت نکاح جائز ہے ۱۲ [ط] اذا طلق الرجل امرأتہ طلاقا بائنا او رجعیا او وقعت الفرقۃ بینہما بغیر طلاق وہی حرۃ ممن تحیض فعدتہا ثلثۃ اقراء وان کانت لا تحیض من صغر او کبر فعدتہا ثلثۃ اشہر وان کانت حاملا فعدتہا ان تضع حملہا ۱۲ قدوری ص۱۸۲

جائز نہیں۔ اس میں اکثر لوگ احتیاط نہیں کرتے۔ مسئلہ۔ نکاح کے وقت
یہ بھی تحقیق کر لینا ضرور ہے کہ ناکح منکوحہ میں علاقہ حرمت نسبی یا رضاعی کا تو نہیں۔

در بیان بعض احکام ضروریہ حجاب و متعلق آں ماخوذ از کتب حدیث و فقہ

مسئلہ۔ مرد کو ناف سے زانو کے نیچے تک بدن ڈھانکنا فرض ہے مردوں سے
بھی اور عورتوں سے بھی بجز اپنی بی بی کے کہ اس سے کوئی عضو ڈھانکنا ضروری
نہیں مگر بلا ضرورت بدن دکھانا خلاف اولیٰ ہے۔ مسئلہ۔ عورت کو عورت کے
روبرو بھی ناف سے نیچے زانو تک بدن کھولنا جائز نہیں اس سے معلوم ہوا کہ
بعضی عورتیں جو نہاتے وقت دوسری عورت کے روبرو ننگی بیٹھ جاتی ہیں یہ بالکل
گناہ ہے۔ مسئلہ۔ عورت کو اپنے محرم شرعی کے روبرو ناف سے زانو تک اور
کمر اور شکم کھولنا حرام ہے۔ باقی سر اور چہرہ اور بازو اور پنڈلی کھولنا گناہ نہیں
گو بعض اعضاء کا بلا ضرورت کھولنا مناسب بھی نہیں اور محرم شرعی وہ ہے جس
سے عمر بھر کسی طرح نکاح صحیح ہونیکا احتمال نہ ہو مثلاً باپ بیٹا حقیقی بھائی یا علاتی بھائی یعنی
باپ دونوں کا ایک ہو اور ماں دو ہوں یا اخیافی بھائی یعنی ماں ایک ہو اور باپ دو
ہوں۔ یا ان بھائیوں کی اولاد یا بہنیں ہر طرح کی بہنوں کی اولاد اور مثل اس کے
جس جس سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو۔ اور جس سے عمر بھر میں کبھی بھی نکاح
صحیح ہونیکا احتمال ہو وہ شرعاً محرم نہیں بلکہ نامحرم ہے۔ اور جو حکم شریعت میں محض
اجنبی اور غیر آدمی کا ہے وہی انکا ہے۔ گو کسی قسم کا رشتہ قرابت کا رکھتا ہو۔ جیسے چچا کا
یا پھوپی کا بیٹا یا ماموں کا یا خالہ کا بیٹا یا دیور یا بہنوئی یا نندوئی وغیرہ۔ یہ سب نامحرم
ہیں ان سے ویسی ہی پرہیز ہے جو نامحرم سے ہوتا ہے۔ بلکہ چونکہ ایسے موقعوں پر فتنہ کا
واقع ہونا سہل ہے اس لئے اور زیادہ احتیاط کا حکم ہے۔

مسئلہ۔ علماء نے فساد زمانہ کو دیکھ کر بعض محرموں کو مثل نامحرموں کے قرار دیا ہے بوجہ انتظام و احتیاط کے جیسے جوان خسر اور جوان عورت کا داماد اور شوہر کا بیٹا اس کی دوسری بی بی سے اور دودھ شریک بھائی وغیرہم اہل تجربہ کو معلوم ہے جو کچھ ایسے علاقوں میں فتنہ و فساد واقع ہو رہے ہیں ۔ مسئلہ جو شرعاً نامحرم ہو اس کے روبرو سر اور بازو اور پنڈلی وغیرہ بھی کھولنا حرام ہے اور اگر بہت ہی مجبور ہو مثلاً عورت کو ضروری کاروبار کے لئے باہر نکلنا پڑتا ہے یا کوئی رشتہ دار کثرت سے گھر میں آتا جاتا رہتا ہے اور گھر میں تنگی ہے کہ ہر وقت کا پردہ نبھ نہیں سکتا ایسی حالت میں جائز ہے کہ اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ کلائی کے جوڑ تک اور دونوں پاؤں ٹخنے کے نیچے تک کھولے رکھے اور اس کے علاوہ اور کسی بدن کا کھولنا جائز نہ ہوگا۔ پس ایسی عورتوں کو لازم ہے کہ سر کو خوب ڈھانکیں کرتہ بڑی آستین کا پہنیں۔ پاجامہ غرارہ دار پہنیں۔ اور کلائی اور ٹخنے نہ کھلنے پاویں کوئی مجبوری نہ ہو تو اتنا بھی ظاہر نہ کریں بلکہ گھر میں بیٹھیں اور بضرورت شرعی یا طبعی نکلیں تو برقعہ پہنیں جیسے شرفا میں معمول ہے گو بعض ناعاقبت اندیش اس پردہ کو اڑانا چاہتے ہیں اور اس کو خلاف شرع بتاتے ہیں مگر واقع میں شرعاً و عقلاً یہ مامور بہ ہے چنانچہ تفصیل مسئلہ پردہ کی بوجہ احسن رسالہ لطائف رشیدیہ مصنفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی میں لکھی ہے اور اس میں یہ مسئلہ نہایت بسط و وضاحت سے مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے ۔ مسئلہ۔ جس عضو کا ظاہر کرنا جائز نہیں جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے ۔ اس کو مطلقاً دیکھنا حرام ہے گو شہوت بالکل نہ ہو۔ اور جس عضو کا ظاہر کرنا جائز ہے اس میں یہ قید ہے کہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ اور اگر ذرا سا شک بھی ہو تو دیکھنا اس وقت حرام ہے اب یہاں سے سمجھئے کہ عجوزہ ضعیفہ جس کی طرف اصلا احتمال رغبت کا نہ ہو

۴ م والمس لحاجة كقاض وشاهد ۱۲ در مختار ج ۵ ص ۲۴۲

اس کا چہرہ تو دیکھنا جائز ہوگا مگر سر اور بازو وغیرہ کا دیکھنا جائز نہ ہوگا۔ ایسی عورتیں گھروں میں اسکی احتیاط نہیں کرتیں اپنے اپنے نامحرم رشتہ داروں کے روبرو ننگے سر بے آستین کا کرتہ پہنے بیٹھی رہتی ہیں اور خود بھی گنہگار ہوتی ہیں اور مردوں کو بھی گنہگار کرتی ہیں — مسئلہ۔ جس عضو کا دیکھنا حرام ہے اگر علاج معالجہ کیضرورت سے دیکھا جائے جائز ہے بشرطیکہ نظر اس سے نہ بڑھا وے — مسئلہ۔ جو شخص شرعاً نامحرم ہے اس کا اور عورت کا تنہا مکان میں ہونا حرام ہے اسی طرح اگر تنہائی نہ ہو مگر دوسری عورت موجود ہو مگر وہ بھی نامحرم ہو تب بھی مرد کا اس مکان میں ہونا جائز نہیں البتہ اگر اس عورت کا کوئی محرم یا شوہر یا اس مرد کی کوئی محرم عورت یا زوجہ بھی اس مکان میں ہو تو مضائقہ نہیں — مسئلہ۔ جس عضو کا دیکھنا جائز ہے اور چھونے میں اندیشہ شہوت کا ہے تو دیکھنا جائز ہوگا اور چھونا حرام ہوگا البتہ ضرورت علاج معالجہ کی مستثنیٰ ہے لیکن حتی المقدور اپنے خیال کو ادھر ادھر بانٹ دے دل میں خیال فاسد نہ آنے دے — مسئلہ۔ کافر عورت کا حکم مثل اجنبی مرد کے ہے پس اس کے روبرو بھی سر اور بازو کا کھولنا بھی جائز نہ ہوگا۔ اس ملک کی عورتیں اکثر مہترانیوں کے یا مالنوں کے آنے جانے میں اسکی احتیاط نہیں کرتیں — مسئلہ۔ اگر قابلہ یعنی بچہ جنانے والی کافر ہو زچہ کو اس کے روبرو جس قدر بدن کھولنے کی ضرورت ہے اسکا کھولنا تو جائز ہے باقی سر اور بازو وغیرہ کھولنا ناجائز ہے مسئلہ۔ نامحرم مرد و عورت میں باہم ہمکلامی بھی بلا ضرورت ممنوع ہے اور ضرورت میں بھی فضول باتیں نہ کریں نہ ہنسی نہ مذاق کی کوئی بات کرے نہ اپنے لہجہ کو نرم کر کے گفتگو کرے — مسئلہ۔ گانے کی آواز مرد کی عورت کو سننا یا عورت کی مرد کو سننا دونوں ممنوع ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعض جگہ عادت ہے کہ بعضے رسمی واعظ مناجات یا قصیدہ آواز بنا کر عورتوں کو سناتے ہیں

یہ بہت برا ہے ــ مسئلہ فقہار نے نامحرم جوان عورت کو سلام کرنے یا اس کا سلام لینے سے منع کیا ہے ــ مسئلہ ـ مرد کا جھوٹا کھانا پینا عورت نامحرمہ کو اور عورت کا جھوٹا نامحرم مرد کو جب کہ احتمال التذاذ کا ہو مکروہ ہے مسئلہ ـ اگر نامحرم کا لباس وغیرہ دیکھ کر طبیعت میں میلان پیدا ہوتا ہو تو اس کو بھی دیکھنا حرام ہے ــ مسئلہ ـ جو لڑکی نابالغ ہو مگر اس کی طرف مرد کو رغبت ہوتی ہو اس کا حکم مثل عورت بالغہ کے ہے ــ مسئلہ جس طرح بری نیت سے نامحرم کیطرف نظر کرنا اس کی آواز سننا اس سے بولنا اس کو چھونا حرام ہے اسی طرح اس کا خیال دل میں جمانا اور اس سے لذت لینا بھی حرام ہے اور یہ قلب کا زنا ہے ــ مسئلہ اسی طرح نامحرم کا ذکر کرنا یا ذکر سننا یا اسکا فوٹو دیکھنا یا اس سے خط وکتابت کرنا غرض جس ذریعہ سے خیالات فاسدہ پیدا ہوتے ہوں یہ سب حرام ہیں مسئلہ ـ جس طرح مرد کو اجازت نہیں کہ نامحرم عورت کو بلا ضرورت دیکھے بھالے اسی طرح عورت کو بھی جائز نہیں کہ بلا ضرورت نامحرم مرد کو جھانکے ـ پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو عورتوں کی عادت ہے کہ دولھا کو یا برات کو جھانک جھانک کر دیکھتی ہیں یہ بہت بری بات ہے ــ مسئلہ ایسا باریک کپڑا پہننا جس میں بدن جھلکتا ہو مثل برہنہ ہونے کے ہے حدیث میں ایسے کپڑے کی مذمت آئی ہے ـ

مسئلہ ـ مرد کو غیر عورت سے بدن دبوانا جائز نہیں ـ

مسئلہ ـ بجتا زیور جس کی آواز نامحرم کے کان میں جائے یا ایسی خوشبو جس کی مہک غیر محرم کے دماغ تک پہونچے استعمال کرنا عورتوں کو جائز نہیں ـ یہ بھی بے پردگی میں داخل ہے ـ اور جو زیور خود نہ بجتا ہو مگر دوسری چیز سے لگ کر آواز

۵۳ ذکر بعض الشافعیة انه لما حرم النظر لما لا یحل تحرم الذکر فیه ۱۲ شامی استنبولی ص ۲۵۵ ج ۵ مسئلہ ۵۵ عن عائشة ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلیها ثیاب رقاق فاعرض عنها مظهر باقی ۱۰۰ ذیکے

دیتا ہو ایسے زیور میں احتیاط واجب ہے کہ پاؤں زمین پر آہستہ رکھے تا کہ آواز نہ ہو۔
مسئلہ۔ چھوٹی لڑکی کو بھی بجتا زیور نہ پہنا دے۔ مسئلہ۔ پیر بھی اگر نامحرم ہو تو مثل دوسرے نامحرم مردوں کے ہے۔ اس کے روبرو بلا حجاب آنا برا ہے البتہ اگر وہ بہت بوڑھا ہو۔ مریدنی بہت بڑھیا ہو تو صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں ٹخنے سے نیچے کھول دینا جائز ہے مگر باقی اعضاء کھلانا یا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔ مسئلہ۔ جس عضو کو حیات میں دیکھنا جائز نہیں بعد موت کے بھی جائز نہیں اور اسی طرح بدن کے جدا ہونیکے وقت بھی جائز نہیں۔ اسیطرح زیر ناف کے بالوں کو یا عورت کے سر کے بالوں کو بھی ان کے کٹ یا ٹوٹنے کے بعد دیکھنا مرد کو جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں جو کنگھی کر کے بالوں کو ویسے ہی پھینک دیتی ہیں کہ عام طور سے سب کی نگاہ سے گذرتے ہیں یہ جائز نہیں۔ مسئلہ۔ ہیجڑا یا خواجہ سرا یا عنین سب کا حکم مثل نامحرم مرد کے ہے اسیطرح کی احتیاط ان سے لازم ہے۔ مسئلہ۔ امرد یعنی بے ریش لڑکا بعض احکام میں مثل اجنبی عورت کے ہے۔ یعنی وقت اندیشۂ شہوت کے اسکی طرف دیکھنا اس سے مصافحہ یا معانقہ کرنا اس کے پاس تنہائی میں بیٹھنا اس کا گانا سننا یا اس کے موجود ہونے ہوئے گانا سننا یا اس سے بدن دبوانا اس سے بہت پیار اخلاص کی باتیں کرنا یہ سب حرام ہے۔
مسئلہ۔ عورتوں کو پردہ کیوجہ سے سفر میں نماز قضا کرنا جائز نہیں۔ اور نہ گاڑی میں بیٹھے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے بلکہ چادر یا برقعہ پہن کر نیچے اتر کر کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا واجب ہے برقعہ کا پردہ ایسے وقت پر کافی ہے
مسئلہ۔ سفر میں اگر کوئی محرم ہمراہ نہ ہو تو عورت کو سفر کرنا حرام ہے
مسئلہ۔ عورت کو مساجد یا مقابر میں جانا مکروہ ہے۔ البتہ بہت بڑھیا کو

مسجد میں حاضر ہونا جائز ہے ۔ مسئلہ ۔ بعضے لوگ جوان لڑکیوں کو اندھے یا بینا مردوں سے پڑھواتے ہیں یہ بالکل خلاف شریعت ہے ۔

فصل ہفتم ۔ منجملہ ان رسوم کے بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی کو عار سمجھنا ہے جس میں مسلمانان ہند اور شرفا خصوصاً مبتلا ہیں شرعاً و عقلاً جیسا نکاح اول ویسا نکاح ثانی دونوں میں فرق سمجھنا محض بے وجہ ہے صرف کفار ہند کے اختلاط سے اور کچھ جائداد کی محبت سے یہ خیال فاسد جم گیا ہے جس کو بناء الفاسد علی الفاسد کہنا زیبا ہے ۔ مقتضائے ایمان اور عقل یہ ہے کہ جس طرح نکاح اول بے روک ٹوک کر دیتے ہیں اسی طرح نکاح ثانی بھی کر دیا کریں ۔ اگر نکاح ثانی سے دل تنگ ہوتا ہے تو نکاح اول سے کیوں نہیں ہوتا ۔ بلکہ اسکو عیب سمجھنے میں خوف کفر ہے کہ حکم شرعی کو باعث توہین و تحقیر سمجھتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ نکاح کرنا تو کچھ فرض نہیں البتہ عیب نہ سمجھنا بے شک فرض ہے تو علماء کو اسی کا اہتمام کافی ہے ترویج نکاح ثانی میں کیوں کوشش کرتے ہیں جواب یہ ہے کہ بعض حالات میں تو نکاح ثانی بھی مثل نکاح اول کے فرض ہے ۔ مثلاً عورت جوان ہے قرائن سے طبیعت میں تقاضا معلوم ہوتا ہے تجرد میں اندیشہ فساد ہے یا نان و نفقہ کی تنگی ہے اور اقلاس میں آبرو اور دین ضائع ہونیکا احتمال ہے ۔ تو بیشک ایسی عورت کا نکاح ثانی کرنا فرض ہوگا اور اگر ایسی نہ بھی ہو تب بھی چونکہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جس عمل سے دل میں تنگی اور انقباض پیدا ہو جاتا ہے ۔ اور اسکو موجب عار و ننگ سمجھنے لگتے ہیں تاوقتیکہ اس عمل کو عام طور پر شائع نہ کیا جاوے وہ تنگی دل سے نہیں نکلتی اس لئے اصل مقصود علماء کا تو یہی ہے کہ اس کو عیب نہ سمجھیں مگر چونکہ یہ موقوف ہے اس کے عمل کے لانے پر اس لئے ترویج عملی میں کوشش کرنا ضروری جانتے ہیں اور واقع میں بھی ضروری ہے ۔

فصل ہشتم۔ منجملہ ان رسوم کے طالب علموں کا بڑے بڑے عہدوں کے حاصل کرنے
کے لئے باوجود ضائع ہونے دین کے انگریزی پڑھنا یا معقول و فلسفہ میں دینیات سے
زیادہ توغل و انہماک کرنا ہے۔ چونکہ ان دونوں چیزوں کا ضرر رساں ہونا تجربہ و مشاہدہ سے
ثابت ہوچکا ہے اس لئے داخل وعید قرآنی ہوکر واجب المنع ٹھیریں گے۔ قال اللہ تعالےٰ
ویتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم ہر چند کہ محصلان انگریزی یہ کہتے ہیں کہ انگریزی
ایک زبان ہے اس میں کیا برائی ہے مگر یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے غایت مافی الباب
خود اسکی اباحت ذاتی ثابت ہوتی ہے اور بس لیکن مباح جب ذریعہ معصیت کا
ہوجاوے یا بہ نیت ارتکاب معصیت کے اس کو اختیار کیا جاوے تو وہ مباح معصیت
ہوجاتا ہے۔ مثلاً چلنا فی نفسہ مباح ہے مگر جب بہ نیت چوری کرنے کے چلے تو عقلاً
و نقلاً اس وقت یہ چلنا ضرور حرام ہوجاویگا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ جو بڑے بڑے
پاس حاصل کئے جاتے ہیں ان سے بجز اس کے کہ بڑے بڑے عہدے اور
منصب جو بالکل خلاف شرع ہیں حاصل کئے جاویں اور کوئی بھی غرض نہیں
جب وہ معصیت ہیں تو کوئی زبان جب اس کا ذریعہ بنایا جاوے کیونکر معصیت نہ
ہوگی تو اگر اس میں اور مفاسد بھی نہ ہوتے جو کہ غالب الوقوع ہیں۔ جیسے کہ دین
کی پرواہ نہ رہنا۔ عقائد میں فساد آجانا نخوت و ترفع تکبر و طول امل کا پیدا ہوجانا
وغیرہ وغیرہ اور دینیات کا ہر طرح سے پابند رہنا علم و عمل دونوں درست رہتے تب بھی
بوجہ نیت مذکورہ کے اس کی تحصیل حرام ہوتی اور جب سب جمع ہوجاویں تب تو کچھ
پوچھنا ہی نہیں البتہ اگر اپنی کاروائی روزمرہ کے لئے پڑھے یا ضرورت دینیہ کے لئے
پڑھے اس وقت یہ قبح حرکت کی نہ رہے گی مگر اس میں کسی پاس وغیرہ حاصل کرنیکی
ضرورت نہیں صرف استعداد کافی ہے اگر کوئی شخص ایسا دعویٰ کرے تو اس کے
صدق و کذب کا معیار و امتحان یہی ہے کہ اگر ڈگریں حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے تو

سمجھا ہے حد نہ چھوٹا ۔ اسی طرح معقولات کے توغل سے اکثر فساد عقیدہ و نخوت و کبر و عدم مبالات فی الدین وغیرہ یہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ اس عارض کیوجہ سے کہ مثل لازم ہے وہ بھی حرام ہوگا ۔ اگر یہ امور بھی نہ ہوں تو اکثر نیت اس کی تحصیل سے مباحات و حصول جاہ ہوا کرتا ہے ۔ کہ کوئی شخص ناقص التحصیل سمجھ کر حقیر نہ جانے تو اس حالت میں ذریعہ معصیت ہونے سے معصیت ہو جاوے گا ۔ البتہ اگر ان سب غوائل سے پاک ہو تو مضائقہ نہیں مگر قدر ضروری پر اکتفا کرنا واجب ہوگا ۔

فصل نہم ۔ منجملہ ان رسوم کے مصنفین اور اہل مطابع کا حق تالیف یا تخشیہ بیچنا یا خریدنا یا رجسٹری کرانا ہے ۔ چونکہ حق محض شرعاً مملوک نہیں جیسا کہ اہل حدیث و فقہ پر ظاہر ہے اسلئے اس میں کوئی تصرف مالکانہ کرنا اور دوسروں کو اس سے منتفع ہونے سے روکنا سب حرام اور معصیت ہے ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ مت کھاؤ اپنے مالوں کو اپنے آپس میں غیر مشروع طریقہ سے ۔ **فصل دہم** ۔ دہم منجملہ ان رسوم کے اکثر تاجروں اور ثقہ لوگوں کا بلکہ بعض اہل علم و اہل فقر کا کھیل تماشوں کے مجمع میں تفریح کے لئے چلا جانا ہے مثل گھوڑ دوڑ اکھاڑہ کشتی و نمائش گاہ و میلہ ہو دیا کھیتر وغیرہ ۔ چونکہ ایسے مجمعوں میں اکثر امور خلاف شرع واقع ہوتے ہیں ۔ ڈھول نقارہ وغیرہ سے خالی نہیں ہوتے ۔ بازار عورتوں کی آمد و رفت سے پاک نہیں ہوتے ہیں گھوڑ دوڑ میں قمار بھی ہوتا ہے ۔ کشتی میں گھٹنا ران پہلوانوں کے کھلے ہوتے ہیں میلہ کفار میں تو کفریات کا اجتماع محتاج بیان نہیں ۔ اس لئے ایسے مجمعوں میں جانا معاصی و کفریات کی تائید اور ترویج کرنا اور مجمع فسق و کفر کو بڑھانا ہے ۔ حدیث میں ہے جو شخص بڑھاوے مجمع کسی قوم کا وہ انہیں میں سے ہے ۔ حتیٰ کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو لب سڑک بیٹھکر مقرر کرنے سے منع فرمایا تھا کیونکہ ایسے مواقع میں آدمی معصیت سے بچ نہیں سکتا ۔ اسی طرح قرب قیامت میں ایک لشکر کے

دھنسنے کی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر سنائی جو خانہ کعبہ کی اہانت کے لئے آتا ہوگا
حضرت عائشہ رضی نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ان میں تو دوکاندار لوگ بھی ہونگے
آپ نے فرمایا کہ اس وقت سب دھنس جاویں گے ـــ تاجرو شاید تم ضرورت کا عذر
کرتے تو یہ حدیث سن لو اور "واللہ خیر الرازقین" آیت قرآنی پڑھکر اپنی تسلی کرلو۔

باب سوم ان رسوم کے بیان میں جن کو عبادت سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ اور اس میں بھی چند فصلیں ہیں

فصل اول۔ منجملہ ان رسوم کے مولد شریف کی محفل ہے اس کی چند صورتیں ہیں
اور ہر ایک کا حکم جدا ہے۔ **پہلی صورت۔** وہ محفل جس میں قیود مروجہ متعارفہ
میں سے کوئی قید نہ ہو نہ قید مباح نہ قید مکروہ سب قیود سے مطلق ہو مثلاً کچھ لوگ
اتفاقی جمع ہوگئے کسی نے اس کا اہتمام کرکے نہیں بلایا۔ یا کسی اور مباح ضرورت سے
بلائے ہے اس مجمع میں خواہ کتاب سے یا زبانی حضور پُرنور سرور عالم فخر آدم صلے
اللہ علیہ وسلم کے حالات ولادت شریفہ و دیگر اخلاق وشمائل معجزات وفضائل مبارکہ
صحیح صحیح روایات سے بیان کردیا گیا۔ اور اثنائے بیان میں اگر ضرورت امر بالمعروف
بیان احکام کے دیکھی جاوے تو اس میں بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ یا اصل میں اجتماع
استماع وعظ واحکام کے لئے ہوا اور اس کے ضمن میں ان وقائع شریفہ وفضائل
کا بیان بھی آگیا یہ وہ صورت ہے کہ بلا نکیر جائز بلکہ مستحب و سنت ہے رسول مقبول صلی
اللہ علیہ وسلم نے اپنے حالات وکمالات اسی طریق سے بیان فرمائے ہیں اور آگے
صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکو روایت کیا۔ جس کا سلسلہ محدثین میں آجتک۔ بفضلہ تعالیٰ
جاری ہے اور تا بقائے دین جاری رہے گا۔ **دوسری صورت۔** وہ محفل
جس میں قیود غیر مشروعہ موجود ہوں جو کہ اپنی ذات میں بھی قبیح ومعصیت ہیں
مثلاً روایات موضوعہ خلاف واقعہ بیان کی جاویں یا خوش رو وخوش الحان لڑکے

عـه عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يغزو جيش الكعبة فاذا كانوا ببيداء من الارض يخسف باولهم وآخرهم قلت

اس میں غزل خوانی کریں یا رشوت یا سود وغیرہ کا حرام مال اس میں خرچ کیا جاوے یا حد ضرورت سے زیادہ اس میں روشنی فرش و آرائش مکان وغیرہ کا تکلف کیا جاوے یا لوگوں کو جمع کرنیکا اہتمام بہت مبالغہ سے کیا جاوے کہ اسقدر اہتمام نماز و جماعت و وعظ کیلئے بھی نہ ہوتا ہو۔ یا نثر یا نظم میں حضرت حق تعالیٰ شانہ یا حضرات انبیاء علیہم السلام یا حضرات ملائکہ علیہم السلام کی توہین و گستاخی صراحتہً یا اشارۃً کیجاوے یا اس مجمع میں جانے سے نماز با جماعت فوت ہو جاوے یا وقت تنگ ہو جاوے یا اس کا قوی احتمال ہو یا بانی مجلس کی نیت شہرت و تفاخر کی ہو۔ یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں حاضر ناظر جانا جاوے یا اور کوئی امر اسی قسم کا خلاف شرع اس میں پایا جاوے۔ یہ وہ صورتیں ہیں جو اکثر عوام جہلا میں شائع ذائع ہے اور شرعًا بالکل ناجائز و گناہ ہے۔

ارشاد فرمایا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے جھوٹ بولا مجھ پر جان کر پس اسکو اپنا ٹھکانا دوزخ میں ڈھونڈھ لینا چاہیے۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو جھوٹ بولنے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو سنا کرے اس کو بیان کر دیا کرے روایت کیا اس کو مسلم نے۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ روایات کے بیان کرنے میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے بدون علم و تحقیق کے بیان کرنا گناہ ہے خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف کسی غلط امر کا منسوب کرنا سخت ہی وبال ہے۔ اور حضرت جابر سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ گانا جماتا ہے نفاق کو قلب میں جس طرح جماتا ہے پانی زراعت کو روایت کیا اسکو بیہقی نے۔ اس حدیث سے گانے کی مذمت معلوم ہوئی بالخصوص جہاں احتمال فتنہ کا ہو جیسے کہ خوش رو عورت کا گانا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہیں نہیں قبول کرتے مگر پاک حلال مال کو اور اسی روایت میں ہے کہ ایک شخص بڑا سفر دراز کرے اور اس کے بال بھی پریشان ہیں۔ اور بدن و لباس بھی میلا ہے

اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کیطرف بڑھا بڑھا کر یارب یارب کرتا ہے (یعنی تمام سامان قبولیت دعا کے بظاہر مجتمع ہیں) مگر ساتھ ہی اس کے یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام اور پانی حرام اور لباس حرام اور حرام ہی سے غذا دیا گیا پس ایسے شخص کی دعا کب قبول ہو روایت کیا اس کو مسلم نے ـــ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کیسے ہی خلوص سے کوئی عبادت کرے مگر حرام مال سے سب اکارت ہو جاتا ہے بلکہ حرام مال لگانے کا گناہ اس کے اوپر جو رہتا ہے وہ جدا ـــ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تم اسراف مت کرو اور فرمایا کہ بیشک فضول اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکر ہے جس صرف میں کوئی مشروع غرض نہ ہو وہ سب اس میں داخل ہو گیا خواہ روشنی ہو یا اور تکلفات ہوں لباس و وضع غیر مشروع کے باب میں جو حدیثیں آئی ہیں وہ باب اول میں مذکور ہو چکی ہیں حاجت اعادہ کی نہیں ـــ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جان میری اس کے قبضہ میں ہے کہ تم لوگ یا تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہو نہیں تو عنقریب بھیجیگا اللہ تعالیٰ عذاب تم پر اپنے پاس سے پھر تمھاری یہ حالت مردودیت کی ہو جاوے گی کہ تم اس سے دعا کروگے اور قبول نہ ہوگی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے حضرت حسن سے ـــ روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کسی ختنہ میں بلائے گئے آپنے انکار فرمادیا۔ کسی نے دریافت کیا آپنے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہم لوگ ختنہ میں نہیں جاتے تھے اور نہ اسکے لئے بلائے جاتے تھے۔ روایت کیا اسکو احمد نے اس سے معلوم ہوا کہ جس کام کے لئے لوگوں کو بلانا سنت سے ثابت نہیں اس کے لئے بلانے کو صحابی نے ناپسند فرمایا اور جانے سے انکار کیا فرمایا اور راز اس میں یہ ہے بلانا دلیل ہے اہتمام کی تو شریعت نے جس امر کا اہتمام نہیں کیا اس کا اہتمام کرنا دین میں ایجاد کرنا ہے اسی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ نے لوگوں کو جب مسجد میں چاشت کی نماز کے لئے مجتمع دیکھا تو براہ انکار

اسکو بدعت فرمایا۔ اور اسی بنا پر فقہاء نے جماعت نافلہ کو مکروہ کہا ہے۔ اور حضرت حق تعالیٰ اور انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کی گستاخی کا مذموم و کفر ہونا محتاج بیان نہیں کوئی مسلمان اس کا منکر ہے۔ گو بہت سے جاہل شاعر اسمیں مبتلا ہیں۔ نہ ایسے اشعار کا تصنیف کرنا جائز نہ انکا پڑھنا سننا جائز۔ اسی طرح نماز یا جماعت یا وقت کا ضائع کرنا ظاہر ہے کہ حرام ہے اور جو ذریعہ گناہ کا ہو وہ بھی گناہ ہوتا ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں عشاء کے بعد باتیں کرنے سے ممانعت آئی ہے اور اس کی وجہ شراح حدیث نے یہی لکھی ہے کہ اس سے صبح یا تہجد کی نماز میں خلل پڑیگا۔ اسی طرح نمائش و فخر کا حرام ہونا سب جانتے ہیں اور ذریعہ حرام کا حرام ہی ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے جو شخص شہرت کا کپڑا پہنے گا اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنا دینگے حدیث میں ہے کہ تھوڑا اسا ریا بھی شرک ہے حاضر ناظر ہونا موقوف ہے علم و قدرت پر چونکہ حق تعالیٰ کا علم و قدرت دونوں کامل ہیں۔ اسلئے وہ ہر زمان و مکان میں حاضر ناظر ہیں یہ اعتقاد حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ یا انبیاء و اولیا کے ساتھ کرنا اگر اس بناء پر ہے کہ آپکے لئے علم و قدرت ذاتی ثابت کرتا ہے جیسا کہ بعض جہلاء کا عقیدہ ہے تب تو یہ شرک ہے گویا اللہ تعالیٰ سے کم ہی سمجھتا ہو۔ کیونکہ مشرکین عرب بنص قرآنی مشرک ہیں اور یہ بھی قرآن ہی سے ثابت ہے کہ وہ اپنے آلہۃ کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہ سمجھتے تھے اور اگر یوں جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اطلاع اور اذن دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بلا حجت شرعیہ گناہ ضرور ہے اسلئے کہ جھوٹ سب جانتے ہیں کہ حرام ہے اور جھوٹ جیسا زبان سے ہوتا ہے دل سے بھی ہوتا ہے مگر اصل تو دل ہی میں ہوتا ہے وہاں سے زبان پر آتا ہے حتیٰ کہ بدگمانی کہ محض فعل قلب ہے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے "ان بعض الظن اثم" فرمایا ہے اور حدیث میں "فان الظن اکذب الحدیث" آیا ہے غرض ان امور ناجائز سے وہ مجلس بھی ناجائز ہوتی ہے اور اس میں شرکت درست نہیں

ہوتی ۔ اور آجکل اکثر ایسی ہی مجلسیں ہوتی ہیں کہ ان میں اگر کل امور ناجائز نہیں ہوتے
تو بعض تو غالباً ضرور ہوتے ہیں اور مجلس کے ناجائز ہونیکے لئے ایک امر ناجائز بھی
کافی ہے جیساکہ ظاہر ہے ۔ **تیسری صورت** ۔ وہ محفل جس میں نہ تو پہلی صورت
کا سا اطلاق و بے تکلفی ہو اور نہ دوسری صورت کیطرح اس میں قیودِ حرام ہوں بلکہ
قیود تو ہوں مگر ایسے قیود ہوں جو خود اپنی ذات میں مباح و حلال ہیں یعنی روایات
بھی صحیح و معتبر ہوں بیان کرنیوالا بھی ثقہ و دیندار ہو اور محل شہرت بھی نہ ہو مال بھی اس میں
حلال طیب صرف کیا جاوے آرائش و زیبائش بھی حد اسراف تک نہ ہو حاضرین محفل
کا لباس و وضع موافق شرع کے ہو اور جو اتفاقاً کوئی خلاف شرع ہیئت سے حاضر
ہوئے تو بیان کرنیوالا بشرط قدرت امر بالمعروف سے دریغ نہ کرے اسی طرح
حسب موقع اور ضروری احکام بھی بیان کرتا جاوے ۔ اگر کچھ نظم ہو تو قواعد موسیقی
سے نہ ہو مضمون اس کا حد شرع سے متجاوز نہ ہو۔ لوگوں کو بلانے اور اطلاع کرنے
میں مبالغہ نہ ہو کسی ضروری عبادت میں اس مجمع میں حاضر ہونے سے خلل نہ پڑے بانی کی
نیت بھی خالص ہو محض امید برکت و محبت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا باعث ہو نہ
اگر صیغہ ندا کسی کلام میں ہو تو قرائن قویہ سے اعتماد کامل ہو کہ حاضرین کم فہم نہیں ہیں جو
آپکو حاضر و ناظر و عالم الغیب سمجھیں گے اور بھی جمیع منکرات سے پاک ہو مگر اس میں یہ
امور بھی ہیں۔ شیرینی و قیام و فرش و ممبر و بخور و عطر اور مثل اسکے جو اپنی ذات میں خلاف
شرع نہیں ہیں۔ یہ وہ محفل ہے جو نہایت احتیاط والوں میں شاید کہیں شاذ و نادر
پائی جاتی ہو ۔ پس ایسی محفل نہ تو پہلی محفل کیطرح علی الاطلاق جائز ہے اور نہ دوسری محفل
کیطرح علی الاطلاق ناجائز ہے بلکہ اسکے جائز اور ناجائز ہونے میں تفصیل ہے جو عنقریب
معروض ہوتی ہے مگر قبل بیان اس تفصیل کے چند قواعد شرعیہ معروض ہوتے ہیں جو فہم
تفصیل میں معین[ط] ہوں گے ۔ **قاعدہ اول** ۔ کسی امر غیر ضروری کو اپنے عقیدہ

ط معین یعنی مددگار

میں ضروری اور مؤکد سمجھ لینا یا عمل میں اسکی پابندی اصرار کیساتھ اس طرح کرنا کہ فرائض و واجبات کی مثل یا زیادہ اس کا اہتمام ہو اور اسکے ترک کو مذموم اور تارک کو قابل ملامت و شناعت جانتا ہو یہ دونوں امر ممنوع ہیں۔ کیونکہ اس میں حکم شرعی کو توڑ دینا ہے اور تقیید و تعیین و تخصیص و التزام و تحدید وغیرہ اسی قاعدہ اور مسئلہ کے عنوانات و تعبیرات ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص تجاوز کریگا اللہ تعالیٰ کی حدوں سے پس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں ـــ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ تم میں ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنی نماز میں شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے وہ یہ کہ نماز کے بعد داہنی طرف سے پھرنے کو ضروری سمجھنے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بسا اوقات بائیں جانب بھی پھرتے دیکھا ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔ طیبی شارح مشکوٰۃ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات نکلی ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب پر اصرار کرے اور عزیمۃ اور ضروری قرار دے لے اور کبھی رخصت پر یعنی اسکی دوسری شق مقابل پر عمل نہ کرے تو ایسے شخص سے شیطان اپنا حصہ گمراہ کرنیکا حاصل کر لیتا ہے پھر ایسے شخص کا تو کیا کہنا جو کسی بدعت یا امر منکر یعنی خلاف شرع عقیدہ یا عمل پر اصرار کرتا ہو ـــ صاحب مجمع نے نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات نکلی کہ امر مندوب بھی مکروہ ہو جاتا ہے جب یہ اندیشہ ہو کہ یہ اپنے رتبہ سے بڑھ جاویگا۔ اسی بنا پر فقہاء حنفیہ نے نمازوں میں صورت مقرر کرنے کو مکروہ فرمایا ہے خواہ اعتقاداً پابندی ہو یا عملاً فتح القدیر نے اس تعلیم کی تصریح کر دی ہے اور مسلم میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مت خاص کرو شب جمعہ کو شب بیداری کیساتھ اور شبوں میں سے اور مت خاص کرو یوم جمعہ روزہ کیساتھ اور ایام میں سے۔ ہاں اگر اسکے کسی معمولی روزہ میں جمعہ ہی آپڑے تو وہ اور بات ہے ـــ قاعدہ دوم۔ فعل مباح بلکہ مستحب بھی کبھی امر غیر مشروع کے ملجانے سے غیر مشروع و ممنوع ہو جاتا ہے جیسے دعوت میں جانا مستحب بلکہ سنت ہے

لیکن وہاں اگر کوئی امر خلاف شرع ہو اسوقت جانا ممنوع ہوجاویگا جیسے لعاو بشیں آیا ہے۔ اور ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور اسی طرح نفل پڑھنا مستحب ہے مگر اوقات مکروہ میں ممنوع و گناہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر مشروع بوجہ اقتران [سلہ] و انضمام غیر مشروع کے غیر مشروع ہوجاتا ہے۔ — **قاعدہ سوم** - چونکہ دوسرے مسلمان کو بھی ضرر سے بچانا فرض ہے۔ اس لئے اگر خواص کے کسی غیر مشروع فعل سے عوام کے عقیدے میں خرابی پیدا ہوتی ہو تو وہ فعل خواص کے حق میں بھی مکروہ و ممنوع ہوجاتا ہے خواص کو چاہیئے کہ وہ فعل ترک کردیں — حدیث شریف [سلہ] میں فصل آیا ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حطیم کو بیت اللہ کے اندر داخل فرمانے کا ارادہ کیا۔ مگر اس خیال سے کہ جدید الاسلام لوگوں کے عقیدے میں فتور اور قلب میں خلجان پیدا ہوگا اور خود بنا کے اندر داخل ہونا کوئی امر ضروری تھا نہیں اس لئے آپ نے اس قصد کو ملتوی فرمادیا اور تصریحاً یہی وجہ ارشاد فرمائی۔ حالانکہ بناء کے اندر داخل فرمادینا مستحسن تھا مگر ضرر عوام کے اندیشہ سے اس امر مستحسن کو ترک فرمادیا — اور ابن ماجہ [سلہ] میں حضرت ابو عبداللہ کا قول ہے کہ اہل میت کو اول روز طعام دینا سنت تھا مگر جب لوگ اسکو رسم سمجھنے لگے پس متروک و ممنوع ہوگیا۔ دیکھئے خواص نے بھی عوام کے دین کی حفاظت کے لئے اسکو ترک کردیا۔

حدیثوں میں سجدۂ شکر کا فعل وارد ہے مگر فقہائے حنفیہ نے حسب قول علامہ شامی اس لئے مکروہ کہا کہ کہیں عوام اسکو سنت مقصودہ نہ سمجھنے لگیں۔ اور عالمگیری میں ہے کہ جو لوگ نمازوں کے بعد کیا کرتے ہیں مکروہ ہے اسلئے کہ جاہل لوگ اس کو واجب اور سنت سمجھنے لگیں گے۔ اور جس فعل مباح سے یہ نوبت آجاوے وہ مکروہ ہوجاتا ہے۔ البتہ اگر وہ فعل خود شرعاً ضروری ہے تو اس فعل کو ترک نہ کریں گے اس میں جو مفاسد پیدا ہوگئیں انکی اصلاح کردیجاویگی۔

سلہ اخرج ابن ماجہ ۱۲ [سلہ] عن الاسود بن یزید ان ابن الزبیر قال له حدثنی بما کانت تقضی [illegible] عائشة [illegible] ام المؤمنین [illegible] فقال حدثتنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لها لولا ان قومک حدیث عهد بالجاهلیة [illegible] الکعبة وجعلت لها بابین [illegible] ترمذی [illegible] جعفر [illegible] [illegible]

مثلاً جنازہ کیساتھ کوئی نوحہ کرنے والی عورت ہو تو اس مکروہ کے اقتران سے جنازہ کے ہمراہ جانا ترک نہ کرینگے خود اس نوحہ کو منع کریں گے کیونکہ وہ ضروری امر ہے اس عارضی کراہت سے اسکو ترک نہ کیا جاویگا بخلاف قبول دعوت کے کہ وہاں امر مکروہ کے اقتران سے خود دعوت کو ترک کردیا، کیونکہ وہ ضروری امر نہیں۔ علامہ شامیؒ نے اس مسئلوں میں بھی فرق لکھا ہے — **قاعدہ چہارم** جب امر میں کراہت عارضی ہو اختلاف ازمنہ و امکنہ و اختلاف تجربہ و مشاہدہ اہل فتویٰ سے اس کا مختلف حکم ہوسکتا ہے یعنی یہ ممکن ہو کہ ایسے امر کو ایک زمانہ میں جائز کیا جاوے اسوقت اسمیں وجوہ کراہت کی نہیں تھی اور دوسرے زمانہ میں ناجائز کہدیا جاوے اس وقت علت کراہت کی پیدا ہوگئی۔ یا ایک مقام پر اجازت دیجاوے دوسرے ملک میں منع کردیا جاوے اس فرق مذکور کے سبب یا ایک وقت اور ایک موقع پر یا ایک مفتی جائز کہے اور اسکو اطلاع نہیں کہ عوام نے اس میں اعتقادی یا عملی خرابی کیا کیا پیدا کردی ہیں دوسرا مفتی ناجائز کہے کہ اسکو اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے عوام کے مبتلا ہونے کا علم ہوگیا ہے تو واقع میں یہ اختلاف ظاہری ہے حقیقی نہیں۔ اور تعارض صوری ہے معنوی نہیں حدیث اور فقہ میں اسکے بے شمار نظائر مذکور ہیں — دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مساجد میں آکر نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ اس وقت فتنہ کا احتمال نہ تھا۔ اور صحابہؓ نے بدلی ہوئی حالت دیکھ کر ممانعت فرمادی۔ اسی طرح امام صاحب و صاحبین کے بہت سے اختلاف اسی قبیل کے ہیں — **قاعدہ پنجم**۔ اگر کسی امر خلاف شرع کرنے سے کچھ فائدے اور مصلحتیں بھی ہوں جنکا حاصل کرنا شرعاً ضروری نہ ہو۔ یا اس کے حاصل کرنے کے اور طریقے بھی ہوں اور ایسے فائدوں کے حاصل کرنیکی نیت سے وہ فعل کیا جاوے یا ان فائدوں کو مرتب دیکھ کر عوام کو اس سے نہ روکا جاوے یہ بھی جائز نہیں۔ نیک نیت سے مباح تو عبادت بن جاتا ہے اور معصیت مباح نہیں ہوتی خواہ اس میں ہزار مصلحتیں اور

منفعتیں ہوں نہ اسکا ارتکاب جائز نہ اس پر سکوت کرنا جائز اور یہ قاعدہ بہت ہی بدیہی ہے مثلاً اگر کوئی شخص اس نیت سے غصب و ظلم کرے کہ مال جمع کر کے محتاجوں اور مسکینوں کی امداد کرینگے تو ہرگز ہرگز غصب و ظلم جائز نہیں ہوسکتا۔ خواہ لاکھوں فائدے اس پر مرتب ہونیکی امید ہو۔ جب یہ قواعد اور مقدمات سمجھ میں آگئے تو اب تیسری صورت کے جواز و ناجواز کی تفصیل سننا چاہیئے وہ یہ کہ قیود مذکورہ چونکہ فی نفسہ امر مباح میں سے ہیں اس لئے انکی ذات میں کوئی خرابی نہیں۔ نہ انکی وجہ سے محفل میں کوئی ذاتی ممانعت لیکن اس مباح سے اگر کوئی فساد و خرابی لازم آنے لگے تو اسوقت ان امور اور محفل کو اس عارض کیوجہ سے ممنوع و ناجائز کہا جاوے گا اور اگر کسی قسم کی کوئی خرابی لازم نہ آوے تو وہ امور بھی بحال خود مباح رہیں گے چنانچہ قاعدہ دوم سے یہ حکم واضح ہے۔ اب دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ آیا ہمارے زمانہ میں ان مباحات کیوجہ سے کوئی خرابی لازم آرہی ہے یا نہیں۔ اگر لازم آتی ہوئی دیکھو اس محفل کو منع سمجھو ورنہ جائز اور یہ امر تجربہ و مشاہدہ سے بخوبی بلاتردد معلوم ہوسکتا ہے اس میں کوئی بحث و مباحثہ کی ضرورت نہیں۔

سو راقم کا جو کئی سال کا تجربہ ہے اسکی رو سے عرض کیا جاتا ہے کہ بلاشک اکثر بلکہ قریب کل عوام ان قیود کو موکد ضروری و لوازم مجلس سے جانتے ہیں اور مثل ضروریات دین کے بلکہ اس سے بدرجہا زائد ان کے ساتھ عملدرآمد کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے کرنے میں جس قدر اہتمام ہوتا ہے نماز جمعہ و جماعت میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں دیکھا جاتا اور اس کے ترک سے جس قدر ناگواری ہوتی ہے فرائض و واجبات کے ترک سے ہرگز ہرگز نہیں بلکہ خود ترک کرنا تو بہت بعید ہے اگر کوئی دوسرا شخص انکار کرے تو درکنار اگر ترک بھی کردے تو اس پر طعن و لعن حد سے زیادہ ہوتا ہے۔ کفار و مبتدعین و فساق سے زیادہ اس کے مخالف اور آمادہ ایذارسانی و بدزبانی ہوجاتے ہیں۔ جب عوام نے اپنے اعتقاد و عمل سے ان امور کی یہاں تک نوبت پہنچادی کہ فرض و واجب سے

بھی زیادہ انکی شان بڑھادی تو لاریب اس التزام و اصرار کیوجہ سے یہ امور مکروہ و ممنوع ہوجاویں گے جیسا کہ قاعدہ اول میں ثابت ہو چکا ہے۔ جب یہ امور ممنوع ہوئے تو انکے ملنے سے وہ محفل بھی غیر مشروع اور ممنوع ٹھیرے گی جیسا کہ قاعدۂ دوم میں بیان کیا گیا۔ اور گو کسی خاص فہیم شخص کا یہ عقیدہ فاسد نہ ہو اور وہ ان امور کو مؤکد نہ سمجھتا ہو اور نہ تارک کو قابل ملامت و نفرت جانتا ہو گو اس وقت میں ایسے لوگ عنقا صفت ہیں لیکن فرضاً اگر کوئی ہو بھی تو غایت ما فی الباب وہ اپنے فساد عقیدہ و عمل کے گناہ سے بچ گیا مگر اس کے کرنے سے اگر دوسرے فاسد الاعتقاد و فاسد العمل کو سہارا لگا ۔۔ انکے فعل کو تقویت و تائید پہونچی تو ان کے فعل مکروہ کے ترویج و تائید کے الزام سے یہ شخص کیسے بچ سکے گا۔ جیسا کہ قاعدۂ سوم میں مذکور ہو چکا ہے ۔۔ خلاصہ یہ کہ جہاں یہ مفاسد مذکورہ نہ ہوں گو اسکی توقع عوام کی حالت پر نظر کرنے سے بہت ہی بعید ہے لیکن اگر فرضاً کسی وقت یا کسی موقع پر ایسا ہو تو وہاں اجازت دیجاویگی۔ مگر اس وقت اجازت کے فعل میں بھی ضرور ہوگا کہ ان قیود کو جس طرح عقیدۃً غیر مؤکد سمجھیں اسی طرح اپنے عمل سے بھی انکا مؤکد نہ ہونا بار بار ظاہر کرتے رہیں۔ مثلاً کبھی شیرینی تقسیم کر دیں۔ کبھی نقد یا غلہ یا کپڑا مساکین کو خفیۃً دیدیں اور کبھی جب گنجائش نہ ہو یا محض رخصت شرعی پر عمل کرنے کے لئے کچھ بھی نہ دیا کریں۔ کبھی اثنائے بیان فضائل و شمائل نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام والتحیۃ میں اگر شوق و وجد غالب ہو جاوے کھڑے ہو جاویں پھر اس میں کسی خاص موقع کی تعیین کی کوئی وجہ نہیں۔ جب کیفیت غالب ہو خواہ اول میں یا اوسط میں یا آخر میں اور خواہ تمام بیان میں ایک بار یا دو چار بار اور جب یہ غلبہ نہ ہو بیٹھے رہا کریں کبھی باوجود غلبہ کے اسی طرح ضبط کرکے بیٹھے رہیں۔ اور نہ محفل تولد کی تخصیص کریں۔ اور اگر اور موقع پر بھی حضورؐ کے ذکر سے غلبہ و شوق ہو وہاں بھی گاہ گاہ کھڑے ہو جایا کریں علیٰ ہٰذا القیاس سب قیود مباح کیساتھ یہی عمل رکھیں تو اس طرح کی محفل کو سلف صالحین سے منقول

نہیں مگر بوجہ مخالف نہ ہونے قواعد شرعیہ کے ممنوع بھی نہ کہی جاویگی۔ یہ حکم ہے صورت سوم کا باعتبار فتاوی کے لیکن مصلحت انتظام دین کا مقتضا یہ ہے کہ اس سے بھی احتیاط رکھیں کیونکہ یہ خود ضرورت دین سے ہے نہ کسی ضرورت دینی کا موقوف علیہ ہے۔ اور ایک بار بھی ہیئت اجتماعیہ مباحہ مفضی[لہ] الی المفاسد ہو بھی چکی ہے جیسا پیش نظر ہے اور جہل روز بروز غالب ہوتا جاتا ہے اس لئے مرتبہ تقوے احتیاط ہی میں ہے واللہ تعالے اعلم اتم و احکم۔ اب بعض لوگوں کے کچھ شبہات کا مختصر جواب لکھا جاتا ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ ذکر شریف تو خود حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے ورنہ ہم تک یہ روایت کیونکر پہونچتی۔ جواب اس کا یہ ہے کہ جو منقول ہے وہ پہلی صورت ہے اور گفتگو صورت سوم میں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بڑے بڑے علماء مثل سیوطی وابن حجر وملا علی قاری وغیرہم نے اسکا اثبات کیا ہے جواب یہ ہے کہ اول تو اس وقت بھی علماء نے اسکے ساتھ اختلاف کیا تھا۔ اور قطع نظر اس سے یہ کہ انکے زمانہ میں مفاسد مذکورہ پیدا نہ ہوئے تھے اس وقت انھوں نے اثبات کیا اب مفاسد پیدا ہو گئے وہ حضرات بھی اگر اس زمانہ میں ہوتے اور ان مفاسد کو ملاحظ فرماتے تو خود منع فرماتے۔ اس لئے اب نفی کیجاتی ہے جیسا کہ قاعدۂ چہارم میں لکھا گیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ علماء حرمین اسکے جواز پر اتفاق رکھتے ہیں جواب یہ ہے کہ اول تو اتفاق غیر مسلم پھر یہ کہ ان کے فتووں میں قیود مباحہ کو فی نفسہا جائز لکھا ہے جس محفل کو جن عقائد ومفاسد کیوجہ سے ہم روک رہے ہیں ان مفاسد کا اظہار سوال میں کرنے کے بعد فتوی منگا دو اس وقت تمہارا یہ شبہ معقول ہو سکتا ہے جب فتوی آجاویگا اسوقت جواب ہمارے ذمہ ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ کثرت سے علما جواز کیطرف ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اول تو کسی نے دنیا بھر کی علماء شماری نہیں کی۔ دوسرے یہ کہ جس خرابی کیوجہ سے ممانعت کیجاتی ہے اس خرابی کو کون سے علماء کثیر بلکہ قلیل نے جائز کیا ہے فتوی کی تو استفتاء

[لہ] مفضی الی المفاسد برائیوں کی طرف پہونچانے والی ۱۲

کے تابع ہوتا ہے۔ مستفتی اپنا عیب کب کھولتا ہے بلکہ ہر طرح اپنی خوش اعتقادی و خلوص کو جتلا کر پوچھتا ہے اس کا جواب بجز جواز کے کیا ہوگا سو یہ فتوی حرمین یا دیگر علماء کثیر کے تحقیق مذکورہ بالا کو مضر نہیں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس بہانہ سے غریب غربا کو خیر خیرات پہونچ جاتی ہے یا اس سے اسلام کی شوکت بڑھتی ہے ناواقف لوگوں کے کان میں کچھ مسائل پڑ جاتے ہیں سو اول تو خود یہ امر مسلم نہیں اکثر جگہ امیروں کو حصہ بٹتا ہوا اور غریبوں کو دھکے ملتے ہوئے دیکھا جاتا ہے۔ اور ایسے سامانوں سے جس کی خبر بعض اوقات محلہ میں بھی نہیں ہوتی۔ کیا احتشام اسلام کا متصور ہے۔ اور احکام کا ذکر بھی نہیں آتا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو خیر خیرات اور احتشام اسلام اور تبلیغ احکام کے جب ور طریقے بھی مشروع ہیں تو غیر مشروع طریقے سے اسکے حاصل کرنیکی اور انکے حاصل کرنے کے لئے ان نامشروع طریقوں کے اختیار کرنیکی شرعاً کب اجازت ہوسکتی ہے جیسا کہ قاعدہ پنجم میں مذکور ہوا۔ اور بھی شبہات اسکے قریب قریب ہیں جنکا جواب بعد ضبط کر لینے اصول مذکورہ کے ہر عاقل سمجھ سکتا ہے یہ کلام تھا اس مسئلہ مولد شریف میں جو بہت سلاست اور اختصار اور جامعیت کے ساتھ لکھنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی — اب امید ہے کہ اہل انصاف کو اس مسئلہ میں شبہ نہ رہے گا۔ اور افراط اور تفریط سے سب باز آوینگے اور علمائے مصلحین امت سے عداوت و بدگمانی اور انکی شان میں اہانت و بدزبانی گوارا نہ رکھیں گے اور شب و روز محبت و اتباع سنت نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم میں کوشش کرینگے۔ اللھم ارزقنا حبك وحب نبيك و اتباع سنتہ وتوفنا على ملتہ واحشرنا فی زمرتہ صلی اللہ علیہ وسلم

فصل دوم: منجملہ ان رسوم کے اولیاء اللہ کا عرس فاتحہ مروجہ ہے جو کسی وقت بمصلحت ایصال ثواب بارواح بزرگان و استفادۂ برکات اجتماع صلحاء شروع ہوا تھا۔ مگر اب اس میں بھی مثل دیگر امور کے بہت سے مفاسد پیدا ہوگئے۔ چنانچہ عرس میں تو یہ امور ہوگئے

(۱) بعض جگہ تو خوب بازاری عورتوں کا ناچ ہوتا ہے جس کا حرام ہونا ظاہر ہے اور باب اول میں بھی بیان کیا گیا ہے خصوص قبور پہ جو جگہ عبرت و تذکر موت و تذکرۂ آخرت کی ہے پھر خاص کر قبور اولیاء پر جن کو اپنی حیات میں بول براز سے زیادہ معاصی سے نفرت تھی ظاہر ہے کہ ایسے مجمع میں جانا لاریب فسق و معصیت ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ ہم تو بہ نیت زیارت جاتے ہیں ہمکو ان منکرات سے کیا ضرر۔ جواب یہ ہے کہ اول تو ممکن نہیں کہ مجمع فسق میں جاوے اور ضرر نہ ہو کچھ نہ کچھ میلان معصیت کیطرف یا چشم و گوش کا ملوث ضروری ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ زیارت دوسرے وقت بھی ہو سکتی ہے۔ تیسرے زیارت کچھ فرائض، و واجبات سے نہیں فرض و واجب کے لئے اگر کہیں اقتران معصیت پر نظر نہیں کیجاتی ہے۔ اور مباح بلکہ مستحب میں اگر ایسا اتفاق ہو تو خود اس مستحب کو ترک کر دینا واجب ہے جیسا ابھی فصل اول کے قاعدہ دوم میں ذکر ہو چکا ہے پھر یہ کہ اسکی حرکت سے دوسروں کو ضرر ہوتا ہے اور اہل معصیت کے فعل کی تائید ہوتی ہے اسوجہ سے بھی اس سے بچنا ضروری ہے جیسا کہ فصل اول کے قاعدۂ سوم میں بیان ہو چکا ہے (۲) بعض جگہ بازاری عورتیں نہیں ہوتی۔ اور بجائے ان کے قوال و معازف و مزامیر ہوتی ہے ایسے سماع کے متعلق اس عاجز نے ایک رسالہ "حق السماع" مفصل مدلل لکھا ہے۔ اس میں آداب و شرائط سماع کے اور جو جو اس میں مفاسد ہو گئے ہیں ان سب کا ذکر بالتفصیل کیا ہے جس سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس زمانہ کے مجالس سماع حسب قوال ائمہ تصوف ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ (۳) بعض جگہ یہ قصہ بھی نہیں ہوتا صرف معین تاریخ پر اجتماع اور قرآن خوانی و تقسیم طعام یا شیرینی ہوتا ہے اور بس اور ایسے عرس کو اس زمانہ میں مشروع عرس سمجھتے ہیں مگر اس میں بھی وہی خرابی اصرار و تعیین والتزام مالایلزم وغیرہا کی یقیناً موجود ہیں جس کیوجہ سے عوام کے عقائد بھی فاسد ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات مہتمم عرس کو اس کے انجام

دینے کے لئے قرض لینا پڑتا ہے گو سودی ہی کیوں نہ ملے پھر حاضرین عرس کی دست نگری کرتا ہے کہ انسے نذرانہ وصول ہو تو یہ قرض ادا کیا جاوے۔ بلا ضرورت قرض لینا خاص کر سودی اور لوگوں کے ہاتھ کو تکنا جس کا منشا حرص و طمع ہے۔ ظاہر ہے کہ شرعاً اور عقلاً سخت مذموم ہے۔ حدیث میں اس دست نگری کی نسبت آیا ہے وما لا فلا تتبعہ نفسک یعنی جو چیز تمہارے ہاتھ نہ آئے اپنے جی کو اس کے پیچھے مت ڈالو۔ اور امر ابدالتزام وغیرہ کا مشروع ہونا فصل اول کے قاعدہ اول میں بیان ہو چکا ہے جس کی وجہ سے وہ مجلس بھی غیر مشروع ہو جاوے گی۔ جیسا قاعدہ دوم میں بیان ہوا اور اس عذر کا جواب اسی فصل کے آغاز میں ہو چکا ہے کہ کوئی شخص کہنے لگے کہ ہماری نیت تو اچھی ہے ہم کو دوسروں کے عقیدۂ فاسد سے کیا بحث ہے۔

البتہ افادہ و استفادہ اہل قبور بطریق مشروع شریعت میں مستحسن ہے اسکا طریق یہ ہو کر گاہ گاہ ان مزارات پر حاضر ہو کر سے اور جو کچھ توفیق ہو پڑھکر بخشدے اور اپنی موت کو یاد کرے اور اگر صاحب نسبت ہے اور دل چاہے تو حسب طریقہ معمولہ اہل تصوف ان سے استفادہ برکات کا کرے اور اگر عبادت مالیہ کا انکو ثواب بخشنا ہو تو اپنے گھر پر حسب توفیق پکا کر یا نقد و غلہ وغیرہ مساکین کو خفیہ دیکر انکی روح کو ثواب بخشدے نہ تاریخ معین کرنے کی حاجت ہے اور نہ شہرت دینے کی اسیطرح زمانۂ عرس میں اولیاء اللہ کے مزارات پر چادر ڈالتے ہیں جو مکروہ اور اسراف ہے اور عوام کا جو اس میں اعتقاد ہے وہ بالکل شرک ہے۔ پھر غضب یہ کہ اس کی نذر و منت مانی جاتی ہے بعض لوگ دور و دراز سے سفر کرکے اپنے بچوں کا چلہ چھٹی وہاں کرتے ہیں اور یہ نذر وہاں پوری کرتے ہیں ۔۔ بعضے آسیب اتروانے کیلئے آتے ہیں اور عقائد فاسدہ میں مبتلا ہوتے ہیں بعضے طواف و سجدہ کرتے ہیں بعضے وہاں چراغ روشن کرتے ہیں قبریں پختہ بناتے ہیں ۔۔ قرآن و حدیث سے صاف صاف ان امور سے

توبہ کا حکم ہے چنانچہ ارشاد فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو یہ حکم نہیں فرمایا کہ قبروں کو کپڑے پہنائے جائیں اس سے قبروں پر غلاف ڈالنے کا ناپسند ہونا صاف ظاہر ہے۔ علامی شامیؒ نے نقل کیا ہے یکرہ الستور علی القبور بعض بعض لوگ دھوکہ دینے کے لئے حجت لاتے ہیں کہ دیکھو عورت کے جنازہ پر گہوارہ بناکر چادر ڈالتے ہیں گہوارہ بھی قبر کے مشابہ ہے جب یہ جائز ہے وہ بھی جائز ہے اس تقریر کا لغو ہونا ظاہر ہے۔ اول تو یہ قیاس ہے کہ جو نص کے مقابلہ میں خود باطل ہے۔ دوسرے قیاس بھی مع الفارق گہوارہ پر تو پردے کی غرض سے چادر ڈالتے ہیں۔ قبر جب بند ہو گئی اب پردہ کی کونسی ضرورت رہی۔ یہاں تو محض زیب زینت و تکلف اور تقرب اور رضا مندی صاحب مزار مقصود ہے۔ بس اسراف رہا جدا اور خود یہ امور جدا جدا ممنوع ہیں اور سب کا جمع ہونا اور بھی شدید ہے جب اسکا ممنوع ہونا ثابت ہو گیا اور معصیت کی نذر جائز نہیں بلا شک ایسی نذر باطل ہو گی جسکا ایفا بالکل ناجائز ہے۔ اور وہاں ایسے فضول کاموں کیلئے جانا خود سفر معصیت ہے بالخصوص عورتوں کا جانا جس میں علاوہ مفاسد مذکورہ کے انواع انواع کی بے پردگیاں ہوتی ہیں۔ اور فساد عقیدہ رہا جدا ایسی ہی عورتوں کی نسبت ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کرتی ہیں۔ فرمایا[۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لعنت کرے اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا یہ حدیث مطلب مذکورہ کے اثبات کے لئے کافی ہے۔ اور اسی حدیث سے قبر کو سجدہ کرنیکی حرمت بھی ثابت ہو گئی۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں آپنے سوال

---

[۱] قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجد ۱۲ مشکوٰۃ ص ۶۹ [۲] عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرۃ فرأیتہم یسجدون لمرزبان لہم فقلت یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احق ان یسجد لہ فاتیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقلت انی اتیت الحیرۃ فرأیتہم یسجدون لمرزبان لہم فانت احق بان یسجد لک فقال لی ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ فقلت لا فقال لا تفعلوا لو کنت آمر احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجہن لما جعل اللہ لہم علیہن من الحق ۱۲ مشکوٰۃ ص ۲۸۲

کیا کہ اگر تم ہمارے بعد ہماری قبر پر گذرو گے کیا جب بھی سجدہ کرو گے؟ صحابی نے عرض کیا کہ اس وقت تو نہ کرونگا۔ آپنے فرمایا کہ اگر کسی کو اجازت سجدہ کی ہوتی تو عورت کو اجازت دیتا کہ خاوند کو سجدہ کیا کریں۔ مطلب آپکے جواب کا یہ ہوا کہ جب تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ بعد موت کے کوئی مستحق سجدہ کا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ مستحق سجدہ کا حی ہے سو جو دائم و قیوم و قائم ہے سجدہ اسی کا حق ہے اس سے زندہ مردہ سب کو سجدہ کرنا حرام ٹھیرا۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو زندہ پیروں کو سجدہ کرتے ہیں یہ بھی جائز نہیں اور اگر کسی بزرگ سے قولاً یا فعلاً منقول ہو تو بحسن ظن اس میں تاویل سکر و غلبہ حال کی جاوے گی جس میں معذوری ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس سے کہ قبروں پر چراغوں کا سامان کیا جاوے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی اس سے قبروں کو پختہ بنایا جائے۔ اور اس سے کہ ان پر لکھا جاوے اور اس سے کہ ان پر عمارت بنائی جاوے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

بعضے لوگ قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں چونکہ مقصود اس سے تقرب و رضامندی اولیاء اللہ کی ہوتی ہے اور انکو اپنا حاجت روا سمجھتے ہیں یہ اعتقاد شرک ہے اور وہ چڑھاوا کھانا بھی جائز نہیں بعموم قولہ تعالیٰ وما اھل بہ لغیر اللہ بعض لوگ تاویل کرتے ہیں کہ مقصود اصلی ہمارا مساکین کو دینا ہے چونکہ یہ لوگ وہاں جمع رہتے ہیں اسلئے وہاں لیجاتے ہیں مگر یہ محض حیلہ ہے۔ کیونکہ اگر وہی مساکین اس شخص کو راہ میں ملجاویں اور سوال کریں تو ہرگز انکو اس چڑھاوے میں سے ایک ذرہ بھی نہ دیں۔ اور یہی جواب ملے کہ جہاں کیلئے لائے ہیں وہاں تو ابھی پہونچا ہی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر مقصود ہے مساکین مقصود نہیں۔ پھر وہاں پہونچکر ویسے بھی تو مساکین کو تقسیم کر سکتے ہیں۔ قبر پر رکھنے کی کیا وجہ۔ بعض لوگ پھولوں کی

چادر اور ہار نہایت مکلف بناکر قبروں پر ڈالتے ہیں اور دلیل لاتے ہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر ایک شاخ کھجور کے دو حصے کرکے گاڑ دیا تھا اور ارشاد فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہو جاویں امید ہے کہ ان سے عذاب ہلکا ہو جاوے جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو بعض لوگوں نے اسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے کہا ہے۔ اور اگر عام ہی کہا جاوے تب بھی قیاس مع الفارق ہے دو وجہ سے اول تو کجا شاخ اور کجا پھولوں کے ہار اور چادریں۔ وہاں مقصود محض ایصال اثر ذکر ہے۔ اور یہاں تکلف و آرائش اور تکلف قبور کیساتھ خود ممنوع ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔ دوسرے یہ کہ حضور نے اس عمل کو تخفیف عذاب کیلئے کہا تھا اگر یہ لوگ بھی تخفیف عذاب کے لئے کرتے تو جن حضرات کو کامل و مقبول جانتے ہیں اور ان میں عذاب کا احتمال بھی انکو ہرگز نہیں ہو سکتا ان کی قبروں کیساتھ یہ عمل نہ کرتے بلکہ فاسق و فاجروں کی قبور کیساتھ کرتے حالانکہ معاملہ بالعکس ہے اس سے معلوم ہوا کہ مقصود تخفیف عذاب نہیں بلکہ وہی تقرب اور خوشنودی اولیاء اللہ کی جس کی کوئی دلیل انکے پاس نہیں اور نہ وہ ان امور سے خوش ہوتے ہیں اور خوش تو جب ہوتے جب انکو کوئی نفع پہنچتا ان تکلفات سے ان کو کیا فائدہ اور نقائص مروجہ میں یہ امور ہو گئے ہیں (۱) اکثر عوام حضرات اولیاء اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر اس نیت سے فاتحہ و نیاز دلاتے ہیں کہ انسے ہماری کار برآری ہوگی مال و اولاد ہوگی۔ ہمارا رزق بڑھے گا۔ اور اولاد کی عمر بڑھے گی۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ اس طرح کا عقیدہ صاف شرک ہے تمام قرآن مجید اس عقیدہ کے ابطال سے بھرا پڑا ہے بعض لوگ زبردستی تاویل کرتے ہیں کہ ہم قادر مطلق عالم الغیب حق تعالیٰ ہی کو سمجھتے ہیں مگر آخر بزرگوں کا توسل تو جائز اور ثابت ہے۔ جواب یہ ہے کہ توسل کے یہ معنی نہیں کہ ان وسائل کو کارخانہ تکوین میں کچھ دخیل سمجھا جاوے۔ خواہ تو ان کو

فاعل سمجھیں اسطرح کہ انکو اللہ تعالیٰ نے کارخانے سپرد کر رکھے ہیں۔ اور خواہ یوں سمجھیں کہ فاعل تو اللہ تعالیٰ ہے مگر ان حضرات کے عرض و معروض کرنے سے ضرور ہی اللہ میاں کو کرنا پڑتا ہے ایسا فعل تو بس شرک محض ہے مشرکین عرب کے عقائد اسی قسم کے تھے وہ بھی اصنام و ارواح کو فاعل بالذات بالاستقلال نہ جانتے تھے اسی طرح کا کارکن سمجھتے تھے جیسا کہ آیۃ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى اس کی شاہد ہے۔ ایک موٹی بات سمجھنے کے قابل ہے کہ کسی شخص سے کسی چیز کی توقع رکھنے کیلئے کئی امر کا جمع ہونا ضروری ہے۔ اول اس شخص کو اسکی حاجت کی اطلاع ہو۔ دوسرے اس کے پاس وہ چیز بھی موجود ہو تیسرے اسکو دینے کی قدرت بھی ہو۔ چوتھے اس سے بڑا کوئی روکنے والا نہ ہو۔ پانچویں اس کے پاس ذرائع اس چیز کو اس شخص تک پہنچانے کے بھی ہوں۔ اب خیال فرمایئے جو شخص بزرگوں سے اولاد رزق وغیرہ کی توقع رکھتا ہے اس سے پوچھنا چاہیے کہ اول تو ان اولیاء کو تمہاری حاجت کی اطلاع کیسے ہوئی اور اگر کہو کہ ان کو تو سب کچھ خود معلوم ہے تو یہ شرک صریح ہے اگر کہیں اللہ تعالیٰ انکو اطلاع کر دیتا ہے۔ سو یہ محال تو نہیں مگر ضرور بھی نہیں بلا حجت شرعیہ کسی امر ممکن کے وقوع کا عقیدہ کرنا محض معصیت و کذب قلب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تقف ما ليس لك به علم الاية۔ پھر یہ کہ ان کے پاس رزق و اولاد کہاں جمع رکھا ہے جو نعمتیں ان کے پاس ہیں وہ اور چیزیں ہیں بچے اور روپیہ کا ڈھیر ان کے پاس نہیں لگا۔ پھر یہ کہ قدرت کو اگر ذاتی سمجھا جاوے تب تو شرک ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو یہ تصرف دیا ہے تو اس کے لئے دلیل شرعی کی حاجت ہے۔ اور بدون اس کے یہ اعتقاد بھی باطل و افتراء محض ہے بلکہ قرآن و حدیث میں تو لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا صاف صاف موجود ہے جس سے دوسروں کو ایسی قدرت کی نفی ہو رہی ہے۔

پھر یہ کس طرح معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے وہ ہرگز اس تصرف سے نہ روکیگا جس طرح چاہتے ہیں وہی ہو جاویگا اگر ایسا کوئی سمجھے تو اس نے تمام قرآن کی تکذیب

کی پھر وہ ذرائع دریافت کئے جاویں کہ اولاد اسکو کس طرح دی روپیہ کس طرح ان کے پاس بھیجا۔ اور اگر ان تمام اشکالات کے جواب میں کوئی یوں کہے کہ وہ لوگ دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ قبول فرماکر ویسا ہی کر دیتے ہیں تو اس کا جواب یہی ہے کہ دعا کے لئے اول انکو اطلاع کیضرورت ہے اور اسکی دلیل کوئی نہیں۔ پھر بعد اطلاع کے اسکی دلیل کیا ہے کہ وہ دعا کر ہی دیتے ہیں۔ پھر دعا کے بعد اسکی کیا دلیل ہے کہ وہ ضرور ہی قبول ہو جاتی ہے۔ غرض توسل کے یہ معنی نہیں ہیں البتہ توسل جو احادیث سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ یا الٰہی فلاں مقبول بندہ کی برکت سے میری فلاں حاجت کو پوری فرمایئے جس طرح حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے توسل سے بارش کی دعا مانگی ایسا توسل بلاشک جائز ہے۔ اور جس طرح جہلا کا عقیدہ ہے وہ محض شرک ہے۔ غرض یاد رکھو کہ جن کمالات کا اختصاص حضرت حق تعالیٰ کیساتھ عقلاً و نقلاً ثابت ہے۔ ان کمالات کا کسی دوسرے میں اعتقاد کرنا شرک اعتقادی ہے اور جن معاملات اور افعال کا خاص ہونا اللہ تعالیٰ کیساتھ ثابت ہے وہ برتاؤ کسی سے کرنا شرک فی العمل ہے اس قاعدہ کے لحاظ کر لینے سے انشاء اللہ تعالیٰ کسی بلا میں مبتلا نہ ہوگا۔ (۲) وہی تخصیصات و تعینات کا ضروری سمجھنا جس کی کراہت کا چند بار ذکر ہو چکا ہے یہاں بھی موجود ہے۔ (۳) اکثر عوام کی عادت ہے کہ بہت سے طعام میں سے تھوڑا سا کھانا کسی طباق یا خوان میں رکھ کر اسکو روبرو رکھ کر فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں اس میں علاوہ مفاسد مذکورہ کے یہ امر قابل استفسار ہے کہ جتنا کھانا تم نے پکایا ہے آیا اس کا ثواب بخشنا منظور ہے یا صرف اس طباق ہی کا یہ تو یقیناً کوئی نہ کہے گا۔ کہ صرف اس طباق ہی کا ثواب بخشنا منظور ہے۔ اور عمل اور برتاؤ سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا پس ضرور یہ کہا جاویگا کہ تمام کھانے کا ثواب بخشنا منظور ہے۔ تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ آیا کھانے کا ثواب پہنچانے کے لئے کھانا روبرو ہونا ضرور ہے یا نہیں۔ اگر ضرور ہے تو صرف ایک طباق رکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ اور اس سے تمہارے قاعدے کے موافق صرف اس طباق کا ثواب

پہونچنا چاہئے باقی تمام کھانا ضائع گیا اور اگر یوں کہو کہ اس چیز کا روبرو ہونا ضروری نہیں صرف نیت کافی ہے اور اسی بنار پر تمام طعام کا ثواب پہونچ سکتا ہے۔ تو پھر طباق کے رکھنے کی کیا ضرورت ہوئی۔ اس میں بھی نیت کافی تھی کیا" توبہ توبہ" حق تعالیٰ کو نمونہ دکھلانا ہے کہ دیکھئے اس قسم کا کھانا دیگ میں ہے اس کا ثواب بخشند یجئے --- غرض اس حرکت کی کوئی معقول وجہ نہیں نکلتی محض رواج کی پابندی ہے اور بس۔ پھر پابندی بھی کیسی کہ اکثر عوام سمجھتے ہیں کہ بدون اس ہیئت خاصہ کے ثواب بھی نہ پہونچے گا۔

(۴) ایک امر قابل دریافت یہ ہے کہ جس چیز کا ثواب بخشنا منظور ہوا گر اس کا روبرو رکھنا ضروری ہے تو کیا وجہ کہ طعام وشیرینی کو رکھا جاتا ہے اور اگر روپیہ یا کپڑا یا غلہ وغیرہ ایصال ثواب کے لئے دیا جاوے تو اس میں اس طریق سے فاتحہ کیوں نہیں پڑھی جاتی اور اگر روبرو رکھنا ضروری نہیں تو اس طعام وشیرینی ہی میں بہ تکلف کیوں کیا جاتا ہے اور طعام اور غیر طعام میں کچھ فرق ہے تو دلیل شرعی ہے اسکو بیان کرنا چاہئے تو قیامت تک بھی یہ ممکن نہیں - (۵) ایک عادت ورواج یہ ہے کہ کھانا کھلانے اور دینے کے قبل بطریق متعارف ثواب بخشتے ہیں۔ تو اس میں دو امر قابل تحقیق ہیں۔ ایک تو یہ کہ ثواب پہونچانے کی حقیقت کیا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ حقیقت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی نیک کام کیا اور اس پر اس کو کچھ ثواب ملنے کی توقع ہوئی جو کچھ اس کو ثواب ملا اس نے اپنی طرف سے دوسرے کو دیدیا۔ دوسرا امر قابل تحقیق یہ ہے کہ ثواب کس چیز کا ملتا ہے۔ آیا نفس طعام کا یا اس کے کھلانے اور دینے کا تو ظاہر ہے کہ خود کھانے کی ذات تو کوئی ثواب کی چیز نہیں جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہرگز نہیں پہونچتا اللہ تعالیٰ کے پاس قربانی کا گوشت اور نہ اس کا خون لیکن تمہارا تقویٰ وہاں پہونچتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ شئی کا ثواب نہیں پہونچتا بلکہ عمل کا ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ خود طعام کی ذات کا ثواب نہیں ہوا بلکہ کھلانے پلانے اور دینے کا ہوا کیونکہ وہ عمل ہے۔

جب یہ دونوں امر متحقق ہو چکے تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ جس وقت کھانا پک کر تیار ہوا ہو اور ابھی نہ کسی کو دیا گیا اور نہ کھلایا گیا۔ آیا اس کو ثواب ملا ہے یا نہیں اگر نہیں ملا تو یہ مردہ کو کیا چیز بہبود نکالتا ہے ابھی خود تو کچھ ملے لے پھر دوسروں کو دے اور اگر اسکو ثواب ملا ہے تو کس چیز کا ملا ہے کوئی عمل تو ابھی پایا ہی نہیں گیا۔ پھر کا ہے کا ثواب بخشتا ہے غرض یہ حرکت بھی محض بے معنی ہے بعض عوام کے طرز عمل سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود ذات طعام کو موجب ثواب سمجھتے ہیں دلیل اس کی یہ ہے کہ بعض نذر و نیاز میں آپ ہی کھا لیتے ہیں یا اغنیاء احباب کو کھلا دیتے ہیں جن کے دینے کو کوئی شخص بھی موجب ثواب نہیں جان سکتا اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ دینے کھلانے کو موجب ثواب نہیں جانتے ورنہ ایسے لوگوں کو دیا کرتے جن کے دینے کو ثواب جانتے۔ بلکہ خود ذات طعام ہی کو ثواب سمجھتے ہیں۔ تو یہ خود ایک عقیدہ فاسد ہے۔ اور قرآن کے خلاف۔ جس و جوبہ کرنا واجب ہے اور اگر کوئی کہے کہ ہم طعام کو موجب ثواب نہیں سمجھتے مگر جب ہم نے نیت طعام کی کر لی تو نیت بھی تو عمل ہے اسلئے ایصال ثواب بے معنی نہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ نیت عمل ہے مگر نیت کا ثواب بخشنا چاہتے ہو یا کھانا کھلا دینے کا کیونکہ نیت کا ثواب اور ہے اور طعام کا ثواب اور پھر یہ کہ نیت تو قبل کھانا پکانے کے بھی ہو گئی تھی۔ اس وقت کیوں نہیں بخشد یا کرتے ـــــ غرض اس عادت کی بھی کوئی معقول وجہ نہیں ہے محض رواج کی پابندی ہے۔ اور کچھ بھی نہیں۔ البتہ ایصال ثواب بطریق مشروع نہایت خوبی کی بات ہے اسکا سیدھا طریقہ وہی ہے جو ان مفاسد کے بیان سے ذرا قبل مذکور ہوا ہے کہ بلا تعین بلا پابندی رواج حسب توفیق جو میسر ہو مستحقین کو دیدے اور ثواب بخشدے ـــــ اس تقریر سے ان سب معمولات کا حکم معلوم ہو گیا۔ گیارہویں سہ ماہی۔ توشہ وغیرہا کہ بلا تقید و بلا تخصیص و بلا فساد عقیدہ تو بلا کلام جائز ہے اور قیود مکروہہ و مفاسد مذکورہ کے ساتھ بلا تردد ناجائز ہے اور قیود مباحہ کیساتھ جس کو نہ خود ضرر ہو نہ اس کے فعل سے کسی دوسرے کو ضرر ہو خفیہ طور پر اس کو گنجائش دی گئی ہے اس

کو بھی چاہئے کہ ان قیود میں گاہ گاہ تغیر و تبدل کر دیا کرے تاکہ کہیں سے اسی کے نفس میں یا شاید دوسرے کے نفس میں کوئی خرابی نہ پیدا ہو جاوے۔ مگر پھر بھی اطلاق کا طریقہ افضل و مسنون ہے کیونکہ اس طریق مباح ہی سے آخر خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں تو آئندہ بھی اندیشہ ہی ہے اس لئے مقتضائے انتظام یہی ہے کہ ان قیود سے بالکل ہی احتیاط رکھے اور تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ قیود کی پابندی میں اگر ابتدا میں بالفرض خلوص بھی ہو مگر بعد چندے پھر اس کو نباہنے کے لئے کرنا پڑتا ہے اور نیت درست نہیں رہتی۔ **فصل سوم۔** منجملہ ان رسوم کے شب برات کا حلوا اور عید کی سویاں عاشورۂ محرم کا کھچڑا اور شربت وغیرہ ہے شب برات میں حدیث سے اس قدر ثابت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم حق تعالیٰ جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور اموات کے لئے استغفار فرمایا۔ اس سے آگے سب بجا وہے جس میں مفاسد کثیرہ پیدا ہو گئے ہیں۔ (۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک جب شہید ہوا تھا آپ نے حلوا نوش فرمایا تھا۔ یہ بالکل موضوع اور غلط قصہ ہے اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں اس لئے کہ یہ واقعہ شوال میں ہوا نہ کہ شعبان میں۔ (۲) بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی ہے یہ انکی فاتحہ ہے۔ یہ بھی محض بے اصل ہے۔ اول تو تعین تاریخ کی ضرورت نہیں دوسرے خود یہ واقعہ بھی غلط ہے۔ آپکی شہادت بھی شوال میں ہوئی تھی شعبان میں نہیں ہوئی۔ (۳) بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برات وغیرہ میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لئے کچھ پکایا ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا امر مخفی بجز دلیل نقلی کے اور کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا اور وہ یہاں ندارد ہے۔ (۴) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شب برات سے پہلے کوئی مر جاوے تو جب تک کہ اس کے لئے فاتحہ شب برات نہ کیا جاوے وہ مُردوں میں شامل نہیں ہوتا یہ بھی

محض تعذیب یاران اور لغو ہے ایک رواج ہے کہ اگر تہوار سے پہلے کوئی مرجاوے تو کنبہ بھر میں پہلا تہوار نہیں ہوتا۔ حدیثوں میں صاف مذکور ہے کہ جب مردہ ہوتا ہے مرنے ہی اپنے جیسے لوگوں میں جا پہونچتا ہے یہ نہیں کہ شب برات تک اٹکا رہتا ہے (۵) حلوے کی ایسی پابندی ہے کہ بدون اس کے سمجھتے ہیں کہ شب برات ہی نہیں ہوئی اس پابندی میں اکثر فساد عقیدہ بھی ہوجاتا ہے اسکو موکد ضروری سمجھنے لگتے ہیں فساد عمل بھی ہوجاتا ہے فرائض وواجبات سے زیادہ اسکا اہتمام کرنے لگتے ہیں اور ان دونوں کا معصیت ہونا فصل اول میں بالتشریح مذکور ہوچکا ہے۔ ان خرابیوں کے علاوہ تجربہ سے ایک اور خرابی ثابت ہوئی ہے وہ یہ کہ نیت بھی فاسد ہوجاتی ہے ثواب وغیرہ کچھ مقصود نہیں رہتا ہے خیال ہوجاتا ہے کہ اگر اب کے نہ کیا تو لوگ کہیں گے کہ اب کے خست اور نادار ہی نے گھیر لیا ہے اس الزام کے رفع کرنے کے لئے جس طرح بن پڑتا ہے مرمار کر کرتا ہے۔ ایسی نیت سے صرف کرنا محض اسراف وتفاخر ہے جس کا گناہ ہونا بارہا مذکور ہوچکا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے لئے قرض سودی لینا پڑتا ہے۔ یہ دوسرا گناہ ہے (۶) جو لوگ مستحق اعانت ہیں انکو کوئی بھی نہیں دیتا یا ادنیٰ درجہ کا پکا کر انکو دیا جاتا ہے۔ اکثر اہل ثروت وبرادری کے لوگوں کو بطریق معاوضہ کے دیتے لیتے ہیں اور نیت اس میں یہی ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ہمارے یہاں بھیجا ہے اگر ہم نہ بھیجیں گے تو وہ کیا کہیگا۔ غرض اس میں بھی وہی ریاء وتفاخر ہوجاتا ہے (۷) بعض لوگ اس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں اور اس ایجاد کی وجہ آجتک معلوم نہیں ہوئی لیکن اسقدر ظاہر ہے کہ موکد سمجھنا بلاشک معصیت ہے یہ تو کھانے پکانے میں مفاسد ایجاد کرتے ہیں۔ انکے علاوہ آتشبازی کی رسم اس شب میں شائع ہے اسکی نسبت باب اول میں بیان ہوچکا ہے حاجت اعادہ نہیں۔ تیسرے زیادتی اس میں یہ نکلی ہے کہ بعض لوگ شب بیداری کیلئے فرائض سے زیادہ اس میں لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام کرتے

ہیں ہر چند کہ اجتماع سے شب بیداری سہل تو ہو جاتی ہے مگر نفل عبادت کے لئے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا یہ خود خلاف شریعت ہے۔ جیسا اسی باب کی فصل اول میں بیان ہو چکا ہے۔ البتہ اتفاقاً کچھ لوگ جمع ہو گئے اس کا مضائقہ نہیں۔

(۸) بعض لوگوں نے اس میں برتنوں کا بدلنا اور گھر لیپنا اور خود اس شب میں چراغوں کا زیادہ روشن کرنا عادت کرلی ہے یہ بالکل رسم کفار کی نقل ہے۔ اور بحدیث تشبہ سے حرام ہے۔ حدیث سے اس زمانہ میں تین امر ثابت ہوتے ہیں انکو بطور مسنون ادا کرنا موجب ثواب و برکت کا ہے۔ اول پندرھویں شب کو گورستان میں جاکر اموات کیلئے دعا و استغفار کرنا اور کچھ صدقہ و خیرات دیکر بھی اگر مردوں کو اس کا ثواب بخشدیا جاوے تو وہی دعا و استغفار اس کے لئے اصل نکل سکتی ہے کہ مقصود دونوں سے نفع رسانی اموات کی ہے مگر اس میں کسی بات کا پابند نہ ہو اگر وقت پر میسر ہو خفیہ کچھ دے دلا دے باقی حدود شرعی سے تجاوز نہ کرے۔ دوئم اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں ہو یا دو چار آدمیوں کے ساتھ جن کے جمع کرنے کے لئے کوئی خاص اہتمام نہ کیا گیا ہو۔ سوئم پندرھویں تاریخ کو روزہ نفل رکھنا ان عبادتوں کو مسنون طور پر ادا کرنا نہایت احسن ہے اور عید الفطر میں سویاں پکانا فی نفسہ مباح ہے مگر لوگوں نے اس میں خرابیاں پیدا کرلی ہیں۔ (۱) اسکو ضروری سمجھتے ہیں حتی کہ اگر سویاں نہ پکائی جاویں تو گویا عید ہی نہیں ہوئی ایسے التزام و اہتمام کا خلاف شرع ہونا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ (۲) اس پابندی کی بدولت یہاں تک نوبت پہونچتی ہے اگر پاس خرچ نہ ہو تو قرض لیکر سودی ہی سے ضرور اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ (۳) اسکی نسبت ایک موضوع روایت مشہور کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے آٹا پکا کر مڑوریاں جمع کر کے سویاں پکائی تھیں یہ محض تہمت ہے کہیں ثابت نہیں۔ (۴) اور دینے لینے میں ریا و تفاخر ہونا یہاں بھی موجود ہے اکثر اعزا و اقارب کے

بچوں کو شرم اتارنے کیلئے دیا جاتا ہے خواہ گنجائش ہو یا نہ ہو۔ پھر جانب ثانی سے اسی دن یا اگلی عید بقر عید کو نہایت ضروری سمجھ کر اس قرض کا ادا کیا جاتا ہے۔ جو مصیبت نوتہ میں تھی وہی یہاں بھی ہے۔ اسی طرح سوئیوں کا طباق جہاں اس نے اسکی بہو کو دیا لیا جس کو ٹھیٹرا بدلوائی کہا جاوے تو نہایت زیبا ہے اسی دل لگی میں جانبین پر پورا بار ہو گیا۔ اس تاریخ میں حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے صرف اس قدر ثابت ہے کہ چند خرما نوش فرما کر عیدگاہ تشریف لیجاتے تھے اگر رغبت و لذت کے لئے دودھ سوئیاں وغیرہ بھی اضافہ کرے تو مباح ہے مگر اس کا ایسا پابند نہ ہو جس سے مفاسد مذکورہ لازم آویں کبھی کبھی ناغہ بھی کر دیا کریں گنجائش نہ ہونیکے وقت خواہ مخواہ تردد میں نہ پڑے اور گنجائش کے وقت بھی رسوم کا اتباع نہ کرے بے تکلفی سے جو ہو جاوے اس پر بس کرے۔ عشرہ محرم میں حدیث سے دو امر ثابت ہیں نویں دسویں کا روزہ اور دسویں تاریخ اپنے گھر والوں کے خرچ میں قدرے وسعت کرنا جس کی نسبت وارد ہوا ہے کہ اس عمل سے سال بھر تک روزی میں وسعت رہتی ہے باقی اور حرام ہیں۔

(۱) تعزیہ بنانا جسکی وجہ سے طرح طرح کا فسق و شرک صادر ہوتا ہے بعض جہلاً کا اعتقاد ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ اس میں حضرت امام حسینؓ رونق افروز ہیں اور اس وجہ سے اسکے آگے نذر و نیاز رکھتے ہیں جس کا "مَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ" میں داخل ہو کر کھانا حرام ہے اسکے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑے ہوتے ہیں اسکی طرف پشت نہیں کرتے اس پر عرضیاں لٹکاتے ہیں اسکے دیکھنے کو زیارت کہتے ہیں اور اس قسم کے واہی تباہی معاملات کرتے ہیں جو صریح شرک ہیں ان معاملات کے اعتبار سے تعزیہ اس آیت کے مضمون میں داخل ہے اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ یعنی کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو۔ اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ یا تو اسکی بیحد تعظیم و تکریم ہو رہی تھی اور یا دفعۃً اسکو جنگل میں لیجا کر توڑ پھوڑ کر برابر کیا معلوم نہیں آج وہ ایسا

بیقدر کیوں ہوگیا واقعی جو امر خلاف شرع ہوتا ہے وہ عقل کے بھی خلاف ہوتا ہے بعضے نادان یوں کہتے ہیں کہ صاحب اسکو حضرت امام عالی مقام کیساتھ نسبت ہوگئی اور انکا نام لگ گیا اس لئے تعظیم کے قابل ہوگیا۔ جواب اسکا یہ ہے کہ نسبت کی تعظیم ہونے میں کوئی کلام نہیں مگر جب کہ نسبت واقعی ہو مثلاً حضرت امام حسین رضی کا کوئی لباس ہو یا اور کوئی انکا تبرک ہو۔ ہمارے نزدیک بھی وہ قابل تعظیم ہیں اور جو نسبت اپنی طرف سے تراشی ہوئی ہو وہ ہرگز اسباب تعظیم سے نہیں ورنہ کل کو کوئی خود امام حسین ہونیکا دعوی کرنے لگے تو چاہیے کہ اسکی اور زیادہ تعظیم کرنے لگو حالانکہ بالیقین اسکو گستاخ و بے ادب قرار دے کر اسکی سخت توہین کے درپے ہوجاوگے اس سے معلوم ہوا کہ نسبت کاذب سے شے معظم نہیں ہوتی بلکہ اس کذب کیوجہ سے زیادہ اہانت کے قابل ہوتی ہے اس بناپر انصاف کرلو کہ تعزیہ تعظیم کے قابل ہے یا اہانت کے — (۲) معازف و مزامیر کا بجانا جس کی حرمت حدیث میں صاف صاف مذکور ہے اور باب اول میں وہ حدیثیں لکھی گئی ہیں اور قطع نظر خلاف شرع ہونیکے فعل کے بھی تو خلاف ہے۔ معازف و مزامیر تو سامان سرور ہیں۔ سامان غم میں اسکا کیا معنی یہ تو در پردہ خوشی منانا ہے " برچنیں دعوی الفت آفریں " (۳) مجمع فساق و فجار کا جمع ہونا جس میں وہ فحش واقعات ہوتے ہیں کہ ناگفتہ بہ ہیں — (۴) نوحہ کرنا جس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لعنت فرمائی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والے اور اسکی طرف کان لگانے والیکو روایت کیا اسکو ابو داؤد نے (۵) مرثیہ پڑھنا جس کی نسبت حدیث میں صاف ممانعت آئی ہے ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا ہے — (۶) اکثر موضوع روایات پڑھنا جس کی نسبت احادیث میں سخت وعید آئی ہیں — (۷) ان ایام میں قصداً زینت ترک کرنا جس کو سوگ کہتے ہیں اور حکم اس کا شریعت میں یہ ہے کہ عورت کو صرف خاوند

پر چار ماہ دس دن یا وضع حمل تک واجب ہے اور دوسرے عزیزوں کے مرنے پر تین دن جائز ہے باقی حرام سواب تیرہ سو سال کے بعد یہ عمل کرنا بلاشک حرام ہے۔ (۸) کسی خاص لباس یا کسی خاص رنگ میں اظہار غم کرنا۔ ابن ماجہ میں حضرت عمران بن حصین سے ایک قصے میں منقول ہے کہ ایک جنازہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ غم میں چادر اتار کر صرف کرتہ پہنے ہیں یہ وہاں غم کی اصطلاح تھی۔ آپ نہایت ناخوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ جاہلیت کے کام کرتے ہو یا جاہلیت کی رسم کی مشابہت کرتے ہو میرا تو یہ ارادہ ہوگیا تھا کہ تم پر ایسی بددعا کروں کہ تمہاری صورتیں مسخ ہو جاویں پس فوراً ان لوگوں نے اپنی چادریں لے لیں اور پھر کبھی ایسا نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ کوئی خاص وضع و ہیئت اظہار غم کے لئے بنانا حرام ہے۔ (۹) بعض لوگ اپنے بچوں کو امام حسین کا فقیر بناتے ہیں اور ان سے بعض بھیک بھی منگواتے ہیں اس میں اعتقادی فساد تو یہ ہے کہ اس عمل کو اس کی طول حیات میں مؤثر جانتے ہیں۔ یہ صریح شرک ہے کہ بھیک مانگنا بلا اضطرار حرام ہے۔ (۱۰) حضرت اہل بیت کی اہانت برسر بازار کرتے ہیں اگر ایام غدر کے واقعات جس میں کسی خاندان کی عورتوں کا ہتک ہوا ہو اس طرح علی الاعلان گائے جاویں اس خاندان کے مردوں کو کس قدر غیظ و غضب آئیگا پھر سخت افسوس ہے حضرات اہل بیت کے حالات اعلان کرنے میں غیرت بھی نہ آئے اور اس طرح کے بہت سے امور قبیحہ ہیں جو ان دنوں میں کئے جاتے ہیں انکا اختیار کرنا اور ایسے مجمع میں جانا سب حرام ہے اور یہی تمام تر فضیحتیں پھر چہلم کو دہرائی جاتی ہیں اور بعض امور فی نفسہ مباح تھے مگر بوجہ فساد عقیدہ یا عمل کے وہ بھی ممنوع ہو گئے۔ (۱) کھچڑا اور کچھ کھانا پکا کر احباب یا مساکین کو دینا اور اسکا ثواب حضرات امام حسین رضی کو بخشدینا اسکی اصل وہی حدیث ہے کہ جو شخص اس دن میں اپنے عیال پر وسعت دے اللہ تعالیٰ اس سال

له عن عمران بن حصين او عن ابي برزة قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم في جنازة فرأى قوما قد طرحوا اردیتهم يمشون في قمص فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أبفعل الجاهلية تأخذون او بصنيع الجاهلية تشبهون لقد هممت ان ادعو عليكم دعوة ترجعون في غير صوركم قال فاخذوا اردیتهم ولم يعودوا لذلك. رواه ابن ماجه

غرض تنگ اس پر وسعت فرماتے ہیں وسعت کی یہ بھی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ بہت سے کھانے پکائے جاویں خواہ جُدا جُدا یا ملا کر کھچڑا ہیں کئی جنس مختلف ہوتی ہیں اسلئے وہ اس وسعت میں داخل ہو سکتا تھا چنانچہ درمختار ہے ولا بأس بالمعتاد خلطاً ویوجر جب اہل وعیال کو دیا کچھ غریب غرباء کو بھی دیدیا حضرت امامین کو بھی ثواب بخشدیا مگر چونکہ لوگوں نے اس میں طرح طرح کی رسوم کی پابندی کر لی ہے گویا خود اسکو ایک تہوار قرار دیدیا ہے اسلئے رسم کے طور پر کرنیسے ممانعت کیجائیگی بلا پابندی اگر اس روز کچھ فراخی خرچ میں کھانے پینے میں کر دے تو مضائقہ نہیں ۔ (۲) شربت پلانا یہ بھی اپنی ذات میں مباح تھا کیونکہ جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت پلانے میں کیا حرج تھا مگر وہی رسم کی پابندی اس میں ہے اور اس کے علاوہ اس میں اہل رفض کیساتھ تشبہ بھی ہے ۔ اس لئے یہ بھی قابل ترک ہے ۔ تیسرے اسمیں ایک مضمر خرابی یہ ہے کہ شربت اس مناسبت سے تجویز کیا گیا ہے کہ حضرات شہدائے کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے اور شربت مسکن عطش ہے اسلئے اسکو تجویز کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے عقیدہ میں عین شربت پہنچتا ہے جسکا باطل و رخلاف قرآن مجید ہونا فصل دوم میں مذکور ہو چکا ہے اور اگر پلانے کا ثواب پہنچتا ہے تو ثواب سب یکساں ہے کیا عرف شربت دینے کو ثواب میں تسکین عطش کا خاصہ ہے پھر یہ بھی اس سے لازم آتا ہے کہ ان کے زعم میں ابتک شہدائے کربلا نعوذ باللہ پیاسے ہیں یہ کس قدر بے ادبی ہے ان مفاسد کیوجہ سے اس سے بھی احتیاط لازم ہے ۔ (۳) شہادت کا قصہ بھی بیان کرنا یہ بھی فی نفسہ روایات کا ذکر کر دینا ہے اگر صحیح ہوں تو روایات کا بیان کر دینا فی ذاتہ جائز تھا مگر اس میں یہ خرابیاں عارض ہو گئیں (۱) مقصود اس بیان سے ہیجان اور جلب غم اور گریہ زاری کا ہوتا ہے یہ صریح مقابلہ شریعت مطہرہ کا ہے کیونکہ شریعت میں ترغیب صبر مقصود ہے اور تعزیت سے بھی مقصود ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ مزاحمت شریعت کی سخت معصیت اور حرام ہے ۔

اسلئے گریہ وزاری کو بھی قصداً یاد کر کر کے لانا جائز نہیں البتہ غم سے اگر آنسو آجائیں تو اس میں گناہ نہیں۔ (۲) لوگوں کو اسکے لئے بلایا جاتا ہے اور ایسے امور کیلئے تداعی و اہتمام خود ممنوع ہے۔ (۳) اس میں مشابہت اہل رفض کیساتھ بھی ہے اس لئے ایسی مجلس کا منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا سب ممنوع ہے چنانچہ مطالب المومنین میں صاف منع لکھا ہے اور قواعد شرعیہ بھی اس کے شاہد ہیں اور یہ تو اس مجلس کا ذکر ہے جس میں کوئی مضمون خلاف نہ ہو اور نہ وہاں نوحہ و ماتم ہو اور جسمیں مضامین بھی غلط ہوں یا بزرگوں کی توہین ہو یا نوحہ حرام ہو جیسا کہ غالب اس وقت میں ایسا ہی ہے تو اسکا حرام ہونا ظاہر ہے اور اس سے بدتر خود شیعہ کے مجالس میں جاکر شریک ہونا بیان سننے کیلئے یا ایک پیالہ فرنی اور دو نان کیلئے۔ **فصل چہارم۔** منجملہ اس رسوم کے وہ رسوم ہیں جو کسی کے مرنے میں برتی جاتی ہیں۔ **اول۔** تجہیز یا تکفین یا نماز میں اسوجہ سے دیر کرتے ہیں کہ فلاں عزیز شریک ہو جاوے گا یا جمعہ میں زیادہ مجمع ہو وہاں نماز ہونا زیادہ اچھا ہے سو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بالکل شریعت کے خلاف ہے حدیث میں صاف حکم ہے کہ جنازہ میں ہرگز دیر مت کرو فقہائے نے بعض وقتی نمازوں سے اسکو مقدم رکھا ہے اور رونے پیٹنے میں دیر لگائی جاوے تو وہ اور بھی زیادہ برا ہے **دوئم۔** بعض لوگ جنازہ کیساتھ کچھ اناج اور پیسے وغیرہ لیجاتے ہیں اور اسکو وہاں خیرات کر دیتے ہیں سو چونکہ یہ فعل بالیقین ناموری کیواسطے کیا جاتا ہے اس لئے خلاف شرع ہے اور اکثر اس مقام پر غیر مستحقین زیادہ جمع ہو جاتے ہیں اسلئے اولیٰ یہ ہے کہ جو کچھ دینا ہو اپنے گھر پر خفیہ مستحقین کو سوچ سمجھ کر دیں اور وہ بھی مشترک ترکہ سے نہ ہو جیسا آیندہ آتا ہے۔ **سوم۔** اکثر کفن کیساتھ جانماز اور اوپر کے ڈالنے کی چادر بھی ترکہ میت سے خریدا جاتا ہے سو چونکہ یہ دونوں چیزیں کفن مسنون سے خارج ہیں اس لئے ترکہ میں سے جو کہ سب ورثہ میں مشترک ہے، اور ممکن ہے کہ اسمیں

بعض نابالغ بچے ہوں یا بعض یہاں حاضر نہوں انکا خریدنا انکے مال میں ناجائز تصرف کرنا ہے اول تو ان چیزوں کی حاجت نہیں بلکہ اسکی پابندی التزام مالا یلزم ہے اور اگر بلا پابندی کسی مصلحت سے اسکو رکھا جاوے تو کوئی شخص بالغ خاص اپنے مال سے خریدے تو مضائقہ نہیں البتہ عورتوں کے جنازہ پر پردہ کے لئے ضروری ہے اسوجہ سے ترکہ سے خریدنا بھی جائز ہے

چہارم۔ رسم ہے کہ مردہ کے مرتے ہی اسکے کپڑے لتے نکال کر حاجتمندوں کو دیتے ہیں۔ اس میں بھی وہی خرابی ہے جو امر سوم میں ذکر کی گئی تاوقتیکہ ترکہ تقسیم نہو جائے ہرگز اسمیں ایسے تصرفات نہ کریں یا البتہ اگر سب وارث بالغ ہوں اور وہاں موجود ہوں اور بطیب خاطر سب متفق ہوکر دیدیں تو تقسیم کی حاجت نہیں بلا تقسیم بھی جائز ہوگا۔ پنجم اکثر تیسرے روز مردہ کے مکان پر یا اسکے محلہ کی مسجد میں برادری کے لوگ اور مساکین وغیرہ جمع ہوکر قرآن مجید اور کلمہ طیبہ ختم کرکے مردے کو بخشتے ہیں اور کہیں کھانا اور کہیں نقد اور کہیں نخود بریاں پڑھنے والوں کو تقسیم ہوتے ہیں اور جلسہ برخاست ہونیکے قبل جس جس کا دل چاہے کچھ متفرق رکوع کچھ معین سورتیں باآواز بلند پڑھکر جسکو پنج آیت کہتے ہیں دعا کرکے ختم کردیتے ہیں یہ عمل بظاہر تو بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے مگر اسکی اندرونی حالت دیکھنے کے قابل ہے۔ تجربہ و مشاہدہ سے یہ امر درجہ یقین کو پہونچ گیا ہے کہ دوست آشنا اور برادری کے لوگ تو محض رفع شکایت کی غرض سے آتے ہیں ایصال ثواب ہرگز مقصود نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی عزیز اپنے گھر بیٹھکر پورا قرآن ختم کرکے بخشدے تو اہل میت ہرگز راضی نہ ہوں اور شکایت انکی رفع نہ ہو۔ اور یہاں حاضر ہوکر یوں ہی تھوڑی دیر بیٹھکر اور کوئی بہانہ حیلہ کرکے چلا جاوے تو شکایت سے بچ جاویگا۔ اور بار بار بیان ہوچکا ہے کہ جو عمل ایسے فاسد اغراض سے ہوتا ہے اسکا کچھ ثواب نہیں ملتا جب اسکو ثواب نہ ملا مردے کو کیا دیگا۔ رہ گئے مساکین انکو اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ وہاں جاکر صرف پڑھنا پڑیگا ملے ملاویگا کچھ نہیں ہرگز ایک بھی نہ آوے سو انکا آنا محض اس توقع سے ہوتا ہے کہ کچھ ملیگا جب انکو عوض دنیوی مقصود ہوگیا انکا پڑھنا بھی خالصاً لله نہ رہا اسلئے اسکا ثواب بھی نہ ملیگا پھر مردہ کو کیا بخشے گا

غرض یہ ساری مشقت اور سامان سب رائگاں ہے بلکہ قرآن خوانی کو جن لوگوں نے ذریعۂ جاہ
ومال کا بنایا اسکا گناہ سر پر الگ رہا۔ اور جسطرح قرآن کا عوض لینا جائز نہیں اسی طرح دینا بھی جائز
نہیں اس بنا پر یہ نخود وطعام تقسیم کرنیوالا بھی اس الزام سے بری نہ رہا اور التزام وتعین کی کراہت
ان سب کے علاوہ ہے اور بعض موقعوں پر پھول وغیرہ بھی تقسیم ہوتے ہیں یہ صاف تشبہ بالکفار ہے اسی
طرح پنج آیت میں بھی ہر شخص اپنی قرأت کا اظہار کرتا ہے اور ریا کا معصیت ہونا ظاہر ہے۔ پھر
وہی التزام اور تعیین کا قصہ اس میں بھی ہے۔ ششم اکثر جگہ دستور ہے کہ کچھ معین تاریخوں
میں یا انکے قریب قریب آگے پیچھے کچھ کھانا پکا کر برادری میں تقسیم ہوتا ہے اور کچھ مساکین کو
کھلاتے ہیں اور اسکا ثواب مردہ کو بخشتے ہیں۔ اس میں بھی وہی قصہ ریا و تفاخر کا ہے یقینی
اور اتباع رسم کیوجہ سے اسکی ایسی پابندی ہے کہ بعض اوقات قرض لیکر کرتے ہیں اور اگر کوئی
انسے کہے کہ جتنے دام اسمیں صرف کرتے ہو یہ دام خفیہ طور پر دیدو تو یہ ہرگز گوارہ نہ ہو اور یہی
خیال کریں کہ واہ اس قدر خرچ بھی کیا اور کسی کو اطلاع بھی نہ ہوئی۔ اور اکثر ترکہ مشترک میں سے
یہ رسوم ادا کیجاتی ہیں جس کا ممنوع ہونا ابھی بیان ہو چکا ہے۔ اسکے علاوہ اس میں برادری کا
کیا حق ہے۔ غیر مستحقین کو دینا یہ بھی اضاعت مال ہے جس کی ممانعت حدیث و قرآن میں
موجود ہے اس قدر مفاسد اس تقسیم طعام میں مجتمع ہیں اسلئے یہ بھی واجب الترک ہے۔ بعض
لوگ کہتے ہیں کہ پھر ایصال ثواب کسطرح کریں جواب یہ ہے کہ جسطرح سلف صالحین کرتے تھے
بلا تقیید و تخصیص اپنی ہمت کے موافق حلال مال سے مساکین کی خفیہ مدد کریں اور جو کچھ توفیق ہو
بطور خود قرآن وغیرہ ختم کرکے اسکو پہنچاویں یا قبرستان میں قبل دفن جو فضول خرافات میں
وقت گذار دیتے ہیں اسوقت کچھ کلمہ کلام ہی پڑھتے رہا کریں بلکہ یہ وقت مردہ کی زیادہ دستگیری
کے قابل ہے۔ اور حدیث شریف میں لکھی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد
بن معاذ رضؓ کو دفن کرکے کچھ تسبیح وغیرہ پڑھیں جس سے انکو ضیق قبر سے نجات ہوئی۔ غرض
ایصال ثواب سے کوئی منع نہیں کرتا البتہ منکرات و مکروہات سے منع کرتے ہیں جن سے

ثواب بھی نصیب نہیں ہوتا اور مال بھی برباد ہوتا ہے۔ ہفتم میت کے گھر عورتیں کئی کئی بار جمع ہوتی ہیں اور وہاں پان چھالیہ اور کھانا کھاتی ہیں سو اس میں کئی امر مکروہ جمع ہیں اول تو کئی کئی بار تعزیت کرنا جسکو درمختار میں تصریحاً ممنوع لکھا ہے اور عقل میں بھی تو یہ بات آتی ہے کہ بار بار غم کا یاد دلانا ایک نامعقول حرکت ہے تعزیت کی غرض تو یہ ہے کہ یاد شدہ غم کو بھلا دیا جائے نہ یہ کہ بھولے ہوئے غم کو یاد دلایا جائے پھر یہ کہ جو تعزیت کے معنی ہیں کہ اہل میت کو تسلی دیں کہ ان کو صبر کی فہمائش کریں سو اس کا تو کہیں پتہ بھی نہیں ہوتا۔ بعض تو اس قصہ کو زبان تک بھی نہیں لاتیں آکر مجمع میں بیٹھ گئیں تو غیبتیں، شکایتیں جہاں بھر کی شروع ہو جاتی ہیں ذرا کوئی پوچھے تو کہ تمہاری تشریف آوری سے کیا فائدہ ہوا بس ایک الزام اتارنا ہے اور کچھ بھی نہیں اور بعض جو درد مند ہیں وہ عقلمند بجائے اسکے کہ صبر دلاتیں اور الٹا صاحب خانہ کے گلے لگ کر رونا پیٹنا شروع کر دیتی ہیں۔ اس میں بڑی محبت ظاہر ہوتی ہے استغفر اللہ۔ نوحہ اور چلانے کا جو گناہ ہے وہ الگ رہا خود عقل کے بھی تو خلاف ہے ہمدردی کے معنی تو یہ ہے کہ اہل میت کے دل کو تھاما جاوے نہ کہ اور زیادہ برانگیختہ کیا جائے تو غرض یہ بھی تعزیت نہ ہوئی تو عورتوں کا آنا محض بیکار ٹھیرا اور انکے جمع ہونے میں اور بھی بہت سے خرابیاں ہیں جو تجربہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ اور باب دوم میں کسی قدر اس جمعیت نامبارک کا بیان بھی ہو چکا ہے۔ دوسرے میت کے گھر آکر اپنی مہمانداری کرانا انسے پان چھالیہ لینا یا کھانا لینا خود ایک امر مذموم ہے چنانچہ کتب فقہ میں تصریح موجود ہے البتہ جو دور کا مہمان ہو اور تعزیت کے لئے آیا ہو اس کیلئے جائز ہے چنانچہ درمختار میں کتاب الوصیت میں مذکور ہے غرض یہ کہ اہل میت پر اس قسم کا بار ڈالنا اور ان کو تکلیف پہنچانا بالکل خلاف شرع اور نہایت ہی بے دردی کی دلیل ہے۔ ہمارے اطراف میں ایسا بڑا دستور ہے کہ مدتوں میت کے گھر گاڑیوں کی چڑھائی رہتی ہے گھر والا گھانس دانہ دیتے دیتے اور ان مہمانوں

کی خاطر داری کرتے کرتے تنگ ہو جاتا ہے حدیث میں بالتصریح میزبان کو تنگ کرنیکی حرمت
وارد ہے۔ اور غضب در غضب یہ ہے کہ بیوہ عورت کو ایک بار تو شوہر کی موت پر اسطرح
تنگ کیا تھا کہ ابھی وہ بار سے ہلکی نہ ہونے پائی تھی کہ انقضائے عدت کے وقت پھر وہی فوج
کشی ہوتی ہے گویا عدت کوئی تنگ کوٹھری ہے کہ اسمیں سے نکالنے کیواسطے مجمع عظیم کیضرورت ہے
کہ کوئی ہاتھ پکڑیگا کوئی پاؤں پکڑیگا اور سب ملکر اس سے نکالیں گے نعوذ باللہ تیسرے یہ خرابی
ہے کہ ان تمام نزدیک و دور کے مہمانوں کا خرچ گھر والا ترکہ مشترکہ میں سے لٹاتا ہے یہ بھی صریح ظلم
اور حق تلفی دوسرے ورثہ کی ہے جسکو مہمانداری کرنا ہو اپنے حصہ میں سے کرے دوسروں کے مال
میں تصرف کرنا بلا اذن معتبر شرعی بالکل حرام ہے اور یہ عذر کرنا کہ میرا حصہ ان مصارف کیلئے
کافی نہیں بالکل لچر ہے اگر یہ سب حصے بھی کافی نہ ہوں تو کیا پڑوسیوں کی چوری کی جاوے
ہو جاویگی غرض یہ قافلہ مہمانوں کا اس گناہ کا بھی باعث ہوتا ہے اسلئے یہ مناسب ہے کہ جو مرد
و عورت پاس کے ہیں وہ کھڑے کھڑے آویں اور تعزیت کر کے چلے جاویں پھر دوبارہ
آنیکی ضرورت نہیں نہ کوئی تاریخ معین کرنیکی حاجت جب فرصت ملے ہو جایا کرے
اور جو دور کے ہیں اگر سمجھیں کہ بدون ہمارے گئے اہل مصیبت کو ہرگز صبر نہ آویگا تو اس
مصلحت اور ضرورت سے آویں تو مضائقہ نہیں ورنہ خط سے تعزیت ادا کر دیں کہ یہ بھی سنت ہے
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت معاذ بن جبل کو انکے بیٹے کے مرنے میں خط ہی سے تعزیت
فرمائی تھی۔ ہشتم۔ دستور ہے کہ اہل میت کیلئے اول روز کسی عزیز قریب کے گھر سے کھانا آتا ہے یہ فعل فی
نفسہ جائز بلکہ مسنون اور قرین مصلحت ہے مگر اسمیں چند مفاسد پیدا ہو گئے ہیں انکی اصلاح واجب ہے اول
اسمیں ادلا بدلا ہونے لگا ہے کہ انھوں نے ہمارے یہاں دیا تھا ہم انکے گھر دیں یہ کوئی تجارت نہیں محض
غمزدوں کی دستگیری ہے اس میں غضب یہ ہے کہ قرض چلنے لگا خلاصہ یہ کہ یہ ایک تبرع ہے اور تبرع
میں جبر حرام ہے جب ایک شخص نے محض رسم کیوجہ سے واجب الاداء سمجھا تو یہ جبر صریح ہے بعض
اوقات جب گنجائش نہیں ہوتی قرض لینے کی نوبت آتی ہے تو ایسی پابندی بلا شک مکروہ

ط قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] رواہ ابو داؤد

یں بے تکلفی وسلوگی مناسب ہے جس عزیز کو توفیق ہو وہ کھانا بھیجدے نہ اس میں اسے بڑے
ضرورت ورعایت چاہئے اور نہ ترتیب قرابت کے لحاظ کی ضرورت ہے کہ جائے فلاں کس طرح بھیجے بیتو اسکی
بت زیادہ تر نزدیک کا رشتہ دار ہو اس پر تکرار ہے امرار ہے ہرگز دور کے رشتہ دار کو نہیں
دیتے مرتے ہیں ہارتے ہیں قرض کرتے ہیں اور بھیجتے ہیں۔ بس وہی مصیبت بدنامی مٹا نیکی
ہم اہل میت گو دو چار آدمی ہوں مگر کھانا پکتا ہے دور تک کے کنبہ کا یہ بھی محض حد شرعی
تجاوز ہے۔ اہل میت پر چونکہ غلبہ غم کا ہوتا ہے اسلئے وہ پکانے کا اہتمام نہیں کرتے ہیں
ے کنبہ پر ہرگز ایسا غلبہ نہیں ہوتا کہ انکے چولہے بھی سرد ہو جاویں۔ ہرگز نہ انکو کھانا جائز
نکے لئے پکانا جائز۔ بس مختصر سا کھانا کافی ہے۔ نہم۔ دستور ہے کہ قبر پر یا گھر پر حفاظ
بٹھا کر کہیں دس روز کہیں چالیس روز یا کم و بیش قرآن مجید ختم کراتے ہیں۔ پھر انکو کچھ
ساب کچھ نقد وغیرہ دیتے ہیں گو اسکو لوگ کوشش کر کے درست بنانا چاہتے ہیں مگر
کھلی ہوئی ہے کہ جب مقصود جانبین کا اجرت دنیا لینا ہے اور طاعت پر اجرت لینا
ز نہیں اسلئے یہ فعل ہرگز درست نہیں نہ ایسے قرآن پڑھنے کا ثواب ملے جب پڑھنے والے
نہ ملا تو مُردہ کو کیا پہونچے گا بعض لوگوں کو شبہ پڑگیا ہے کہ آخر ضرورت کیواسطے متاخرین
تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز فرمایا ہے جواب خود اس سوال میں موجود ہے یعنی وہاں
ورت کیوجہ سے ایسا کیا کہ اندیشہ قرآن مجید کے ضائع ہو جانیکا تھا۔ یہاں کونسے دین
ضائع ہونیکا اندیشہ ہے البتہ دوستوں کو بطور خود پڑھکر بخشنا موجب نفع ہے بعض
وں میں یہ غضب ہے کہ جنازہ کی نماز پڑھانے پر اور قبر کی زیارت کرنے پر اجرت لیتے ہیں یہ اس
کر ہے اور اسکے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ دہم۔ اہل میت مدتوں تک سوگ کرتے
ں۔ چنانچہ اول تہوار جو آتا ہے اس میں خوشی نہیں کرتے حد شرعی سے بڑھکر سوگ کرنا یہ
ی حرام ہے۔ **فصل پنجم** منجلہ ان رسوم کے رمضان المبارک کے بعض رسوم ہیں جو
گوں میں شائع ہیں۔ **اول** حفاظ کی عادت ہے کہ اپنا قرآن سنا کر دوسرے حفاظ کا

سنتے پھرتے ہیں۔ ہر چند کہ قرآن مجید سننا اور اسکے لئے جانا بہت خوبی کی بات ہے مگر ان حضرات کی اکثر نیت یہ ہوتی ہے کہ اسکی غلطی پر مطلع ہو کر اسکو فضیحت کرینگے ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کی عیب جوئی کرنا خود حرام ہے قرآن حدیث میں اسکی حرمت موجود ہے پھر اسکو رسوا کرنا یہ دوسرا گناہ ہے اور گناہ کے ارادہ سے چلنا کہیں جانا یہ بھی گناہ ہے البتہ اگر صرف برکات قرآنی حاصل کرنے کیلئے جاویں یا کسی خوش آواز کا سنکر دل ہی خوش کرنا مقصود ہو تو مضائقہ نہیں پہلی ضرورت عبادت، دوسری مباح ہوگی بعض لوگ اسپر یہ طرہ کرتے ہیں کہ دوسری جگہ جا کر کھنکارتے ہیں، کہیں لکڑیاں زمین یا دیوار پر مارتے ہیں یا لالٹین زمین یا دیوار پر مارتے ہیں۔ یا لالٹین کا رخ بدل بدل کر اپنی تشریف آوری سے اطلاع دیتے ہیں جس سے پڑھنے والا پریشان ہو کر بھولنے لگے ظاہر ہے کہ کسی عبادت میں خلل ڈالنا خود یہ شیطان کا کام ہے بعضے نماز میں شریک ہو کر قصداً غلط بتانا شروع کر دیتے ہیں اور اسکے یاد اور عدم یاد کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ سب گناہ کی باتیں ہیں اگر کہیں سننے کیلئے جاوے چپکے سے جا کر یا تو بیٹھ جاوے یا بہتر ہے کہ نماز میں شریک ہو جاوے اور جب مقصود حاصل ہو جاوے اسی طرح واپس آجاوے۔

دوم۔ قرآن مجید جلد ختم کرنے کو یا بہت سے قرآن ختم کرنیکو فخر سمجھتے ہیں اور اس مقصود کے حاصل کرنیکو خوب تیز پڑھتے ہیں کہ حروف بھی صاف ادا نہیں ہوتے قرآن مجید میں ترتیل کو فرض فرمایا ہے خود اس فرض کا ترک کرنا موجب گناہ ہے خاصکر جب ریار و نمود و فخر کیلئے ہو تو مضاعف گناہ ہے بعض اسقدر زیادہ پڑھتے ہیں کہ مقتدی گھبرا جاتے ہیں۔ حدیث میں امام کو تخفیف صلوٰۃ کا حکم آیا ہے اسمیں اس حکم کا ترک لازم آتا ہے یہ بھی برا ہے۔ غرض بقدر تحمل مقتدیوں کے پڑھنا چاہئے اور وہ بھی صاف صاف گو کئی کئی ختم نہ ہوں۔ سوم۔ بعض حفاظ کی عادت ہے کہ اجرت لیکر قرآن مجید سناتے ہیں طاعت پر اجرت لینا حرام ہے اسی طرح دینا بھی حرام ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے پہلے سے مقرر نہیں کیا اسلئے یہ معاوضہ نہیں ہوا جواب یہ ہے کہ گو پہلے سے نہیں ٹھیرایا نیت تو دونوں کی یہی ہے اور نیت بھی مرتبہ خطرہ و خیال میں نہیں بلکہ مرتبہ عزم میں اگر کسی طور سے یہ معلوم ہو جاوے کہ یہاں کچھ وصول نہ ہوگا تو ہرگز ہرگز وہاں پڑھیں ہی نہیں اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ

معروف مثل مشہور ہے کہ جب اس کا رواج ہو گیا اور دونوں کی نیت یہی ہے بلا شک وہ معاوضہ ہے
اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے شبہ کا جواب فصل چہارم میں گذر چکا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ
جب بلا اجرت پڑھنے والا تو ہم کو ملتا نہیں اور اجرت دیکر سننا جائز نہیں تو پھر قرآن کیونکر سنیں
جواب یہ ہے کہ قرآن پورا سننا فرض نہیں ایک امر مستحب کیلئے مرتکب حرام کا ہونا ہرگز جائز نہیں الم
ترکیف سے تراویح پڑھ لو ایسی حالت میں قرآن مجید کا ختم سننا ہی ضرور نہیں۔ چہارم بعض
حفاظ کی عادت ہے کہ لیالی قدر میں یا اور کسی شب میں سب جمع ہو کر ایک یا کئی شخص ملکر قرآن مجید
ختم کرتے ہیں اور عرف میں اسکو شبینہ کہتے ہیں اول تو بعض علماء نے ایک شب میں قرآن مجید
ختم کرنیکو مکروہ کہا ہے کیونکہ اس میں ترتیل و تدبر کا موقع نہیں ملتا۔ مگر چونکہ سلف صالحین سے
شب و روز میں ختم کرنا بلکہ بعض بعض سے کئی کئی ختم کرنا منقول ہے اسلئے اسمیں گنجائش ہو سکتی
ہے مگر اس میں اور بہت سے مفاسد شامل ہو گئے جن کی وجہ سے یہ عمل شبینہ کا طریق مروج بلا شک
مکروہ ہے (۱) ہر شخص کوشش کرتا ہے کہ جس طرح ممکن ہو شب بھر میں قرآن مجید ختم ہو جاوے اسوجہ سے
نہ ترتیل کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ غلطی رہ جانیکا غم ہوتا ہے بعض اوقات خود پڑھنے والے یا سننے والے
کو معلوم ہوتا ہے کہ فلاں مقام پر غلطی پڑھی گئی ہے مگر اس ختم کرنیکے خیال سے اس کو اسی طرح
چھوڑ جاتے ہیں (۲) اکثر پڑھنے والوں کے دل میں ریاء و تفاخر ہوتا ہے کہ زیادہ اور جلدی
پڑھنے سے نام ہوگا کہ فلاں نے ایک گھنٹے میں اتنے پارے پڑھے اور ریاء و تفاخر کا حرام ہونا ظاہر ہے
(۳) بعض جگہ نوافل میں یہ ختم ہوتا ہے اور نوافل کی جماعت خود مکروہ ہے اور اگر تراویح میں ہے
تو علاوہ اس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اگر سب مقتدی شریک ہوئے تب تو اُنپر پورا جبر ہے اور اگر وہ شریک نہ ہوئے
تو آج کی تراویح میں جماعت سے محروم رہے یہ جبر اور حرمان دونوں امر مذموم ہیں (۴) بعض لوگ شوق
شوق میں شریک تو ہو جاتے ہیں مگر پھر ایسی مصیبت پڑتی ہے کہ توبہ توبہ کھڑے کھڑے تھک جاتے ہیں پھر
تھک کر بیٹھتے ہیں پھر لیٹ جاتے ہیں ادھر قرآن ہو رہا ہے ادھر سب حضرات آرام فرماتے ہیں بعضے آپس
میں باتیں کرتے جاتے ہیں غرض قرآن مجید کی بہت ہی بے ادبی ہوتی ہے اور صورۃً اعراض

کی سی معلوم ہوتی ہے۔ اس میں سحری کا وقت آجاتا ہے تو اسکو ختم کرنیکے خیال سے پڑھنے والیکو سب کیساتھ سحری میں شریک نہیں کرتے وہ کھڑا سنا رہا ہے اور سب کھانا کھا رہے ہیں قرآن مجید سننے کیوقت دوسرا کام کرنا ہرگز جائز نہیں (۵) بعض حفاظ نماز سے خارج ہوکر پڑھنے والیکو بتلاتے رہتے ہیں اور سب کی نماز تباہ کرتے ہیں (۶) بعض جگہ سحری کیلئے چندہ ہوتا ہے اور دباؤ ڈالکر بھی وصول کیا جاتا ہے جسکا حرام ہونا آگے آتا ہے (۷) بعض اوقات صبح صادق ہوجاتی ہے۔ اور قرآن کچھ رہ جاتا ہے خواہ مخواہ کھینچ تان کر اسکو پورا کر ڈالتے ہیں بعد صبح صادق کے اور نوافل پڑھنا مکروہ ہے بجز دو سنت فجر کے پنجم ختم کے روز اکثر مساجد میں معمول ہے کہ شیرینی تقسیم ہوتی ہے ہر چند کہ قرآن مجید کا ختم ہونا ایک نعمت عظمیٰ ہے جسکے شکریہ اور فرحت میں کوئی چیز تقسیم کرنا بہت خوب امر ہے مگر اس میں بھی بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں (۱) چونکہ اس کا عام رواج ہوگیا ہے حتی کہ اگر شیرینی تقسیم نہ ہو تو عام لوگ ملامت و طعن کرتے ہیں۔ اسلئے تقسیم کرنیوالوں کی نیت اکثر اچھی نہیں رہتی اسی الزام سے بچنے کیلئے لامحالہ تقسیم کرتے ہیں خواہ گنجائش ہو یا نہ ہو بعض اوقات قرض کرنا پڑتا ہے مگر یہی خیال ہوتا ہے کہ بھلا کیسے تقسیم نہ ہو لوگ کیا کہیں گے اور ریا و تفاخر کا حرام ہونا اور اس نیت سے جو فعل ہو اس کا معصیت ہونا چند بار بیان ہوچکا ہے (۲) بعض جگہ چندہ سے شیرینی آتی ہے اور اہل محلہ اور نمازیوں سے جبراً چندہ لیا جاتا ہے اور یہ بھی جبر ہے کہ ان کو مجمع میں شرمایا جاوے یا ایسا شخص مانگنے اٹھے جس کی وجاہت کا اثر پڑے چونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ کسی مسلمان کا مال بلا طیب خاطر اسکے حلال نہیں۔ اسلئے ایسا چندہ اور جو اس سے خریدا جاوے سب ناجائز ہے (۳) اس روز مٹھائی کے لالچ سے ہر طرح کے لوگ مسجد میں بھر آتے ہیں بے نمازی پا تنہا بنہ لونڈے جنکی طہارت کا نجاست کا کچھ اعتبار نہیں اور تمام مسجد اور فرش کو ملوث کرتے ہیں اور غل غپاڑہ اس قدر ہوتا ہے کہ نمازیوں کو تشویش ہوتی ہے (۴) مجمع کو سنانے کیلئے خود حافظ صاحب بھی اس روز خوب بنا کر پڑھتے ہیں ریا کا مذموم ہونا اور اسکے اسباب کا مذموم ہونا سب جانتے ہیں (۵) پھر تقسیم کیوقت جو کچھ دھول دھپا شور و غل گالی گلوچ ہوتا ہے وہ سب کو معلوم

ہے اسی طرح اور بہت سی خرابیاں ہیں البتہ منکر ہے کیواسطے اگر دل چاہے حسب گنجائش بلا
اعلان جو کچھ میسر ہو نقد یا غلہ یا طعام یا شیرینی مستحقین کو بلا پابندی دیدینا بہت مستحسن ہے۔
ششم۔ مساجد میں ہر روز یا ختم کرنیکے روز کثرت سے روشنی کرنا اس میں بہت سے مکروہات ہیں
(۱) اسراف کہ اس قدر تیل بتی مفت ضائع جاتا ہے اگر یہی رقم مسجد کے کسی ضروری کام ڈول رسی
فرش لوٹہ وغیرہ میں صرف کیا جاوے کس قدر مدد پہنچے اور اسراف کا حرام ہونا بار بار مذکور ہو چکا ہے
(۲) اکثر روشنی کرنیوالوں کی نیت وہی ناموری ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ایسا اہتمام کیا (۳)
مسجد تماشا گاہ بنتی ہے عبادت گاہ کا تماشا گاہ بنانا کس قدر معیوب ہے، (۴) نمازیوں کی توجہ اس
طرف مبذول رہتی ہے۔ نماز میں دل بٹتا ہے خشوع فرض ہے جو چیز مخل خشوع ہو گی بلا شک
مذموم ہو گی۔ بالخصوص مہتمم کی طبیعت بالکل اسمیں مشغول رہتی ہے کہ فلاں چراغ بجھتا ہے فلاں
بھڑکتا ہے فلاں کو ابھارنا چاہئے فلاں کو کم کرنا چاہئے نماز و ماز خاک نہیں ہوتی۔ ہفتم بعض جگہ
شبہائے قدر میں لوگ جمع ہو کر شب بیداری کا خاص اہتمام کرتے ہیں اسکا مکروہ ہونا فصل سوم میں
بیان ہو چکا ہے۔ اتفاقاً اگر دو چار آدمی جمع ہو جائیں وہ اور بات ہے غرض بطور خود ہر شخص حسب
ہمت عبادت میں مشغول رہے خاص اہتمام اور جمعیت خلاف شرع ہے۔ **فصل ششم** منجملہ ان
رسوم کے بعض عورتوں کا یہ معمول ہے کہ رمضان المبارک میں حافظ کو گھر میں بلا کر اسکے پیچھے
قرآن مجید سنتی ہیں اس میں علاوہ ان مفاسد کے جو باب دوم میں عورتوں کے جمع ہونے میں
لکھے گئے ہیں یہ مفاسد زائد ہیں (۱) جو شخص قرآن مجید سناتا ہے حتی الامکان آواز کو بنا کر لہجہ
کو دلکش کر کے پڑھتا ہے مردوں کا ایسا نغمہ عورتوں کے کان میں پڑنا بلا شک موجب فتنہ و فساد
قلب ہے، حدیث انجشہ، اسکی دلیل واضح ہے (۲) عورتوں کے مزاج میں چونکہ بے احتیاطی ہوتی
ہے اسلئے سلام پھیر کر پکار پکار کر باتیں کرتی ہیں اور امام صاحب سنا کرتے ہیں بلا ضرورت عورتوں
کو اپنی آواز اجنبی مردوں کے کان میں ڈالنا شرعاً ناپسندیدہ ہے (۳) بعض مجمع میں تمام
عورتیں اس مرد کے اعتبار سے نامحرم ہوتی ہیں ان میں کوئی بھی اسکی بی بی یا ماں نہیں ہوتی

ایک گھر میں مرد کا اتنی نامحرم عورتوں کیساتھ جمع ہونا بلاشبہ حکم شرعی کے خلاف ہے موٹی بات تھا کھلا
کہ جب شرعاً عورتوں کو مسجد میں جانا منع ہے اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کا مقصود یہ ہے کہ مردوں اور
عورتوں میں مباعدت رہے پس جب عورتوں کو مردوں کے مجمع میں جانے سے ممانعت ہوئی اسی طرح ان سے
مرد کو عورتوں کے مجمع میں جانے سے اور عورتوں کو اپنے مجمع میں مرد کے بلانے سے کیوں نہیں بڑھ
ممانعت ہوگی۔ عورتوں کیلئے یہی مناسب ہے کہ اپنے گھروں میں فرادیٰ فرادیٰ تراویح پڑھیں۔ ہاں بلا تکلف
کسی کا بھائی بیٹا حافظ ہو اور دو چار بیبیاں گھر کی جمع ہو کر اسکے پیچھے قرآن سن لیں تو مضائقہ نہیں
بشرطیکہ یہ شخص فرض جماعت کیساتھ مسجد میں پڑھے اور اگر دو چار میں کوئی پردہ دار ہو تو درمیان میں اس
میں کوئی دیوار یا پردہ وغیرہ حائل ہو اور عورتوں کے جمع ہونیکا اہتمام نہ کیا جاوے۔ **فصل منجملہ**
ان رسوم کے مدارس یا مساجد کیلئے چندہ جمع کرنیکی رسم ہے اس طرح سے کہ دینے والے مجمع کی شرم
سے یا اس مہتمم کے دباؤ یا لحاظ سے دے نکلیں یا نادہندی و خست کی شہرت کے اندیشہ سے دیں اعلام
ہیں اور قرائن تو یہ سے معلوم ہو جاوے کہ اگر یہ اسباب نہ ہوتے تو یہ شخص نہ دیتا تو ایسی صورت نہ ہو
میں ان ذرائع سے وصول کرنا ہرگز جائز نہیں اس باب میں حدیث بھی مذکور ہو چکی ہے اور امام
غزالی رحمۃ اللہ نے اس مسئلہ کی تصریح کر دی ہے۔ رہا یہ سوال کہ صاحب بلا دباؤ تو کوئی دیتا نہیں اور یہ کام
کام کرنا ضرور ہے پھر کیا کریں بالکل ہی پوچ ہے اول تو یہی غلط ہے کہ بلا دباؤ کوئی دیتا نہیں
بہت سے بندگان خدا خود تقاضا کرکے دیتے ہیں۔ دوسرے جن اغراض کیلئے اس طرح چندہ لیا جاتا ہے بلکہ
ہے وہ اغراض خود شرعاً ضروری نہیں کیونکہ اکثر مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فضول خرچیوں کے لئے اور
لئے اتنی بڑی رقموں کی حاجت ہوتی ہے اگر رقم کم ہو مسجد کچی بنالو چھپر ڈال لو نماز کیلئے بہت ہے مدرسہ
مختصر بنالو یا کسی کرایہ کے مکان میں رکھو یا کسی مسجد میں بیٹھ جاؤ معقولات کا درس کم کر دو جلالی تک
پڑھانے والا تھوڑی تنخواہ کا مدرس کافی ہو فرش سامان میں تکلف مت کرو غرض جہاں تک اختصار
ممکن ہو اختصار کرو اور ضروری ضروری کاموں پر نظر رکھو اگر اتنا بھی حلال طور سے نہ ملے تو کام بند کر دو سب
مسلمانوں کا کام ہے کچھ اکیلے مہتمم کا نہیں چلے چلاؤ نہ چلے بند کردے بلکہ دین کا کام دین کے خلاف
ہو کر کرنا اور بھی زیادہ برا ہے اور جو کام سرے سے ضروری نہیں جیسا خط یاد با میں مساکین

کو کھانا کھلانا وغیرہ اسکے لئے ایسا چندہ کرنا اور بھی زیادہ برا ہے اور مشاہدہ ہوا ہے کہ قحط و وبا کے
چندہ میں مساکین کو بہت ہی کم پہنچتا ہے مہتممین کے گھروں میں اور انکے اقارب اصحاب کو خوب حصے
پہنچتے ہیں — **فصل ہشتم۔** منجملہ ان رسوم کے بعض مدارس کی یہ رسم ہے کہ جب طالب علم نے
کتابیں پڑھ لیں خواہ اس کو استعداد ہو یا نہ ہو اور خواہ اپنے علم کے موافق عامل ہو یا نہ ہو اس
کو سند فضیلت دیتے ہیں اور دستار بندی کر دیتے ہیں۔ غور کرنا چاہئے کہ رسم دستار بندی واقع
میں اساتذہ و مشائخ کیطرف سے عوام کے روبرو اس امر کا اظہار اور شہادت ہے کہ یہ شخص ہمارے
نزدیک اس قابل ہے کہ دین میں اسکی طرف رجوع کیا جاوے اور اس سے مسائل پوچھ کر عمل
کیا جاوے خلاصہ یہ کہ یہ شخص آج سے مقتدائے دین ہے جب حقیقت اسکی یہ ہے تو جو شرائط
شہادت کی ہیں وہ اس میں بھی ہونا واجب ہے، اور شہادت کی بڑی شرط یہ ہے کہ شاہد کو اس امر
کا پورا علم اور یقین ہو جسکی شہادت دے رہا ہے تاکہ اس کو جھوٹ کا گناہ اور دوسروں کو دھوکہ دینے
کا گناہ نہ ہو اور کسی کو اس سے ضرر نہ پہنچے اسیطرح یہاں بھی اس شخص کی نسبت پوری تحقیق
کرنا چاہیے کہ قابل مقتدا فی الدین بننے کے ہے یا نہیں اگر علماء حاضرین کو اس پر پورا اطمینان ہو
اور اسکی حالت علمی و عملی قابل قناعت ہو تو دستار بندی بہت خوب رسم ہے کہ اس میں اظہار
ناواقفوں کے روبرو ہو جاتا ہے بشرطیکہ تکلفات زائد جسمیں ریاء و اسراف لازم آوے نہ کئے
جاویں بلکہ اگر واعظوں کے لئے بھی کوئی ایسی شرط ہو جاوے کہ بلا امتحان و سند علماء کے وعظ نہ
کہنے پاویں اور عوام بھی بدون پیش کرنے سند کے کسی اجنبی کا وعظ نہ سنا کریں۔ تو بڑی ضروری
مصلحت کی بات ہے، اس سند و دستار بندی کی یہ حکمت ہے اور بدون اہلیت کے ہرگز ہرگز
نہ دستار بندی کیجائے نہ سند دی جاوے کہ بجز اضلال خلق کے اسکا اور کیا ثمرہ ہے —
فصل نہم۔ منجملہ ان رسوم کے تبرکات کی زیارت ہے جس میں اکثر عوام کا مجمع زیادہ ہوتا ہے اسمیں
بھی بکثرت بے احتیاطیاں ہوتی ہیں (۱) بعض جگہ تو تبرکات ہی بے اصل ہیں حضور پر نور
صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف غلط نسبت کرنا کس قدر موجب وعید ہے اسی طرح اولیاء اللہ و

بزرگان دین پر افترا کرنا بھی جھوٹ تو ضرور ہے بلکہ بعض تبرکات کے تو غلط ہونے پر دلیل عقلی یا نقلی اور یہی
شہادت دیتی ہے چنانچہ قدم شریف کے قصے کا اکثر محدثین نے انکار کیا ہے اور بعض قرآن اعراب لگا
لگائے ہوئے حضرت علی کیطرف نسبت کئے جاتے ہیں اس زمانہ میں یہ اعراب اصطلاحی نہ تھے البتہ
جہاں کوئی دلیل مکذب نہ ہو ہم کو تکذیب کی حاجت نہیں بالخصوص جہاں قرائن سے صدق غالب
ہو وہ ظناً تبرک ہے گو یقیناً نہ ہی کیونکہ دلائل یقین کے مفقود ہیں (۲) زیارت کرانے پر معاوضہ
لیاجاتا ہے فقہا نے تصریح کی ہے کہ ایسے امور پر معاوضہ لینا حرام اور رشوت ہے (۳) زیارت کے
وقت اکثر مردوں عورتوں کا اختلاط بھی یا نظری ہوجاتا ہے اس کا برا ہونا ظاہر ہے (۴) بعض تبرکات
نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیارت کرانے کے وقت عوام کے مجمع میں اشعار ندائیہ پڑھے جاتے ہیں اور ہیئت
بھی حضوری کی سی بنائی جاتی ہے جس سے عوام کو ایہام رونق افروزی حضور پرنور صلے اللہ علیہ
وسلم کا احتمال ہوتا ہے اس عقیدے کی تفصیل فصل اول بحث قیام میں ہوچکی (۵) اس کا اہتمام
و تداعی فرائض و واجبات سے زیادہ ہوتا ہے اور محتاط کو نشانہ ملامت بناتے ہیں یہ صریح تعدی حدود
ہے اسلئے مناسب یہ ہے اس ہیئت سے زیادہ نہ کیجاوے بلکہ خلوت میں یا جلوت خاص میں
پابندی ان رسوم کے زیارت سے مشرف ہوجاوے اور کبھی کبھی بلا تعین وقت بطور خدمت کے
خادم تبرکات کی خدمت میں کچھ پیش کردیا کرے اسکا مضائقہ نہیں۔ **فصل دہم** ۔ منجملہ ان رسوم
کے مساجد کی زینت و تکلف ہے جو حد اعتدال سے خارج ہو فقہا نے فرمایا ہے اور عقل میں بھی
بات آتی ہے کہ مساجد کے استحکام کیلئے اہتمام و صرف کرنا تو مضائقہ نہیں مگر زیب و زینت و نقش و
نگار بلکہ اگر مال وقف سے کریگا تو متولی کو اپنے گھر سے اتنا روپیہ بھرنا پڑیگا۔ اور واقعی اگر غور کر
دیکھا جاوے کہ مسجد کس غرض کے لئے شرعاً موضوع ہوئی ہے غرض یہی ہے کہ اس میں عبادت
کیجاوے اور عبادت کی روح اعظم حضور قلب و خشوع ہے تو لا محالہ جو چیز مخل خشوع ہوگی وہ مخل
عبادت ہے وہ موضوع مسجد کے خلاف ہے تو ضرور مسجد میں اسکا منضم کردینا ممنوع ہونا چاہیے
اسی واسطے حدیث بخاری میں حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی کے مستری کو رنگ آمیزی کرنے سے منع

فرمایا اور یہی وجہ فرمائی کہ اس میں لوگوں کے دلوں کو مشغولی ہوگی گویا عبادت گاہ تماشا گاہ بن جاویگا واقعی کس قدر قلب موضوع ہے اور حدیث ابوداؤدؒ میں ایسی زیب زینت کو یہود و نصاریٰ کا فعل بتلایا گیا ہے۔ ان کے ساتھ مشابہت کرنا بھی بالیقین بُرا ہے پھر اس میں اسراف بھی ہے علاوہ اسکے اکثر تفاخر و شہرت کا قصد بھی ہوتا ہے اور اکثر اس قدر تکلف کیلئے حلال مال بھی کم میسر ہوتا ہے کیونکہ حلال مال اول تو اس قدر کس کے پاس ہے پھر اسکو اس طرح بیدریغ خرچ کرنا بھی مشکل ہے حرام مال مسجد میں لگانا اور زیادہ وبال ہے غرض اتنی خرابیاں اسمیں جمع ہیں اسلئے مساجد کو سادہ اور مستحکم بنانے پر اکتفا کریں ان سب زوائد کو حذف کردیں جس قدر اس میں خرچ کرنا ہے مصلحت یہ ہے کہ اول اس کی کوئی جائداد یا دوکان وغیرہ خرید کر اسکے مصارف کیلئے وقف کردیں اور بعض لوگوں کا حضرت عثمانؓ کے قصے بناء مسجد نبوی اور اس میں ساج وغیرہ کے منقش کرنیکے قصے کو دلیل نقلی میں پیش کرنا اور مصلحت اعزاز و رفعت دین کو دلیل عقلی میں پیش کرنا محض ناکافی ہے حضرت عثمانؓ نے اس قدر تکلف نہیں فرمایا تھا نہ انکی نیت میں تفاخر تھا نہ مشتبہ مال اس میں لگایا ان کے قصے پر اپنے فعل کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے ؎

کار پاکان را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اور دین کا اعزاز و ترفع ایسے امور سے نہیں ہوتا بلکہ سادگی میں اسکا حسن اور دوبالا ہو جاتا ہے حضرت عمرؓ کا ارشاد نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ (ہم ایسی قوم ہیں کہ عزت دی ہم کو خدا نے اسلام کے سبب) آب زر سے لکھ کر حرز جان بنانے کے قابل ہے اور اس کے حاشیہ پر حافظ شیرازی کا شعر چڑھانے کے لائق ہے ؎

ز عشق ناتمام ما جمالِ یار مستغنی است بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

اسی طرح مساجد بہت پاس پاس بنانا بالخصوص تفاخر و تزاحم کے لئے بھی بالکل دین اور عقل کے خلاف حرکت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دین کے کام کو دین کے طور پر کرو ورنہ نیکی برباد گناہ لازم کا مضمون ہوجاتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما امرت بتشیید المساجد قال ابن عباسؓ لتزخرفنہا کما زخرفت الیہود والنصاری ۱۲ ابوداؤد حبیب

خاتمہ

الحمد للہ کہ تیسرے باب کے ساتھ کتاب ہذا بھی اختتام کو پہونچی اور آج ہی کے دن تاریخ
چہارم ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ اس ناکارہ کی عمر سے پورا اڑتیسواں سال بھی ختم ہوا یہ مدت تو جو کچھ
چہل ہے سعدیؒ کے اس قول کا مصداق ہے۔

چہل سال عمر عزیزت گذشت — مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

دیکھئے آیندہ کتنی عمر باقی ہے اور کس حالت میں گذرتی ہے یا اللہ اپنی رحمت کا صدقہ
بقیہ عمر کو اس عمر گذشتہ کا مصلح بنا کر ایمان کامل پر خاتمہ کیجیو۔ بحرمت سید الخلائق و البشر سیدنا
و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ الی یوم التناد والحشر ولرزقنا شفاعتہ یوم الفزع الاکبر
آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضمیمہ اصلاح الرسوم

جس کو طبع ثانی کے وقت مولف نے اضافہ کیا اس میں بھی چند فصلیں ہیں اور ہر فصل
میں ایک رسم کا بیان ہے **فصل اول** ایک رسم یہ ہے کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اسکے
ورثہ میں سے جو موقع پر موجود ہوتے ہیں اسکے کپڑے نکال نکال کر غریبوں کو محتاجوں کو
مدارس میں مساجد میں تقسیم کرنا شروع کردیتے ہیں اور اس کا خیال نہیں کرتے کہ بعض وارثین
جو حاضر نہیں ہیں اس میں انکا بھی حصہ ہے ممکن ہے کہ وہ اس تقسیم کو پسند نہ کریں یا انکی
مرضی اور کسی جگہ دینے کی ہو اسی طرح بعض ورثہ نابالغ ہوتے ہیں انکے حصہ میں بھی تصرف
کرنا جائز نہیں بلکہ اگر وہ اجازت بھی دیدیں تب بھی عقد و تبرع و ہبہ میں ان کی اجازت شرعاً
معتبر نہیں ہے اسی طرح کفن کے علاوہ اوپر کا چادر اور جانماز یہ سب کفن سے خارج

ہے اور عام رواج یہی ہے کہ یہ ترکہ مشترکہ میت سے بنایا جاتا ہے سو ان سب چیزوں میں
تصرف قسمی حق الغیر کے غصب اور ظلم کا گناہ ہوتا ہے اسلئے اس میں احتیاط کرنا ضروری ہے
اگر میت نے وصیت صراحۃً کی ہو کہ میرے کپڑے مساکین یا صلحاء کو دیئے جاویں تو
وصیت ثلث ترکہ میں جاری ہوگی یعنی جس قدر کپڑوں کے لئے وہ وصیت کر گیا ہے اگر کل ترکہ
کے ثلث سے قیمت میں زائد نہ ہوں تو بلا کسی وارث کے دریافت کئے ہوئے وہ تقسیم کر دیئے
دیں ورنہ انکو اول تقسیم کرنا چاہئے جب ہر شخص اپنے حصہ پر قابض ہو جائے پھر ہر ایک
اپنی چیز کا اختیار ہے جس کو چاہے دے یا نہ دے اور نابالغوں کا حصہ اگر ان کے بکار آمد
ور رکھا جاوے ورنہ فروخت کر کے انکے کام میں لگایا جاوے البتہ اگر کسی جگہ سب وارث بالغ
وں اور تصریحاً یا دلالۃً بقراین قویہ اجازت دیدیں تب بلا تقسیم بھی صرف کر دینا جائز ہے اور
ں جگہ لینے والے کو حال معلوم نہ ہو تو چونکہ غالب بے احتیاطی ہے اس لئے واجب ہے کہ
ب تفتیش کر لیا کرے یہ نہیں کہ مرنے کے مال کو غنیمت سمجھیں اہل مدارس و مساجد کو اس کا
بت خیال رکھنا ضروری ہے ان کے احتیاط سے عوام متنبہ ہو جاویں گے۔

فصل دوم۔ ایک رسم یہ ہے کہ جب کسی شیخ کی وفات ہوئی اس کے مریدوں نے جمع
ہو کر اسکے کسی بیٹے کو یا کسی خادم کو سجادہ نشین کر دیا اور سند کیلئے دستار بندی کر دی خواہ اس
میں اہلیت ہو یا نہ ہو۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ جو لوگ ابھی خود اس راہ سے ناآشنا ہیں انکی اجازت
کہاں تک قابل اعتبار ہو سکتی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جتنے لوگ ایسے رسمی سجادہ نشین سے بیعت
ہونگے ان سب کی گمراہی کا وبال اس سجادہ نشین کی برابر ان ارباب جلسہ کو بھی ملجاویگا
یہ لوگ بانی ضلالت ہوئے۔ حدیث شریف عہ میں علامات قیامت سے آیا ہے کہ لوگ
جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے وہ خود بھی گمراہ ہونگے اوروں کو بھی گمراہ کرینگے اسلئے سمجھ لینا
ضروری ہے کہ جب تک کوئی شیخ کامل جامع شریعت و طریقت جسکو اس زمانہ کے اچھے

عہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤساء جہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ۱۲ ص ۲۳ ۱۲

لوگوں نے اہل مان لیا ہوا جازت نہ دے بعیت لینے پر جرأت نہ کرنا چاہئے۔ **فصل سوم**۔ ایک بلا
رسم یہ ہے کہ اکثر بعد مرنے مورث اعلیٰ کے کوئی چچا یا بھائی وغیرہ کسی لڑکے یا لڑکی کا نکاح اسی
حصے سے جو ترکہ سے اس کو پہنچا ہے کر دیتے ہیں اور فضول اخراجات میں اسکو برباد کر دیتے ہیں
اور اپنے ذہن میں سمجھتے ہیں کہ ہم نے تو اس کی چیز اسی کو لگادی کون گناہ کیا اسکی تو ایسی مثال
ہوئی کہ کسی مسخرہ میزبان نے دعوت کر کے مہمانوں کی جوتیاں بیچکر انکو مٹھائی کھلادی تھی اور کہتے
تھا کہ یہ آپ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ بلکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کچھ قرضہ بھی ہو جاتا ہے۔
اس لڑکے کے ذمہ رکھا جاتا ہے اور اس سے ادا کرایا جاتا ہے یہ کس قدر ظلم صریح ہے
پس اول تو فضول رسوم خود ناجائز ہیں اور جو مصارف مباح وجائز بھی ہوں تب بھی
کے حصہ سے بلا اسکی رضا صریح کے جب کہ وہ نابالغ ہو صرف کرنا حرام ہے اور اگر وہ نابالغ
تو صریح اجازت بھی شرعاً معتبر نہیں یا ویسے ہی رسمی اجازت ہے بوجہ لحاظ کے یا عرف کے
سب غیر معتبر ہے۔ **فصل چہارم**۔ ایک رسم یہ ہے کہ لڑکیوں کو بہنوں کو ترکہ سے حصہ نہیں
دیتے جو صریح نص قطعی کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں فرمایا ہے کہ مردوں کا مال
کا بھی حصہ ہے جو کچھ ملا باپ یا اقارب نے چھوڑا اس طرح عورتوں کا بھی حصہ ہے جو کچھ انکے
باپ یا اقارب نے چھوڑا قلیل ہو یا کثیر حصہ مقرر کیا ہوا فرض کیا ہوا ہے اتنے ایسے صاف حکم کے خلاف کس
طرح جرأت ہوتی ہے بعض لوگ ہیں کہ صاحب وہ لیتی نہیں انسے پوچھنا چاہئے کہ تم نے کب دیا
کہ انھوں نے انکار کیا۔ البتہ لحاظ سے مروت سے مانگا نہیں اس لئے کسی کا مال حلال نہیں ہو
بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے دینا چاہا تھا انھوں نے نہیں لیا یہ عذر بھی ناکافی ہے۔ ایک نہ
اس وجہ سے ہوتا ہے کہ لینے سے خلقت ملامت کریگی یہ شرعاً معتبر نہیں۔ ایک نہ لینا محض طیب
خاطر سے ہوتا ہے سو اسکا فیصلہ ہر شخص انصاف سے خود کر سکتا ہے اس زمانہ میں چونکہ اکثر
لوگ حاجتمند و مفلس ہیں اور مال کی محبت اکثر قلوب میں راسخ ہے اسلئے رسمی اجازت کا ا

عـــہ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا
مفروضا ۱۲ لن تنالوا

نہیں بلکہ ضرور ہے کہ بعد مرنے مورث کے سب کا نام بھی درج کرایا جاوے اور ششماہی یا سالانہ
...نی پر سب حساب کرکے ہر ایک کا حصہ روپیہ یا غلہ اسکو اداکرکے دیا جاوے اگر اعلان سے لینا
...سکو ناگوار ہو تو اخفا کیساتھ اسکا پورا حق دیدیا اسکی جائداد وغیرہ علیحدہ تقسیم کرکے اسکو حوالہ کردے
...جو وہ انتظام نہ کرسکے تو یہ شخص وکالتاً اسکی جانب سے انتظام کرے یا اسکی خوشی سے خود مناسب
...سے ٹھیکہ پر لیلے اور رقم ٹھیکہ اسکو ادا کرتا رہے۔ بعض لوگ اپنے جی کو سمجھا لیتے ہیں کہ ہم نے
...بیات میں پھوپی کو بہن کو بھات دیا ہے جوڑے دیئے ہیں اور ہمیشہ دیا کرتے ہیں یہ گویا
...حصہ ترکہ کا ادا کردیا جاتا ہے اس کے جواب میں وہی حکایت مسخرہ میزبان کی جو فصل سوم
...لکھی گئی کافی ہے۔ **فصل پنجم**۔ ایک رسم یہ ہے کہ اکثر لوگ مسجد کی چیز اپنے برتنے کیلئے
...تے ہیں کوئی آگ لیجاتا ہے کوئی سقاوہ میں سے پانی لیجاتا ہے کوئی بیمار کے لئے پانی پڑھوا
...کے لوٹے میں لیجاتا ہے کوئی وہاں کا فرش اپنے دعوتیوں کو بٹھلانے کے لئے لیجاتا ہے
...ئی استنجے کے ڈھیلے اپنے گھر استنجا کرنے کیلئے لیجاتا ہے اور اپنے دل کو یوں سمجھا لیتے ہیں
...مسجد کا مال وقف ہے اس میں سب کو حق انتفاع ہے۔ صاحبو! یہی تو ممانعت کی دلیل ہے
...کہ وقف کا حکم یہ ہے کہ جس غرض کے لئے جس قید کے ساتھ وقف ہو اسکے سوا دوسری
...طرح استعمال جائز نہیں۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اشیاء مذکورہ ان اغراض کیلئے وقف نہیں کیگئی
...جو ضرورتیں نمازیوں کو وہاں نماز پڑھنے کے وقت پیش آتی ہیں ان کیلئے یہ اشیاء وقف ہوتی ہیں
...اس شرط وقید سے تجاوز کرنا حرام ہوگا۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جو پانی پینے کیلئے وقف
...ور پر رکھا گیا ہے اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وقف کے یہی معنی ہیں تو مسجد کی اینٹیں
...وقف ہیں انسے اپنا مکان بنا لینا جائز ہونا چاہئے۔ وہاں کے کواڑ تختے سب وقف ہیں یہ بھی
...جائز ہونا چاہئے نعوذ باللہ منہ اسی طرح بعض قومیں بڑے بڑے مجمعوں کو مسجد میں کھانا کھلاتی
...یا مسجد چوپال ہے یا انکی بیٹھک ہے یہاں ہی مسئلہ یاد کرنا چاہئے کہ مسجد اس کام کیلئے نہیں ہے اسلئے یہ
...جائز ہوگا بلکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ معلم لوگ جو تنخواہ لے کر قرآن وغیرہ پڑھاتے ہیں انکو مسجد میں

ڈکے لے کر بیٹھنا جائز نہیں کیونکہ مسجد عبادت گاہ ہے تجارت گاہ نہیں ان سب امور سے اجتناب
واجب ہے، اور منجملہ احترام مسجد کے یہ بھی ہے کہ وہاں بدبودار چیز نہ لے جاوے حتی کہ مٹی کا تیل اسکے اندر
نہ جلاوے دیا سلائی اس کے اندر نہ کھینچے باہر چراغ روشن کرکے اندر رکھدے تمباکو کھانے پینے
والا جب تک خوب منہ کو صاف نہ کرلے اس میں داخل نہ ہووے — **فصل ششم**۔ ایک رسم یہ
کہ اکثر قصبات میں عیدین کی امامت اور بعض جگہ جمعہ اور نماز پنجگانہ کی بھی محض موروثی بنا پر
بردعوی ریاست کے چلی آتی ہے خواہ امام صاحب میں اہلیت ہو یا نہ ہو۔ بعض جگہ تو امام قرآن
بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا ایسی صورت میں تو نماز ہی سب کی باطل ہوگی اور اگر اتنا سیدھا
بھی پڑھ لیا مگر مقتدی لوگوں کو اس کی امامت ناگوار ہے اور جبراً و کرہاً بخیال احتمال فتنہ
ساکت ہیں تو اس امام کو سخت گناہ ہوگا جیسا کہ حدیث[1] میں آیا ہے کہ ایسے امام کی نماز قبول نہیں
ہوتی — **فصل ہفتم**۔ ایک رسم یہ ہے کہ اکثر لوگ عیدین یا جمعہ میں یا اور نمازوں میں
ہے خود یا کسی نوکر چاکر دوست آشنا کی معرفت مسجد میں اپنا کپڑا یا تسبیح قبضہ کیلئے رکھدیتے ہیں
اور آزادی اور بیفکری سے جب جی چاہتا ہے تشریف لیجاتے ہیں سو یہ بات بالکل شریعت کی
خلاف ہے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ ہم حضور کیلئے منی میں
پہلے خیمہ وغیرہ لگادیں آپنے فرمایا کہ نہیں کیونکہ وہاں ٹھہرنے کا استحقاق اسکو حاصل ہے جو پہلے
پہونچ جاوے الخ البتہ کسی جگہ جب آدمی بیٹھ گیا اور نماز ہونے تک بیٹھے رہنے کا ارادہ کرلیا
اتفاقاً درمیان میں عارضی طور پر اٹھنا پڑے مثلاً وضو ٹوٹ گیا یا کھنکارنے گیا اس
یہی شخص اس جگہ کا مستحق ہے۔ دوسرے شخص کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں ایک حدیث اس
مضمون کی بھی آئی ہے — **فصل ہشتم**۔ ایک رسم یہ ہے کہ اکثر مساجد میں امام کے کھڑے
ہونیکی جگہ ممتاز اور بلند ہے بعض جگہ امام بالکل محراب کے اندر کھڑا ہوتا ہے ان دونوں امور
کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے پس اس میں احتیاط کرنی چاہئے کہ امام کے کھڑے ہونیکی جگہ ایک

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثة لا تقبل منہم صلوتہم من تقدم قوما وہم لہ کارہون ورجل اتی الصلوة دبارا والدبار ان یاتیہا بعد ان تفوتہ ورجل اعتبد محررة ۱۲ مشکوة صنا ؛؛

عی بلند نہ ہو اور کم از کم پاؤں محراب سے باہر رہنے چاہئیں ۔ **فصل نہم** ۔ ایک رسم یہ ہے کہ ثر لوگ دو چار نسخے یاد کر کے مطب اور علاج شروع کر دیتے ہیں نہ کلیات سے واقف نہ جزئیات عادت احکام معلوم حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص طب میں ماہر نہ ہو اور علاج کرے اور اس کے ج سے کوئی نقصان ہو جاوے وہ ضامن ہے یعنی دنیا میں قابل سیاست اور آخرت مستوجب عذاب ہے نیم حکیم خطرۂ جان نیم ملا خطرۂ ایمان مسلم ہے ۔ **فصل دہم** ۔ منجملہ رسوم کے یہ رسم ہے کہ قربانی کے جانوروں میں لازم سمجھتے ہیں کہ پائے حجام کا حق ہے اور سری سقہ حق ہے اسی عقیقہ میں اپنے اپنے حقوق لازم کر رکھے ہیں سکو دینے والا اور لینے والا ضروری سمجھتے ہیں اگر نہ دو تو شکایت اور مذمت و ہجو کرتے پھرتے ہیں یہاں تک کہ یہ لوگ بلا اجازت کے یہ چیزیں اٹھا لیجاتے ہیں پس سمجھ لینا چاہئے کہ شریعت میں اس لزوم کی دلیل نہیں اگر غور کیا جائے تو اس میں بڑی خرابی لازم آتی ہے وہ یہ کہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ ”المعروف کالمشروط“ پس جب اس درجہ کا عرف ہو جاوے تو ایسا ہو گا جیسا ان لوگوں سے شرط ٹھہرائی گئی ہو اور اگر کوئی شخص اس طرح شرط ٹھہراوے کہ تم ہمارا فلاں کام کیا کرو تم کو اس خدمت معاوضہ میں فلاں چیز دیں گے وہ چیز اس صورت میں اجرت ہو گی اور اجرت ذمہ کام لینے والے کے دین ہے تو گویا اس شخص نے قربانی کے اجزاء سے اپنا دین ادا کیا اور یہ حکم بیع ہے اور حرام اور باطل ہے صرف تبرکات میں اسکا صرف کرنا جائز ہے ۔ اسی طرح کھال سمجھنا کہ مؤذن کا حق ہے اس میں بھی بعینہ وہی خرابی ہے جیسا کہ ادنیٰ تأمل سے معلوم ہو سکتا ہے چاہئے کہ اس رسم کو موقوف کریں اور بلا تعین اور بلا استحقاق مالک کو اختیار ہے جو چاہے دیدیا کرے اسی طرح قربانی میں اور بھی بے احتیاطیاں کرتے ہیں مثلاً عام رواج گائے بھینس کا بچہ پرورش کیلئے حصہ پر دیتے ہیں یعنی زید اپنی گائے کا بچہ عمرو کو یہ شرط دیتا ہے کہ تم اپنے طور پر اس کی خدمت کرو کھلاؤ پلاؤ جب بڑا ہو جائے آدھا

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تطبب ولم یعلم منہ طب قبل ذلک فہو ضامن ۱۲ ابن ماجہ صفحہ ۲۵۶

ہمارا اور آدھا تمہارا اور یہی اس کا حق الخدمت و اجرت پرورش ہے پس کبھی وہ زید کے پاس رہتا ہے اور وہ اجرت و قیمت عمرو کو دیتا ہے اور کبھی بالعکس چونکہ یہ کسی عقد صحیح میں شرعاً داخل نہیں اس لئے معاملہ حرام ہے اور اگر خدمت کرنے والے کے پاس وہ جانور رہا کہ اس کی ملک خبیث ہے۔ پس بعض لوگ ایسا جانور خرید کر اس پر قربانی کیا کرتے ہیں چونکہ اس صورت میں وہ بملک خبیث حاصل ہوگا اس لئے قربانی اس کی مردود ہوگی چاہئے کہ اس معاملہ کو بھی ترک کر دیویں۔ اور ایسے جانور کی قربانی بھی نہ کریں۔ اور دوسری قسم کی بے احتیاطیاں بھی قربانی میں ہو جاتی ہیں علماء سے تحقیق کر کے سب سے احتراز کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم۔

جواب استفتائے متعلقہ رسوم مروجہ از حضرت فرید عصر وحید دہر فقیہ زماں مقتدائے دوراں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مد اللہ علینا ظلال اجلالہم و افاض علینا من نمیر افضالہم و زلال نوالہم

جو رسوم مروجہ زمانہ کے کسی جہت شرعیہ سے نادرست اور گناہ ہیں انکے عدم جواز میں تو کچھ کلام نہیں ہے مگر جو رسوم کہ فی نفسہ مباح ہیں خواہ بدرجہ مندوب و مستحسن پہنچے ہوئے ہیں اگر عوام انکو بمنزلہ واجب کے جاننے لگیں یا عملاً انکے ساتھ برتاؤ واجب کا کرنے لگیں کہ انکے ترک سے حجاب اور ندامت لاحق ہونے لگے اور باوجود عدم وسعت کے انکے ارتکاب کی سعی کیجاوے اور تارک کی ملامت ہوتی ہو جیسا کہ اکثر بلاد اور اکثر طبائع میں باعتبار اکثر رسوم کے ایسے ہی مشاہد ہیں تو لاریب یہ التزام اور معاملہ نادرست اور موجب معصیت ہے اگر خود مرتکب رسم اس عقیدے اور خیال سے بری ہے تب بھی بایں لحاظ فساد عقیدۂ عوام اسکا ارتکاب نادرست ہوگا چنانچہ کتب فقہ و حدیث سے یہ امر ظاہر و باہر ہے ایسے وقت میں تارک رسوم اور ماحی بدعات اور ساعی رواج طریقہ سنیہ بیشک مثاب و ماجور ہوگا۔ علی مادلت علیہ الاحادیث الصحیحۃ والروایات الفقہیۃ المستندۃ المعتبرۃ الصریحۃ۔

بندہ رشید احمد گنگوہی سنہ ۱۳۲۰ھ

محمد عبد المنان غفرلہ کتب خانہ اشرفیہ متصل دروازہ مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی